بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ لا الٰہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ (القرآن)

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کے ہیں سب اچھے نام۔

اللہ جل جلالہ کے ناموں کی شرح

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن

نام کتاب ---------- اللہ کے ناموں کی شرح

مؤلف ---------- عالم فقری

اشاعت ---------- ۲۰۰۵ء

تعداد ---------- ۱۱۰۰

زیر اہتمام ---------- محسن فقری

منتظم ---------- جاوید فقری

پروف ریڈنگ ---------- حافظ محمد حبیب اللہ

کمپوزنگ ---------- ورڈ زمیکر لاہور

پریس ---------- اشتیاق احمد مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت ---------- ۱۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

فہرست اللہ کے ناموں کی شرح

اَللّٰهُ

یا اللہ (اے اللہ) ☆ اعداد: 66 - تاثیر: معتدل

اے اللہ! تیرا نام اللہ ہے جو تیرے سوا کسی اور کیلئے نہیں اور یہ صرف تیرے لئے ہی ہے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی اللہ ہو سکتا نہیں۔ تیرا نام ہی اسم اعظم ہے اور لفظ اللہ کا ایک ایک حرف کامل ہے اور تیری ذات پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ جسے روزِ ازل میں ہر روح نے مانا کہ تو ہمارا اللہ ہے۔ اے اللہ! تو اس لئے اللہ ہے کہ ہر کوئی تیرا طالب ہے اور تو اس کا مطلوب ہے اور کوئی تجھے کسی نہ کسی رنگ میں اپنا محبوب بنائے بیٹھا ہے۔ اے اللہ تو اس لئے اللہ ہے کہ ہر کوئی تیری تلاش میں شام و سحر سرگرداں ہے۔ اے اللہ! تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ ہر بندے کی منزل تو ہی ہے۔ ہم تیرے ہیں اور تو ہمارا ہے۔ درمیان میں کچھ بھی نہیں۔ اے اللہ! تو اس لئے اللہ ہے کہ تجھے اللہ کہنے سے دل سکون کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور ایسا سکون پاتا ہے جو تیرے سوا اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ اے اللہ! جسے تو نے چاہا اپنی معرفت سے مالا مال کر دیا تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ تیرا نام لینے سے دل بیقرار قرار پاتا ہے۔ ہر دل تیرا شیدا ہے۔ ہر روح تجھ پر شیفتہ اور فریفتہ ہے۔ تیری شان اعلیٰ ہے تو اتنا حسین و جمیل ہے کہ ہمارے فہم و ادراک سے بلند و بالا ہے۔ تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ تو ہمارا معبود اور ہم تیرے بندے ہیں کیونکہ تیرے سوا اور کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ ہر چیز تیری تسبیح خواں ہے اور ہر چیز تیری بارگاہ ہی میں سجدہ ریز ہوتی ہے۔

اللہ وہ ہے جو اَحَد اور واحد ہے۔ اس کی ذات میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔ وہ کائنات کی ہر شے کا خالق ہے۔ ہر شے کا رب اور ہر شے کا مالک ہے۔ اللہ وہ ہے کہ زمین و آسمان کے خزانے اسی کے قبضہ میں ہیں کیونکہ ارض وسماء کا مالک ہے۔ اللہ وہ ہے کہ جو ہمارے دلوں کی چھپی ہوئی چیزوں اور سینوں میں ڈھکے ہوئے رازوں کو جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے جو تحت الثریٰ اور فوق ثریا تک کی تمام غائب حقیقتوں کو جاننے والا ہے۔ اللہ وہ ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں بدلتا ہے۔ اللہ وہ ہے جو آسمانوں سے بارش برسا کر زمین سے سبزہ اگاتا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ جو خاکی بندوں کو اپنے نوری ملائکہ سے بڑھ کر شان عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ وہ ہے جو سالکوں کو راہ حق دکھلاتا ہے اور طالبوں کی طلب پوری کرتا ہے۔ اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے ہر چیز کو پال رہا ہے اور اپنے رحم سے اپنے بندوں پر فضل و کرم کی بارش کرتا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ اپنے ملک میں جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے عزت چھین لیتا ہے۔ جسے وہ عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ چھینے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ وہ اپنے ملک کی ہر چیز کا مالک ہونے کے ساتھ محافظ بھی ہے۔ اللہ وہ ہے کہ جب کسی چیز کو کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے ''کن'' تو پس وہ اسی وقت جس طرح چاہتا ہے ہو جاتی ہے۔ گویا کہ اس کائنات کو گہری نظر سے دیکھ اس کے جلوہ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اس لئے میرے دوست! اسے دل و جان سے مان لے اور اس کے میخانہ میں سے توحید کا پہلا گھونٹ پی کر دونوں عالم سے بے خبر اور بیگانہ ہو جا اور زندگی کا ہر لمحہ اسی کی یاد میں گزار دے اور یہی سب سے بڑی خوش قسمتی ہے اور چونکہ یہ اسم اسم اعظم ہے اس لئے اس کا ورد تمام اسرار ورموز کا خزانہ ہے۔ ہر قسم کے فیوض و برکات کا منبع ہے اس لئے جو اس اسم کا ہمیشہ ورد کرے اسے دین و دنیا میں کسی چیز کی کمی نہ رہے گی۔ یہ اسم جمال کا مظہر ہے۔ لفظ اللہ قرآن مجید میں 2360 مرتبہ آیا ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات حسب

ذیل ہیں جن سے لفظ اللہ کی وضاحت ہوتی ہے۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ لا وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (پ16 طٰہٰ 14)

ترجمہ: بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔

وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰھُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْھُمْ عَلَیْکَ ط وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ○ (پ6 نساء 164)

ترجمہ: اور بہت سے رسول ہیں جن کے قصے تم سے پہلے بیان کر دیئے ہیں اور ایسے رسول بھی ہیں کہ جن کا ذکر آپ پر نہیں کیا اور موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا۔

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا ص وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ط سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (پ9 اعراف 180)

ترجمہ: اور اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں پس ان ناموں سے پکارو اور جو اس کے ناموں میں بے اعتنائی کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا بدلہ پائیں گے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ط لَـہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (پ16 طٰہٰ 8)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے تمام نام اچھے ہیں۔

شَھِدَ اللّٰـہُ اَنَّـہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط (پ3 آل عمران 18)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور اہل علم نے انصاف کے تقاضے کو قائم رکھتے ہوئے گواہی دی۔

اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ ؕ

(پ 3 آل عمران 62)

ترجمہ: یہ تمام قصہ حق ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اِنَّمَا اِلٰھُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ؕ (پ 16 طٰہٰ 98)

ترجمہ: بے شک تمہارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔

فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ

(پ 18 مومنون 116)

ترجمہ: پس اللہ عالی شان ہے جو حقیقی بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ عزت والے عرش کا رب ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ (پ 26 محمد 19)

ترجمہ: پس جان لو کہ بلاشبہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ معبود ہے۔

قَـالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ ؕ ھُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ (پ 11 یونس 68)

ترجمہ: انہوں نے کہا اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی ہے مگر وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔

اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ وَ کَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ○ (پ 6 نساء 169)

ترجمہ: مگر ان کی راہ جہنم کی طرف ہے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (پ 6 مائدہ 1)

بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

(پ 8 اعراف 54)

سب مخلوق اور حکم اسی کا ہے اللہ بڑی برکت والا تمام جہانوں کا رب ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءً ا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ (پ 13 رعد 11)

ترجمہ: بے شک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قسم کا برا حال کرنا چاہئے تو وہ برائی ٹل نہیں سکتی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ (پ 15 کہف 1)

ترجمہ: ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کسی طرح کی کمی نہیں۔

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پ 18 نور 38)

ترجمہ: اور اللہ جسے چاہتا ہے بلاحساب دیتا ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ط وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (پ 20 عنکبوت 5)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا خواہش مند ہے بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے والا ہے اور وہی سمیع ہے علم والا ہے۔

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 21 لقمان 9)

ترجمہ: اللہ کا وعدہ حق ہے اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ○ (پ 26 محمد 35)

ترجمہ: اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ○

(پ 7 انعام 95)

ترجمہ: بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے اور زندہ سے مردہ کر دیتا ہے اور مردہ سے زندہ نکالتا ہے۔ یہ ہے اللہ کی شان پس تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔

فَذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمُ الْحَقُّ ج فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ صلے فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ○ (پ 11 یونس 32)

ترجمہ: یہ اللہ ہے جو تمہارا رب حق ہے پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے پس تمہیں کس طرف پھیرا جا رہا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○

(پ 21 لقمان 27)

ترجمہ: اور اگر زمین میں موجود تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور سات سمندر اور بھی اس کے بعد ان کے سیاہی کی صورت میں شامل ہو جائیں تو اللہ کی تعریف کے کلمات پورے نہ ہوں گے بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

(پ 24 مومن 61)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی ہے تاکہ تم اس میں

آرام کرو اور دن کو روشن بنایا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً

(پ 24 مومن 64)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے جائے قیام اور آسمان کو چھت بنایا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ (پ 28 طلاق 12)

ترجمہ: اللہ ہی نے سات آسمانوں کو بنایا ہے اور انہی کی مثل زمین بھی بنائی ہے حکم ان کے مابین نازل ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

(پ 29 نوح 19-20)

ترجمہ: اور اللہ نے زمین کو تمہارے لئے بچھونے کی مانند کردیا ہے تاکہ تم اس کی کشادہ راہوں پر چلو۔

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

(پ 2 بقرہ 219)

ترجمہ: تو اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غوروفکر کرو۔

وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً ۝ لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝ (پ 3 آل عمران 13)

ترجمہ: اور اللہ اپنی مدد سے تائید فرماتا ہے جس کی چاہے بے شک اس میں اہل بصیرت کیلئے عبرت ہے۔

حضرت امام غزالی نے لکھا ہے کہ اللہ اس موجودہ حق کا نام ہے جو صفات

الٰہیت کا جامع، اوصاف ربوبیت سے موصوف اور وجود حقیقی سے ممتاز ہے۔ اس کے سوا کوئی موجود وجود بذاتہٖ کا مستحق نہیں ہے اور ہر موجود نے اسی سے وجود حاصل کیا ہے۔ لہٰذا وہ بذاتہٖ ھالک ہے اور دوسری جہت سے موجود ہے۔ فَكُلُّ مَوْجُوْدٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر موجود خدا کی ذات کے سوا فانی ہے۔ ٹھیک بات یہ ہے کہ یہ اسم اس معنیٰ پر دلالت کرنے کیلئے اسمائے اعلام کا کام دے رہا ہے اور اس کے اشتقاق وتعریف کے متعلق جو بعض نے لکھا ہے وہ محض تکلف وتعسف ہے۔

یہ نام ننانویں ناموں سے بڑا ہے کیونکہ وہ ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جو بلا استثنیٰ تمام صفات الٰہیت کی جامع ہے۔ باقی تمام نام ایک ایک معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً علم، قدرت اور فعل وغیرہ میں سے کسی ایک پر۔ اور اس لئے وہ تمام اسماء کی بہ نسبت اس کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ وہ اس کے سوا اور کسی کیلئے حقیقۃً یا مجازاً استعمال نہیں کیا جاتا۔ باقی اسماء کے ساتھ اور کو بھی موسوم کردیا جاتا ہے۔ جیسے قادر، علیم، رحیم وغیرہ۔ انہیں دو وجوہ سے ظن ہوتا ہے کہ یہ نام اسم اعظم ہے۔

تمام اسماء کے معانی کی نسبت خیال کیا جاسکتا ہے کہ بندہ ان کے ثبوت سے متصف ہوسکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر رحیم، علیم، حلیم، صبور اور شکور کا اسم بولا جاسکے۔ اگرچہ اس قسم کے اسماء کا اطلاق بندہ پر کسی اور وجہ سے ہو اور اللہ پر ان کا اطلاق اور وجہ سے مگر اللہ کا معنیٰ اس قسم کا نہیں ہے۔ وہ خاص اللہ سے مخصوص ہے۔ اس میں کوئی حقیقی یا مجازی شرکت نہیں پائی جاتی اور اسی خصوص کی وجہ سے تمام اسماء کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے نام ہیں۔ چنانچہ یوں کہیں گے کہ الصبور اور الشکور اور الجبار اور الملك، اللہ کے نام ہیں۔ یوں نہیں کہتے کہ اللہ صبور یا شکور کا نام ہے کیونکہ اسم اللہ من حیث المعانی الٰہیت پر سب سے زیادہ دلالت کرتا ہے اور سب کی بہ نسبت اللہ کے ساتھ زیادہ خاص ہے۔ لہٰذا سب سے زیادہ مشہور اور

ظاہر بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تعریف کیلئے دوسرے اسماء کی ضرورت نہیں اور دوسرے اسماء کی تعریف کیلئے اس کی نسبت لازم ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اللہ اس موجود اور حق ذات کا نام ہے جو الوہیت کی صفات کی جامع ہے۔ منفرد ہے اور وجود حقیقی سے موجود ہے۔ اس کے سوا جو کچھ بھی موجود ہے اسے اسی موجود حقیقی کی ذات سے وجود عطا ہوا ہے کیونکہ اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ اپنی حد ذات میں معدوم ہے۔ اس کا وجود اس وجہ سے ہے کہ اس کی نسبت ذات حق سے ہے اور اس کا منہ اس ذات برحق کی جانب ہے اس تشریح کے مطابق یہ آیت كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔) بالکل مطابق ہے اور یہ کہنا بھی بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے کہ فی الحقیقت اور بالذات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں اور لفظ اللہ ذات واجب الوجود کا علم ہے جو کہ معبود بحق ہے اور لفظ الٰہ بمعنی معبود مطلق ہے۔ حق ہو یا باطل لفظ اللہ کے مفہوم میں تمام صفات کی جامعیت ملحوظ ہے۔ باقی اسماء صرف ایک ایک صفت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسم اللہ کا اطلاق بطریق حقیقت مجاز کسی طرح بھی غیر حق پر نہیں بولا جا سکتا جس کے برعکس دوسرے اسماء کا اطلاق بطریق مجاز غیر حق پر بھی کر لیا جاتا ہے۔ اس گفتگو سے واضح ہوا کہ اسم مبارک اللہ اس کے تمام اسماء سے اعظم ہے۔ دوسرے اسماء کو اسماء اللہ کہتے ہیں۔ اس کا عکس نہیں ہو سکتا باقی اسماء کے معانی بندے کیلئے بھی متصور ہو سکتے ہیں جو کہ ان معانی سے متخلق ہو۔ مگر اسم اللہ بندے کے ساتھ تعلق کیلئے ہے۔ تخلق اور موصوف ہونے کیلئے نہیں۔ اس اسم سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ بندہ اس کی محبت میں سرگرداں رہے اور اپنے دل کو مکمل طور پر اس کی یاد میں متفرق کر دے اس کے غیر کی طرف کوئی توجہ نہ کرے اور نہ اس کے غیر سے کوئی امید رکھے نہ ہی غیر خدا سے ڈرے اور اپنے دیدہ شہود سے اس کے غیر کو نہ دیکھے جبکہ اس اسم کا مفہوم ہی یہ ہے کہ وہ موجود حقیقی و برحق ہے اور باقی سب

اس کے سوا فانی اور ہالک اور باطل ہیں پس وہ اپنے آپ کو سب سے پہلے ہالک و باطل سمجھے گا۔

اَلرَّحْمٰنُ

یَارَحْمٰنُ (اے رحمت والے) ☆ اعداد: 298 - تاثیر: جمالی

رحمٰن کا لفظ رحمت سے بنا ہے۔ اللہ کی رحمت دو طرح کی ہے۔ ایک عام اور دوسری خاص۔ اللہ کی عام رحمت ہر ایک کیلئے ہے یعنی بلا مذہب کی قید، خواہ مسلمان ہو یا کافر، یہودی ہو، نصرانی، خدا کا دوست ہو یا دشمن، انسان ہو یا حیوان، درخت ہو یا پتھر، ہر ایک پر رحمت نازل ہوتا ہے۔ مثلاً جب بارش نازل ہوتی ہے تو وہ ہر امیر غریب، نیک و بد کے کھیت پر پڑتی ہے یعنی وہ سب کیلئے یکساں ہوتی ہے۔ اس طرح ہر ایک پر رحمت کرنے کے اعتبار سے اللہ کو رحمٰن کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ کے بعد اکثر رحمٰن کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ رحمٰن بھی اسم ذاتی کا درجہ رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (پ 15 بنی اسرائیل 110)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ تم اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، غرضیکہ تم جس طرح بھی پکارو گے یہ سب اسی کے اچھے نام ہیں۔

قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا

(پ 16 مریم 18)

ترجمہ: حضرت مریم کہنے لگیں میں تم سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تم

متقی ہو۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۚ

(پ 16 مریم 69)

ترجمہ: پھر ہم ہر گروہ سے اس شخص کو علیحدہ کرلیں گے جو ان میں سے سب سے زیادہ رحمٰن پر اعتراض کرنے والا تھا۔

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۙ (پ 16 مریم 78)

ترجمہ: کیا وہ غیب سے مطلع ہوگیا ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ (پ 16 مریم 85)

ترجمہ: جس دن اہل تقویٰ کو مہمان بنا کر رحمٰن کے حضور لے جائیں گے

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۘ

(پ 16 مریم 87)

ترجمہ: اس وقت کوئی شفاعت کا حق نہ رکھتا ہوگا سوائے اس کے کہ جنہوں نے رحمٰن سے وعدہ لے رکھا ہوگا۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ

(پ 16 مریم 93)

ترجمہ: تم لوگ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب رحمٰن کے بندے بن کر اس کے سامنے پیش ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝

(پ 16 مریم 96)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کئے قریب ہے کہ رحمٰن ان میں محبت پیدا کردے گا۔

اَلَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا

(پ 19 فرقان 59)

ترجمہ: اسی نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے 6 دنوں میں بنایا پھر وہ عرش پر جلوہ افروز ہو گیا وہ رحمٰن ہے اس کے متعلق کسی خبر رکھنے والے سے رہنمائی حاصل کرلیں۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (پ 16 طٰہٰ 5)

رحمٰن عرش پر جلوہ افروز ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ○ (پ 16 طٰہٰ 108)

ترجمہ: اس دن سب لوگ ایک پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے کوئی اس سے روگردانی نہ کر سکے گا تمام آوازیں رحمٰن کیلئے پست ہو جائیں گی۔ پس تو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سن سکے گا۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (پ 17 انبیاء 42)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ رحمٰن کے عذاب سے رات اور دن تمہاری کون نگہداشت کرتا ہے بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں۔

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (پ 17 انبیاء 112)

ترجمہ: آپ نے فرمایا اے رب حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور جو باتیں تم بتاتے ہو اس پر ہمارے رب رحمٰن کی مدد کی ضرورت ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ (پ 19 نمل 30)

ترجمہ: بے شک یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام

سے جو بڑا مہربان رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ (پ 24 حٰم سجدہ 1-2)

ترجمہ: حٰمٓ یہ کلام رحمٰن اور رحیم کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۝ (پ 26 ق 33)

ترجمہ: جس نے بن دیکھے رحمٰن کی خشیت رکھی اور اللہ کی طرف متوجہ رہنے والا دل لے کر آیا

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۗ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ (پ 27 رحمٰن 1-3)

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن کا علم عطا فرمایا اسی نے انسان کو پیدا کیا۔

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۗ (پ 29 ملک 3)

ترجمہ: تمہیں رحمٰن کی تخلیق میں تضاد نظر نہیں آئے گا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۗ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ۝ (پ 29 ملک 19)

ترجمہ: بھلا تمہارا کون ایسا لشکر ہے جو رحمٰن کے سوا تمہاری مدد کر سکے بلاشبہ اہل کفر دھوکے میں ہیں۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ (پ 30 نبا 38)

ترجمہ: جس دن جبرائیل اور تمام فرشتے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے کوئی رحمٰن کی اجازت کے بغیر کلام نہ کر سکے گا اور جو صحیح بات کہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ لفظ رحمٰن رحمت سے مشتق ہے مگر الرحمٰن بہ نسبت الرحیم کے خاص ہے اسی لئے اللہ کے سوا اور کسی کیلئے استعمال نہیں کیا جاتا اور رحیم کا غیر اللہ پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ پس اس وجہ سے وہ اسم اللہ کے

قریب ہے اور علم کا کام دے رہا ہے۔ اگرچہ وہ رحمت سے مشتق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اسموں کو اس آیت میں جمع فرمایا ہے کہ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (یعنی کہہ دو اے محمد ﷺ کہ خواہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس کو پکارتے ہو (پکارو) بہرصورت (یہ) اُسی کے نام اچھے ہیں۔

پس اس وجہ سے بھی اور ہمارے اس بیان سے بھی کہ خدا کے شمار کردہ اسماء میں ترادف نہیں ہے۔ لازم آتا ہے کہ ان دونوں اسموں کے معنوں میں فرق کیا جائے۔ چنانچہ مناسب یہ ہے کہ رحمٰن سے ایک خاص رحمت مفہوم ہو۔ جو بندوں کی مقدورات سے بالکل بعید ہو اور یہ وہ ہے جو سعادت اخرویہ سے تعلق رکھتی ہے۔ پس رحمٰن وہ ہے جو بندوں پر مہربانی کرتا ہے۔ اول تو ان کو پیدا کرکے۔ دوم ان کو ایمان اور اسباب سعادت کی طرف ہدایت کرکے۔ سوم آخرت میں ان کی بہتری کے سامان کرکے۔ چہارم ان کو اپنے دیدار سے بہرہ ور کرکے۔

اسم رحمٰن سے بندہ کا خاص حصہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے غافل بندوں پر رحم کرکے ان کو وعظ و نصیحت کے ذریعے سے نرمی کے ساتھ غفلت کے راستے سے پھیر کر خدا کی راہ دکھائے۔ اور نافرمان لوگوں کو رحمت کی نظر سے دیکھے۔ استحقار کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ اور جو برائی دنیا میں واقع ہو اس کو ایسا سمجھے کہ خود اسی کے نفس سے وقوع پذیر ہورہی ہے۔ لہٰذا مقدور بھر اس کے ازالہ میں کوتاہی نہ کرے۔ محض اس عاصی کے حال پر ترس کھا کر کہ بیچارہ کہیں خدا کے غضب میں گرفتار نہ ہوجائے اور اس کے قرب سے محروم نہ رہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تحریر کیا ہے کہ رحمٰن اور رحیم دونوں رحمت سے مشتق ہیں مگر رحمٰن میں زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کی رحمت کو شامل اور اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے ساتھ خاص ہے۔ لفظ رحمت کا معنی ہے محتاجوں تک

خیر و بھلائی کا پہنچانا اور ان کیلئے خیر کا ارادہ کرنا حق تعالیٰ کی رحمت عام ہے جو دنیا اور آخرت کی نعمتوں اور ہر قسم کی ضرورتوں و حاجتوں کو شامل ہے اور ہر آم کی جود و عنایت کی خصوصیات اور فضیلتوں کو شامل ہے۔ اس کی عنایت بندے کے شامل حال بغیر کسی غرض وعوض کے ہوتی ہے۔ ان دو اسموں سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ جب وہ پہچان لیتا ہے کہ منعم حقیقی اور مطلق ولی نعمت وہی ہے تو پھر بندے کو چاہئے کہ اسی پر توکل کرے اور اپنے سب کام اسی کے سپرد کرے اور کلیتہً اس کی جناب رحمت کی طرف متوجہ رہے۔ اس کے غیر سے حقیقتاً مدد طلب نہ کرے اور اس کے غیر کی طرف رخ بھی نہ کرے۔ ان معنی کے مطابق تو ان دو اسموں سے یہ تعلق ہے اور ان دو اسموں سے خود متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ بندگان خدا پر رحمت کرے سب کو نظر رحمت سے دیکھے۔ برائی کے دور کرنے میں کوشش کرے۔ محتاجوں کی حاجت حتی الامکان پوری کرے۔ یہ سب کچھ بطریق مہربانی اور ارادہ خیر و بھلائی کرے کسی غرض اور عوض کو ذہن میں نہ رکھے۔ اگرچہ واقع میں حقیقتاً انسان کی رحمت دوسرے پر کسی غرض اور عوض کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

اَلرَّحِیْمُ

یَارَحِیْمُ (اے رحم کرنیوالے) ☆ اعداد: 258 - تاثیر: جمالی

رحیم وہ ذات ہے جو اپنے بندوں پر بے کسی، مصیبت، ناتوانی، درماندگی اور مظلومی میں رحم کرتی ہے کیونکہ جب بھی کوئی اس سے رحم مانگتا ہے تو وہ ہر دم رحم کرنے کو تیار ہے اور جو رحم کی التجا کرتا ہے اس پر رحم کی نظر التفات کر دیتا ہے۔ اگر کسی کا کوئی کام بگڑا ہوا ہو تو اسے درست کر دیتا ہے۔ دراصل صفت رحیم، رحمٰن ہی کی ایک مخصوص صورت ہے اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ اس وقت رحم کرتا ہے جبکہ اس سے

رحم مانگا جاتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (پ5 نساء 64)

ترجمہ: پھر جب اپنی جانوں پر ظلم کرلیں اور آپ کے پاس آئیں پس اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول ان کیلئے استغفار کریں تو اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ26 حجرات 12)

ترجمہ: بے شک اللہ تواب ہے رحیم ہے۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ط اِنَّهٗ هُوَالْبَرُّالرَّحِيْمُ ۝ (پ27 طور 28)

ترجمہ: بے شک اس سے قبل ہم اسی کو پکارتے تھے بلاشبہ وہ احسان کرنے والا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(پ1 بقرہ 143)

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے بے شک اللہ لوگوں پر رؤف رحم کرنے والا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (پ5 نساء 29)

ترجمہ: اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے۔

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (پ15 بنی اسرائیل 66)

ترجمہ: تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہارے لئے کشتیوں کو چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو۔ بے شک وہ تم پر بڑا رحم کرتا ہے۔

98163

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ○ (پ22 احزاب 43)

ترجمہ: وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں ظلمت سے نکال کر نور میں لے آئے اور اللہ مومنوں کیلئے بڑا ہی رحیم ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ○

(پ19 شعراء 9-68-104-122-140-159-175-217)

ترجمہ: اور بلاشبہ آپ کا رب غلبے والا رحم فرمانے والا ہے۔

بِنَصْرِ اللّٰہِ ط یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ○ لا

(پ21 روم 5)

ترجمہ: وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے اور وہی غلبے والا رحم والا ہے۔

تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ لا (پ22 یٰسین 5)

ترجمہ: یہ قرآن عزت والے رحم والے کا نازل کردہ ہے۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہُ ط اِنَّہٗ ھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ○ع (پ25 دخان 42)

ترجمہ: سوائے اس کے کہ جن پر اللہ رحم فرمائے بلاشبہ وہ غلبے والا رحم والا ہے۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ ط اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ○

(پ12 ھود 90)

ترجمہ: اور اپنے رب سے استغفار کرو اور اسی کے حضور توبہ کرو بے شک میرا رب رحیم ہے اور محبت کرنے والا ہے۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا ط وَھُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ○ (پ22 سبا 2)

ترجمہ: جو کچھ زمین کے اندر پایا جاتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو اس کی طرف چڑھتا ہے اسے وہ جانتا ہے اور وہی رحیم ہے غفور ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (پ 21 احزاب 5)

ترجمہ: اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

نُزُلاً مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (پ 24 حٰم السجدہ 32)

ترجمہ: یہ بخشنے والے کی طرف سے مہربانی ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ 28 مجادلہ 12)

ترجمہ: پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو پس اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کی رحمت تامہ بھی ہے اور عامہ بھی۔ اس کی رحمت کا تامہ ہونا تو اس حیثیت سے ہے کہ وہ محتاجوں کی حاجت روائی کا ارادہ بھی کرتا ہے اور اس کو پورا بھی کر دیتا ہے اور اس کا عامہ ہونا اس حیثیت سے ہے کہ وہ مستحق اور غیر مستحق سب کو شامل ہے اور دنیا و آخرت میں عام ہے اور ضرورت و حاجات اور ان سے زائد امور پر مشتمل ہے۔ غرض کہ وہ رحیم مطلق و برحق ہے۔

رحمت کیلئے ایک ایسی پر درد رقت لازم ہے جو رحیم کو محسوس ہو اور اسے محتاج کی حاجت پورا کرنے پر اکساتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس (تاثر وانفعال) سے پاک ہے۔ شاید تم خیال کرو کہ یہ رحمت کے معنی میں نقص ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ امر رحمت کے معنی کیلئے نقصان نہیں بلکہ کمال ہے۔ نقصان اس لئے نہیں ہے کہ کمال رحمت کمال ثمرہ پر موقوف ہے اور جب کسی محتاج کی حاجت کو بکمالہا پورا کر دیا جائے تو محتاج کو راحم کے درد دل سے کوئی خاص نفع نہیں ملتا۔ راحم کا درد دل اس کے ضعف قلب اور کمزوری نفس کے باعث ہوتا ہے اور یہ ضعف محتاج کی دعا میں کوئی اضافہ نہیں کر دیتا جبکہ اس کی حاجت پوری طرح مہیا ہو چکی ہو۔

کمال اس لئے ہے کہ جو رحیم رقت اور درددل کے باعث رحم کررہا ہے ممکن ہے اس کا فعل اپنے نفس سے رقت دور کرنے کی غرض سے ہو۔ تو اس کا یہ معنیٰ ہوگا کہ اپنے نفس کی رعایت کی اور نفس ہی کی غرض کیلئے سعی کی۔ اور یہ امر کمال رحمت کیلئے نقص ہے۔ کمال رحمت یہ ہے کہ راحم کی نظر مرحوم کی طرف مرحوم کی خاطر ہو۔ نہ کہ خود رقت کے درد سے آرام پانے کی غرض سے۔

اسم رحیم سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ حسب وسعت بھوکے کا پیٹ بھرے۔ اپنے پڑوس یا شہر میں فقیر کی حاجت پوری کرے اور اس کی محتاجی دور کرے۔ خواہ اپنے مال سے یا اپنے رسوخ و وجاہت کے ذریعے سے۔ یا اس کیلئے دوسرے سے سفارش کرکے۔ اگر ان ساری باتوں سے عاجز ہو تو ایسی شفقت وعنایت کے ساتھ دعا اور اظہار ہمدردی سے اس کا ہاتھ بٹائے کہ گویا اس کی تکلیف ومصیبت میں شریک ہے۔

اَلْمَلِكُ

يَامَالِكُ (اے بادشاہت والے)

اعداد: 90 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ مالک ہے کائنات کی ہر چیز اس کی ملک ہے مگر وہ بذات خود کسی کی ملک میں نہیں۔ اس لحاظ سے وہ بادشاہ مطلق ہے کیونکہ اسی نے ہر چیز کو بنایا ہے۔ انسانی ملکیت مجازی ہے مگر اس کی ملکیت دائمی ہے۔ یعنی وہ ایسا بادشاہ ہے کہ دونوں عالم کی ملکیت اس کے احاطہ قدرت وتصرف میں ہے۔ بادشاہ حقیقی وہی ہے تمام اشیاء پر غالب ہے ہر چیز میں اسی کا تصرف کارفرما ہے۔ اشیاء کو وجود میں لانے اور وجود سے

عدم کی طرف لے جانے زندہ کرنے مارنے تکلیف دفع کرنے اور عطا کرنے کی قدرت بھی اسی کو ہے۔ اپنی ذات وصفات میں ہر موجود سے بے نیاز ہے اس کے سوا ہر موجود چیز اپنی ذات وصفات میں وجود بقا، افعال وآ ثار میں اس کی محتاج ہے تو جو چیز بھی اس کے ماسوا ہے وہ اس کی مملوک اور تابع فرمان ہے وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ اپنی تقدیر وتدبیر میں یگانہ ہے۔ اس کے حکم کو کوئی رد کرنے والا نہیں اس کے ارادے سے کوئی سرکشی نہیں کرسکتا۔ پس وہی ذات بادشاہ اور حاکم علی الاطلاق ہے پھر ملک مالک کی نسبت زیادہ خاص اور زیادہ بلیغ ہے ہر ملک مالک ہوتا ہے مگر ہر مالک ملک نہیں ہوتا۔

اسماء الحسنی غزالی میں ہے کہ مَلِك وہ ہے جو اپنی ذات وصفات میں موجود سے مستغنی ہے۔ اور ہر موجود اس کا محتاج ہے بلکہ کوئی چیز اپنی ذات میں، صفات میں، وجود میں، بقا میں، غرض کسی بات میں اس سے مستغنی نہیں۔ موجود کا وجود اس سے ہے یا اس کے ساتھ منسوب ہونے والی کسی دوسری شے سے ہے۔ اس کے سوا ہر چیز اپنی ذات وصفات میں اس کی مملوک ہے اور وہ ہر چیز سے مستغنی ہے۔ الغرض ایسی ذات ملک مطلق ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (پ 3 آل عمران 26)

ترجمہ: اس طرح کہیں کہ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۠

(پ 4 آل عمران 189)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کیلئے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ

ص (پ9 اعراف 158)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۠ (پ 7 مائدہ 120)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان پر بادشاہی اللہ ہی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝

(پ18 فرقان 2)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے اور اس کی کوئی اولاد نہیں اور اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز کی تخلیق اس نے کی ہے پھر اس کی تقدیر مقرر کر دی ہے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

(پ23 یٰسین 83)

ترجمہ: پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے۔

یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (پ24 مومن 16)

ترجمہ: جس دن وہ اللہ کے سامنے آجائیں گے تو ان کی کوئی بات اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گی آج کس کی بادشاہی ہے صرف اللہ کی جو واحد اور

قہار ہے۔

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ؕ

(پ 27 حدید 5)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی مملکت اللہ ہی کی ہے اور تمام امور کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ؕ (پ 28 جمعہ 1)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے جو بادشاہ ہے قدوس ہے عزیز ہے حکیم ہے۔

بندہ مَلِک مطلق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ہر چیز سے مستغنی نہیں ہے۔ اگر باقی موجودات سے مستغنی ہے تو خدا کا ضرور ہمیشہ کیلئے محتاج ہے۔ اور ہر چیز اس کی محتاج بھی نہیں ہے بلکہ اکثر موجودات اس سے مستغنی ہیں لیکن جس صورت میں کہ وہ بعض سے نہیں تو بعض دیگر سے مستغنی ہو۔ اس وقت وہ کسی نہ کسی حیثیت سے ملک کہلا سکتا ہے۔

الغرض بندوں میں سے مَلِک وہ ہے جس پر خدا کے سوا کسی کا تسلط نہ ہو بلکہ وہ خدا کے سوا سب سے مستغنی ہو اور وہ بعینہ اپنی سلطنت پر ایسا قابض ہو کہ فوج اور رعایا اس کی اطاعت کا دم بھرتی ہوں۔

سچ پوچھو تو بندہ کی خاص سلطنت اس کا دل اور قالب ہیں اور فوج اس کی شہوت، غضب اور خواہشات اور رعیت اس کی زبان، آنکھیں، ہاتھ اور تمام جوارح ہیں۔ جب وہ ان پر قابض ہوجاتا ہے اور وہ اس کے مطیع ہوجاتے ہیں تو وہ اپنے عالم وجود میں بادشاہ بن جاتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ ہی وہ لوگوں سے مستغنی بھی ہوجائے اور لوگ اپنی فانی و باقی زندگی میں اس کے محتاج ہوں تو وہ روئے زمین کا

بادشاہ ہے اور یہ رتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ وہ ابدی زندگی کی ہدایت پائے ہیں۔ خدا کے سوا کسی دوسرے کے محتاج نہیں ہیں اور دوسرے تمام لوگ ان کے محتاج ہیں۔

اس شاہی سلسلے میں انبیاء کے بعد علماء کا درجہ ہے۔ جو انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ان کی بادشاہی اس قدر ہوتی ہے جس قدر وہ بندوں کو ہدایت کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور جس قدر طلب ہدایت میں لوگوں سے مستغنی ہوتے ہیں۔

ان صفات کی بدولت بندہ فرشتوں سے جا ملتا ہے اور خدا کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ یہ بادشاہی اس ملک برحق کی طرف سے جس کی بادشاہی میں مثل و نظیر نہیں ہوسکتی بندے کیلئے بڑا عطیہ ہے۔

جب بندے نے یہ جان لیا کہ علی الاطلاق وہی بادشاہ ہے بندہ تو اس کی درگاہ اور اس کے کوچے کا ایک گدا ہے عزت کی طلب اسی کے آستانہ خدمت و طاعت سے کرتا ہے بندہ جب یہ بھی جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے اسی کا محتاج اسی کے تابع اور اسی کے زیر حکم ہے تو بندے کو لازم ہے کہ اس کی بارگاہ میں اپنی التجائیں پیش کرے اور لوگوں سے بالکل یہ بے نیاز ہو جائے کسی کے سامنے اپنی حاجت ظاہر نہ کرے۔ مخلوقات میں سے کسی سے کوئی ڈر اور امید وابستہ نہ کرے پھر بندے کا اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس دل اور جسم کے ملک میں حکمرانی کرے۔ اس میں منشاء خداوندی کے مطابق تصرف کرے اور ہر چیز کا مالک بنے اپنے اعضا اور قوتوں کو خدائے تعالیٰ کی اطاعت اور حکم شرع کے تابع کرے یہاں تک کہ اپنے وجود کے جہاں کا بادشاہ بن جائے طالبان حق اور اس راستے پر چلنے والوں میں تصرف کرے۔ کسی بزرگ سے لوگوں نے وصیت کی درخواست کی تو اس نے فرمایا دنیا و آخرت کا بادشاہ بن یعنی اپنی ہر دنیوی حاجت اور خواہش کو اپنے اندر سے الگ کردے کیونکہ بادشاہی اور حکمرانی کیلئے آزادی اور بے نیازی ضروری ہے۔

اَلْقُدُّوْسُ

یَاقُدُّوْسُ (اے منزہ و پاک)☆ اعداد: 170- تاثیر: جمالی

قدوس کا لفظ قدس سے بنا ہے اس کا مطلب پاکیزگی ہے۔ اس لئے قدوس سے یہ مراد ہے کہ وہ اس سے بدرجہا بالا و برتر ہے کہ اس کی ذات میں کوئی کمی یا نقص ہو بلکہ وہ پاکیزہ ترین ہستی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر عیب، نقص اور آفت سے پاک اور منزہ ہے۔

منزہ سے یہ مراد ہے کہ جو غلط خیالات یا تصورات ہمارے دل میں پیدا ہوتے ہیں اللہ ان سے بالکل پاک ہے۔ اس لئے اسے قدوس کہا جاتا ہے۔

اس کے بارے میں ایک اور قول ہے کہ قدوس سے مراد وہ ذات ہے جو نقص و عیب کے ہر نشان اور حدوث و امکان کے ہر شائبے سے انتہائی پاک و منزہ ہے بلکہ ہر ایسے وصف سے بھی منزہ اور پاک جو حسن و خیال اور وہم میں آسکتی ہے یا جس وصف کا عقل احاطہ کرسکتی ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے ہر وہ شے جو تیرا دل محسوس کرے یا ہر وہ صورت جو دل یا خیال میں ابھرے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ قدوس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف کمال سے پاک ہے جنہیں اکثر لوگ اوصاف کمال سمجھتے ہیں۔ مثلاً ان کا علم، ان کی قدرت، ان کے سمع و بصر (سننا، دیکھنا)، ان کا کلام، ان کا ارادہ، سو اللہ تعالیٰ ان کے اوصاف کمال سے پاک ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ان کے اوصاف نقص سے پاک ہے بلکہ ہر وہ صفت جس کا تصور مخلوق کیلئے کیا جاسکتا ہے۔ اللہ اس سے پاک ہے، یونہی اس کے مشابہ و مماثل سے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ اِلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

(پ 28 حشر 23)

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے قدوس ہے سلامتی دینے والا ہے امان بخشنے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے۔ عزیز ہے جبار ہے کبریائی والا ہے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر آیا ہے کہ:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ، الْمَلِكِ الْقُدُّوْسُ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (پ 28 جمعہ 1)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے جو بادشاہ ہے قدوس ہے عزیز ہے حکیم ہے ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صفت قدوسیت کا مالک ہے۔

اس اسم مبارک سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ اس جناب اقدس تک وصول ممکن نہیں ہے مگر عالم حس سے عروج اور لذائذ جسمانی سے خروج اور لوح دل سے غیر کے نقوش کی صفائی کے بعد اسی طرح جو کچھ ماسوائے حق ہے اس سے باطن کو مکمل طور پر پاک اور منزہ کر لینے کے بعد ہی اس کی ذات کا وصال ممکن ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بندے کا مقدس ہونا و منزہ ہونا یہ ہے کہ بندہ اپنے علم کو خیال میں لانے والی چیزوں و محسوسات اور وہم میں آنے والی چیزوں اور اپنے تمام ارادوں کو بشری خطوط ولذائذ سے جو شہوت و غضب سے تعلق رکھتی ہیں بالکل پاک کرے تاکہ باقی نہ رہے اس کیلئے کوئی لذت اور حصہ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس میں

ذات حق کی ملاقات کے سوا کسی چیز کا شوق نہ رہے اور اس کے قرب کے سوا کسی چیز سے خوشی نہ ہو۔ (شرح مشکوٰۃ)

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ بندے کا اس اسم سے یہ حصہ کہ اپنے ارادہ اور علم کو منزہ کرے۔ علم کو متخیلات، محسوسات، موہمات سے اور تمام ادراکات سے جن میں چوپائے شریک ہیں پاک کرے بلکہ اس کی جولانی نظر اور انتہائے علم، ان ازل امور کیلئے ہو جو نہ قریب ہیں کہ حس کے ساتھ محسوس ہوں۔ نہ بعید ہیں کہ حس سے غائب ہوں بلکہ وہ فی نفسہٖ محسوسات اور متخیلات سے پاک ہوجاتا ہے اور علوم سے اس طرح مستفید رہتا ہے کہ اگر اس کی حس و تخیل کا آلہ مفقود بھی ہوجائے تو پھر بھی وہ ان علوم شریفہ وکلیہ والٰہیہ سے سیراب ہوتا رہتا ہے جو ازلی و ابدی معلومات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان شخصی حیثیات سے جدا ہیں جو سدا متغیر و مستحیل ہوتی رہتی ہیں۔

اپنے ارادہ کو کون انسانی لذات کے ساتھ تعلق رکھنے سے پاک کرے جو شہوت اور غضب کی مقتضیات اور خوراک، جماع، لباس، نظارہ کی لذائذ کہلاتی ہیں اور ان لذتوں سے بھی پاک کرے جو صرف حسن اور قلب کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ غرض کہ خدا کے سوا کوئی اس کے ارادہ کا مطمع نظر نہ ہو۔ خدا کی ذات کے سوا کسی چیز میں اس کو لذت نہ ملتی ہو۔ خدا کیدیدار کے سوا کسی چیز کا اس کو شوق نہ ہو۔ خدا کے قرب کے سوا کسی چیز سے اس کو مسرت نہ ہوتی ہو۔ اگر اس کے بجائے اس کو جنت اور اس کی تمام نعمتیں بھی دلائی جائیں تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے اور گھر والے کو چھوڑ کر خالی گھر پر کبھی راضی نہ ہو۔

الغرض حسی و خیالی ادرکات میں تو چوپائے بھی اس کے شریک ہیں۔ لہٰذا اس کو چاہئے کہ اس رتبہ کو چھوڑ کر اس درجہ پر ترقی کرے، جو انسان سے مخصوص ہے۔ بشری شہوانی لذات میں بھی چوپائے مقابلہ کرتے ہیں لہٰذا ان کو ترک کر دینا چاہئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صاحب ارادہ کی عظمت اس کی مراد کی عظمت کے موافق

ہے۔

چنانچہ جس شخص کا منتہائے ہمت وہی ہے جو پیٹ میں ٹھوس لیا تو اس کی قیمت بھی وہی ہوگی جو اس سے نکلتا ہے اور جس شخص کا منتہائے ہمت خدا کے سوا کوئی نہ ہو تو اس کا درجہ بھی حسب ہمت ہے جس شخص کا علم محسوسات وتخیلات کے درجہ سے ترقی کر گیا اور ارادہ مقتضائے شہوات سے پاک ہو گیا وہ بارگاہ قدس میں باریاب ہوا۔

اَلسَّلَامُ

یَاسَلَامُ (اے سلامتی والے) ☆ اعداد: 131 - تاثیر: جمالی

السلام کا معنی سلامتی ہے یہاں بمعنی سالم اور محفوظ ہے یعنی وہ ذات کہ اس کی ذات اور صفتیں ہر قسم کے عیب ونقصان سے سالم اور محفوظ ہوں اور اس کے افعال میں کسی قسم کا شر نہ ہو یعنی ایسا شر جس کے ضمن میں کوئی خیر یا حکمت نہ پائی جاتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال بالذات خیر ہی خیر ہیں ان میں کوئی شر نہیں۔

ایک اور قول کے مطابق سلام وہ ہے جس کی ذات عیب سے اور صفات نقص سے اور افعال شر سے محفوظ ہے اور جب ایسا ہے تو جونسی بھی سلامتی موجود ہے وہ اس کے ساتھ منسوب یا اس سے صادر شدہ ہے اور تمام اوپر یہ بات بخوبی سمجھ آئے ہو کہ خدائے تعالیٰ کے افعال شر سے محفوظ ہیں یعنی اس شر مطلق سے لذات مراد ہو اور اس کے ضمن میں کوئی خیر اس سے بڑھ کر نہ ہو۔ اور کوئی شر اس قسم کا موجود نہیں ہے۔

دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۧ (11 یونس 10)

ترجمہ: وہاں ان کی پکار ہوگی اے اللہ تو پاک ہے اور ان کی دعا ہوگی کہ

سلامتی ہو اور آخران کی یہ التجا ہو گی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ (پ 13 ابراہیم 23)

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور صالح عمل کئے انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اس میں ان کیلئے عافیت کے ساتھ سلامتی ہے۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ (پ 14 حجر 46)

ترجمہ: انہیں کہا جائے گا کہ سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

سَلٰمٌ قف قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (پ 23 یٰسین 58)

ترجمہ: رحمت والے رب کی طرف سے انہیں سلام یعنی سلامتی کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمی اور نقص سے سلامت ہے اور اپنے بندوں کو سلامتی دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام چیزوں کو سلامتی کی حالت میں پیدا فرمایا ہے اور جب ان میں شیطانی قوت فتنہ و فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کی بنا پر اس میں پھر سلامتی پیدا کر دیتا ہے۔ جہاں امن خراب ہونے لگے وہاں بدامنی کے بعد پھر امن و سلامتی پیدا کر دیتا ہے۔ انسان کو عموماً چار چیزوں میں سلامتی کی از حد ضرورت در پیش رہتی ہے یعنی ایمان سلامت رہے۔ اس دنیا سے جب جائے تو ایمان کی حالت میں جائے۔ جان سلامت رہے۔ مال سلامت رہے اور مکان سلامت رہے۔ جب ان چیزوں کی سلامتی کو خطرہ در پیش ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس اسم سے پکارنے سے سلامتی قائم ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اسم سلامتی

کیلئے بہت مجرب ہے۔

جس بندہ کا دل بدظنی، کینہ، حسد اور ارادہ شر سے محفوظ رہے اور اس کے اعضا معصیات و منہیات سے سلامت رہیں اور اس کے صفات کجی اور برگشتگی سے بچے رہیں۔ وہ صحیح و سالم دل کے ساتھ خدا کو ملے گا اور یہ وہ بندہ ہے جو السلام کے خطاب کا مستحق اور اپنی صفات کے لحاظ سے اس السلام حقیقی کے اوصاف سے قریب ہے جس کی صفات کی مثل و نظیر نہیں ہو سکتی۔

صفات کی کجی سے ہماری یہ مراد تھی کہ عقل غضب و شہوت کے پنجہ میں گرفتار ہو کیونکہ حق تو یہ تھا کہ اس کے برعکس ہوتا یعنی شہوت اور غضب دونوں عقل کے قابو میں ہوتے۔ جب حالت اس کے برعکس ہوئی تو کجی و برگشتگی لازم تھی۔ جب بادشاہ رعیت بن جائے اور مالک غلام ہو جائے تو سلامتی کیسی؟

سلام سے وہ شخص متصف ہو سکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے لوگ سلامت ہوں اور جو شخص خود اپنے آپ سے سلامت نہیں ہے وہ اس خطاب کا کیونکر مستحق ہو سکتا ہے؟

اَلْمُؤْمِنُ

یَا مُؤْمِنُ (اے امن دینے والے)

اعداد: 136 - تاثیر: جمالی

ہر قسم کا امن و امان دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے اس لئے اسے مؤمن کہا جاتا ہے۔

مؤمن سے مراد وہ ذات ہے جو اسباب امن مہیا کرنے اور خوف و خطر کی

راہیں بند کرنے والا ہو۔ اور اسی لئے امن و امان اس سے منسوب کیا جائے۔

امن، خوف ہی کے مقام میں متصور ہوسکتا ہے۔ اور خوف ہمیشہ ہلاکت یا نقصان کے احتمال سے ہوتا ہے اور مؤمن مطلق وہ ذات ہے کہ جس قدر امن و امان تصور میں آ سکتا ہے وہ اسی سے مستفاد ہو۔ وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام مؤمن امن سے بنا ہے یعنی مؤمن وہ ہے جو امن عطا فرمائے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بیت اللہ کو باعث امن بنا دیا اس لئے وہ مؤمن ہے ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ (پ 1 بقرہ 125)

ترجمہ: اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کیلئے مرکز اور امن والا بنا دیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

وَكَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۘ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۧ (پ 7 انعام 81-82)

ترجمہ: اور میں کیوں خوف کھاؤں جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو جبکہ اس نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ ان دونوں فریقین میں سے امن کا مستحق کون ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں ظلم یعنی شرک کو نہیں ملایا وہی لوگ امن میں ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ (پ 18 نور 55)

ترجمہ: اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے بندے کو امن عطا کرنے کیلئے اعضاء حواس و غذائیں، دعائیں،

مکانات، قلعے، ہتھیار ولشکر، معاون و مددگار دنیا میں عطا فرمائے کہ بندہ ان کے ذریعے دنیوی آفات سے امن میں رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بندے کو آخرت کی آفات سے کلمہ توحید کے ساتھ بچانے والا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میرا قلعہ ہے جو شخص میرے اس قلعے میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے امن میں رہے گا بلکہ یہ کلمہ دنیوی اور آخرت کی سزا سے امن میں رہنے کا مضبوط قلعہ ہے۔ امن کے یہ اسباب تو جانداروں کیلئے ہیں۔ غیر جانداروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے بندے کو ایسے اسباب سے مربوط کر دیا جو اسے ہلاکت و فنا آفات و حوادث کے مقامات اور ہلاکت اور فساد کے امور سے امن میں رکھتے ہیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جہاں میں کسی کو جناب حق کی ذات کے سوا کہیں بھی امن حاصل نہیں ہوتا تو کامل طور پر مؤمن یعنی امن عطا کرنے والا وہی ہے اسی طرح یہ بات بھی بندے کو امن عطا کرنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگان مؤمنین کو اپنے دین کی سچائی پر واضح دلیلیں سکھلا دیں اور ایمان کی حفاظت کیلئے اسے یقین کے انوار عطا فرمائے۔ پھر اسے ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کیلئے اور ان سے حفاظت کیلئے اپنی تائید اور توفیق عطا فرمائی۔ مؤمن کا معنی مصدق کا بھی کیا گیا ہے یعنی اپنے کلام سے اپنے رسولوں کی تصدیق کرنے والا۔ اسی طرح معجزات عطا کر کے اپنے نبیوں کی تائید فرمانے والا مؤمن کے موجودات کو وجود میں لا کر اور کائنات کو ظاہر کر کے اپنی تصدیق کرنے والے کے بھی کئے گئے ہیں۔ لفظ مؤمن کی یہ تحقیق جان لینے کے بعد بندے کو چاہئے کہ وہ اس چیز کا یقین رکھے کہ شر نفس اور مکر شیطان سے اللہ تعالیٰ شانہ ہی مجھے امن میں رکھنے والا ہے تو بندے کو چاہئے کہ اس کی جناب میں التجا کرے اور تمام آفات اور ظاہری و باطنی ڈرانے والی چیزوں سے اسی سے امن طلب کرے پھر اس اسم کے ساتھ بندے کے متخلق اور متصف ہونے کا یہ معنی ہے کہ اپنے شر سے مخلوق کو بچائے اور ان کیلئے خوف و ہلاکت کی چیزوں سے دفع کرنے کا سبب بنے یاد رہے کہ

دین و دنیا میں اس نام کا مستحق ترین وہ ہے جو مخلوق کیلئے اللہ کے عذاب سے امن کا سبب بنے اور وہ اس طرح کہ ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ انہیں حق و ارشاد کے راستے پر ڈالے جو کہ نجات کا راستہ ہے اور یہ اصل میں انبیاء کرام علیہم السلام کا مشن اور پیشہ ہے اور ان انبیاء اکرام میں سب سے بزرگ ترین ہستی سیدالانبیاء حبیب کبریا علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے متبعین اور پیروکار علمائے دین ہیں۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ہمیں صاحب ایمان بننے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اس لئے بھی وہ مؤمن کہلاتا ہے مگر جب اس لفظ کی نسبت انسانوں کی طرف ہوگی تو اس کے معنی ایمان لانے والے کے ہوں گے۔

اَلْمُهَيْمِنُ

یَا مُهَيْمِنُ (اے نگہبان) ☆ اعداد: 145 - تاثیر: جمالی

اس کا مطلب اصل میں اپنی رحمت میں چھپانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی روزی کی نگہبانی کرتا ہے، دوسروں کے خوف سے ہم کو اپنی رحمت میں چھپا کر مامون کرتا ہے پھر کسی کا حق ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے خوف کو دور کرتا ہے۔ اس لئے وہ ذات اپنے بندوں کیلئے مہیمن ہے۔

لغت میں اس کا معنی گواہ اور نگہبان آتا ہے اور اس ذات کیلئے جو دوسرے کو ہر خوف و خطرے سے بے خوف کر دے یہی معنی لفظ رقیب کا ہے مگر رقیب میں حفاظت کا معنی زیادہ پایا جاتا ہے۔ رقیب سے ہی لفظ مراقبہ بنا ہے جس کا معنی ہے اپنے دل کی حفاظت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فیضان کا منتظر رہنا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس لفظ کا معنی ہے وہ ذات

جو مخلوق پر اس کے اعمال اس کے رزق اور اس کی اجل پر ہر وقت نگران و نگہبان ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے علم اپنے غلبے اور اپنی حفاظت سے ہر چیز پر حاوی و نگہبان ہے اور ہر وہ شخص جو کسی چیز کی حقیقت سے واقف اور آگاہ ہو اللہ تعالیٰ اس پر بھی غالب ہے اور اس کا بھی محافظ و نگران۔ یہی معنی لفظ مُھیمن کا ہے۔ یہ تمام معانی مکمل اور مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا کسی میں نہیں پائے جاتے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○

(پ 28 حشر 23)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، قدوس ہے، سلامی دینے والا ہے، امان دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، عزیز، جبار ہے، کبریائی والا ہے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

بندے کو چاہئے جب اس نے خدائے تعالیٰ کو پہچان لیا کہ وہ ہر معاملے میں مھیمن و رقیب ہے اور میرے ظاہری اور باطنی جملہ حالات کا نگہبان اور ان سے واقف و آگاہ ہے تو اپنے تمام حالات میں اس معنی کو پیش نظر رکھے اور ہر ناشائستہ حرکت کرنے میں اس سے شرم کرے۔ یاد رہے کہ اس گروہ کی زبان میں اپنے حالات کی طرف اس طرح دھیان رکھنے کو مراقبہ کہتے ہیں۔

اس اسم کے ساتھ بندے سے متخلق و متصف ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کا محافظ و نگران بنے۔ اپنے باطنی اسرار اور دل کی کیفیات سے مطلع رہے۔ قلبی حالات اور اوصاف کے درست اور ٹھیک رکھنے میں گویا مھیمن اور آگاہ بنا رہے اور جب کوئی شخص بندے کے حالات کو درست و نیکی کی جانب لگانے اور انہیں برائی سے محفوظ رکھنے میں ان کی پوری طرح حفاظت کرے گا تو بندے میں اس قسم کا معنی مکمل طور پر جلوہ گر ہو جائے گا۔

اَلْعَزِیْزُ

یَاعَزِیْزُ (اے غلبے والے) ☆ اعداد: 94 - خاصیت: جلالی

سب سے زیادہ عزت والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے العزیز اس کی صفت ہے۔ یہ اسم عزت سے مشتق ہے جس کا مطلب قوت اور غلبہ ہے۔ بعض صوفیاء کا قول ہے کہ عزیز سے مراد وہ ذات ہے کہ جس کا مقام اتنا اعلیٰ اور ارفع ہو کہ جس کا حصول ناممکن ہو اور عوام الناس کے فہم سے بالاتر ہو اور اس کا ادراک ممکن نہ ہو۔ نہ وہ ذات مادی آنکھوں سے دیکھی جا سکے اور نہ ہاتھوں سے چھوئی جا سکے۔ اس لئے ایسی ذات کو عزیز کہا گیا ہے۔ صفت عزیز کا غلبہ مثبت معنوں میں ہے جبکہ صفت جبار کا غلبہ نفی کے معنوں میں ہے۔ صفت عزیز کے غلبہ میں محبت ہے جبکہ صفت جبار میں جبر وابستہ ہے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ عزیز کے معنی وہ عالی قدر شے جس کی مثل شاذ و نادر مل سکتی ہو جس کی از حد حاجت ہو اور جس کا حاصل ہونا بھی مشکل ہو کسی شے میں جب تک یہ تینوں معانی جمع نہ ہوں اس پر اسم عزیز کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ بہت سی اشیاء ایسی ہیں کہ ان کی نظیر تو کم ملتی ہے لیکن چونکہ نہ ان کی شان بڑی ہے اور نہ ان سے چنداں زیادہ نفع ملتا ہے۔ اس لئے وہ عزیز نہیں کہلاتیں۔ بہت سی چیزیں ایسی بھی ہیں کہ ان کی شان بھی بڑی ہے۔ فائدہ بھی ان سے بہت ہے اور ان کی نظیر بھی کوئی نہیں۔ لیکن چونکہ ان کا حصول چنداں دشوار نہیں ہے اس لئے ان کو عزیز نہیں کہا جاتا۔

مثلاً سورج اور زمین جن کی کوئی نظیر نہیں ہے اور دونوں سے اپنی اپنی جگہ نفع بھی بہت ملتا ہے۔ اور ان کی حاجت بھی اشد ہے لیکن ان کو عزیز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان کو دیکھنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ الغرض عزیز ہونے کیلئے ان تینوں

اوصاف کا جمع ہونا لازم ہے۔

ان تینوں معنوں میں کمال ونقصان کے مراتب بھی پائے جاتے ہیں۔عزیز کی قلت وجود کا کمال یہ ہے کہ وہ صرف ایک ہو کیونکہ ایک سے کم کوئی عدد نہیں ہوسکتا اور اس کی مثل کا وجود محال ہو۔اسی ذات خدا ہی کی ہے مثلاً سورج اگرچہ وجود میں ایک ہی ہے لیکن امکان میں ایک نہیں ہے۔اس کی مثل کا وجود بھی ممکن ہے۔

عزیز کی شدت حاجت کا کمال یہ ہے کہ ہر چیز ہر بات میں اس کی محتاج ہو۔ یہاں تک کہ اپنے وجود و بقاء اور صفات میں بھی۔ یہ کمال صرف خدا تعالیٰ میں ہے اور اس میں کوئی شے اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ دشوار حصول ہونے کا کمال یہ ہے کہ تمام مخلوق اپنی استدلالی نظر اور قیاسی رائے کے ساتھ اس کی ذات وصفات کا پورا پورا پتا لگانے سے بالکل عاجز ہو۔ یہ بات بھی خدا ہی سے خاص ہے۔

اب عزیز کے بارے میں آیات قرآن ملاحظہ فرمائیے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ع

(پ 19 شعراء 68-104-122-140-159-175-217)

ترجمہ: اور بلاشبہ آپ کا رب غلبے والا رحم فرمانے والا ہے۔

بِنَصْرِ اللّٰهِ ط يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ لا

(پ 21 روم 5)

ترجمہ: وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرما دیتا ہے اور وہی غلبے والا رحم فرمانے والا ہے۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لا (پ 22 یٰسین 5)

ترجمہ: یہ قرآن عزت والے رحم کرنے والے کا نازل کردہ ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ط

(پ 23 یٰسین 38)

ترجمہ: اور سورج اپنے محور پر گردش کررہا ہے۔ یہ غلبے والے علم والے کا مقرر کردہ ضابطہ ہے۔

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ (پ 23 زمر 1)

ترجمہ: یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہے جو عزیز ہے حکیم ہے۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۠ (پ25 دخان 42)

ترجمہ: سوائے اس کے کہ جن پر اللہ رحم فرمادے بلاشبہ وہ عزیز ہے رحیم ہے۔

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ (پ28 جمعہ 1)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی ہر چیز تسبیح کرنے میں مصروف ہے وہ بادشاہ ہے، قدوس ہے، عزیز ہے حکیم ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ (پ29 ملک 2)

ترجمہ: اسی نے موت اور زندگی بنائی ہے تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور وہ غلبے والا بخشنے والا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ عزیز بمعنی غالب، قوی اور بے مثل آتا ہے اور وہ ذات جس تک پہنچنا آسان نہ ہو اسے عزیز کہتے ہیں۔ یہ صفات تمام وکمال صورت میں صرف پروردگار تعالیٰ شانہ کیلئے ہی ثابت ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے فیض سے کسی کو اپنی عزت سے حصہ عطا کرے تو یہ دوسری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ جو شخص چاہتا ہے کہ اسے عزت ملے تو عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

اور مؤمنین کیلئے ہی ہے۔ جو شخص یہ جان لیتا ہے کہ عزت والا وہی ہے تو وہ اسی سے عزت چاہتا ہے اور حقیقی عزت بندے کو اس وقت ملتی ہے جبکہ وہ اس کی طاعت اور خدمت کر کے اس سے عزت چاہتا ہے۔ مخلوق میں سے کسی کی طرف بھی عزت و بزرگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا مگر اسے جسے اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہو اور عزیز بنایا ہو۔

عزیزی وخواری تو بخشی وبس　　　　عزیز تو خواری نہ بیند زکس

تو ہی عزت و ذلت بخشنے والا ہے اور بس۔ جسے تو نے عزت دے دی وہ کسی سے ذلت وخواری نہ دیکھے گا۔ بندے کا اس صفت سے موصوف ہونا اس طرح ہے کہ بندہ اپنے نفس وخواہش پر غالب ہو اس کی قوت اور اس کا حملہ نفس اور شیطان پر سخت ہو اور اپنی عزت و آبرو طمع اور سوال کے ذریعے اہل دنیا کے دروازوں پر نہ گرائے اور نہ اس طرح ذلت کے گڑھے میں گرے اپنی محتاجی سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی کے سامنے ظاہر نہ کرے۔ نیز علم وعمل میں اس قدر بلند ہو جائے کہ دوسرے اس کی مثل نہ بن سکیں اور دوسروں کو اس کے مرتبے تک پہنچنا مشکل ہو جائے جیسا کسی شے کی حقیقت کو پانا مشکل ہوتا ہے۔

بندوں میں سے عزیز وہ ہے کہ بندگان خدا اپنی حیات اخروی اور سعادت ابدی کیلئے اس کے محتاج ہوں۔ ایسا رتبہ بلاشبہ بہت کم لوگوں کو میسر ہوتا ہے۔ یہ رتبہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم کا ہے۔ پھر ان کے بعد عزت میں مشارک وہ لوگ ہیں جو ان کے قرب زمانہ سے ممتاز ہیں۔ جیسے خلفائے راشدین اور انبیاء علیہم السلام کے وارث علمائے کرام۔

اَلْجَبَّارُ

یَا جَبَّارُ (اے جبروت والے) ☆ اعداد: 206 - خاصیت: جلالی

اللہ جبار ہے یعنی اپنی مرضی سے جو چاہے کردے اور اس کے سامنے کوئی دوسرا دم نہ مارے اور ہر کوئی اس کا حکم ماننے پر مجبور ہو کیونکہ کائنات کی کوئی چیز بھی اس کے قبضہ قدرت اور اختیار سے باہر نہیں اور اس کی بارگاہ میں ہر چیز محکوم اور مجبور ہے۔ اس لئے اللہ کو جبار کہا جاتا ہے کیونکہ ہر کسی کیلئے اس کی اتباع ضروری ہے اور اس کا حکم ہر ایک پر زبردستی سے جاری ہے۔ قرآن مجید میں سخت گیر لوگوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

وَتِلْكَ عَادٌ قفہ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (پ12 ھود 59)

ترجمہ: اور یہی وہ عاد ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر جابر منکر کے حکم کی پیروی کی۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ (پ13 ابراہیم 15)

ترجمہ: اور رسولوں نے فتح کیلئے دعا کی تو ہر سرکش ضدی نامراد ہو کے رہ گیا۔

ان آیات میں جبار کا لفظ سخت لوگوں کے بارے میں آیا ہے کہ جو لوگوں پر جبر کرے مگر اللہ کی صفت بھی جبار ہے اس کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

(پ28 حشر 23)

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بادشاہ ہے، قدوس ہے، سلامتی دینے والا ہے، امان بخشنے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، عزیز ہے، جبار ہے، کبریائی والا ہے، اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جبار وہ ذات ہے جس کا حکم ہر ایک پر جاری ہو سکے اور اس کے حکم میں کسی اور کا دخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی اسے رد کر سکے اور کسی کا حکم اس پر جاری نہ ہوسکتا ہو۔ اور اس کے قبضہ قدرت سے کوئی چیز باہر نہ ہو بلکہ اس کے سامنے ہر شے مجبور ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جبار مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ ہر کوئی اس کا دست نگر ہے۔

بعض علماء لغت کا کہنا ہے کہ جبار کا لفظی مطلب ہے ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنا اور باندھنا اور کسی کا حال درست اور ٹھیک کرنا اور زور و غلبہ سے کسی کو کام پر لگانا۔ یہ لفظ بلندی اور اونچائی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں نخلتہ جبار۔ یعنی العیی اونچی کھجور جس کی بلندی تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچ سکے۔ لفظ جبار میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی بہت ہی درستی فرمانے والا اور بہت ہی بلند و بالا یہ معنی مکمل طور پر ذات پاک خدائے قدوس کیلئے ہے اور حقیقت و کمال کے اعتبار سے اسی میں منحصر ہے کیونکہ ہر قسم کی شکستگی کو جوڑنے والا وہی ہے۔ صلاح و درستی کرنے والا بھی وہی ہے اہل زمانہ کے خراب حالات کو بہتر کرنے والا بھی وہی ہے۔ اسی طرح تمام موجودات اس کی مشیت کے غلبہ و فرمان کے نیچے ہیں۔ کسی کو بھی اس کے خلاف کرنے کی مجال نہیں۔ چاہئے کہ بندہ ہمیشہ ذات جبار جل شانہ کے حضور شکستہ دل اور نیازمند رہے اور اس کی جناب میں اس بات کا ملتجی رہے کہ اس کی ہر طرح کی شکستگی میں بہتری اور اچھائی رہے اور اس کا حال صلاح و بہتری کی طرف رخ کرے اور اس کے تشریعی و ارادی اوامر و احکام میں بجا آوری کرے اور ان کے آگے اپنا سر تسلیم خم کرے اور اپنی قوت و

طاقت سے اظہار بیزاری کرے۔ اپنی تدبیر و اختیار کو ترک کردے تاکہ عبادت اور عبودیت کی صفت سے موصوف ہو جائے۔ اس اسم سے بندے کے موصوف ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ بندہ اپنے نقائص نفس کی شکستگی کو کمال کی تحصیل اور فضائل کی تکمیل سے جوڑے اور پر کرے اور مقام اصلاح میں بیٹھ کر وہ دلوں کے حالات کے صحن کو ہر قسم کے فساد سے پاک کردے اور اپنے نفس سرکش پر مسلط اور غالب ہو جائے اور اسے ہمیشہ تقویٰ اختیار کرنے اور طاعات کی پابندی کرنے پر آمادہ کرتا رہے۔ اسی طرح مخلوق خدا کی ہر طرح کی کمی پوری کرے۔ ان کے حالات کی اصلاح کرے شکستہ دلوں کا دستگیر بنے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے امور شریعت کے جاری کرنے میں غالب ہو۔ اس سارے میں کوشش سے کام لے اور ہمت بلند رکھے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ بندوں میں سے جبار وہ ہے کہ اتباع کے درجہ سے ترقی کرکے دوسروں کو اپنا تابع بنائے اور سب سے بڑا رتبہ حاصل کرے۔ حتیٰ کہ لوگوں کو اپنی ہیئت وصورت سے اپنی عادت و سیرت کے مطابق چلنے پر مجبور کرے۔ غرض وہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور خود چنداں فائدہ نہ اٹھائے۔ لوگوں کا فائدہ مقدم سمجھے۔ اپنے فائدے کی حرص نہ کرے۔ لوگوں کو اپنا مطیع بنائے۔ خود کسی کی اطاعت نہ کرے۔ جو شخص اس کی زیارت کرے وہ اس کے دیدار میں ایسا محو ہو کہ اپنے آپ کو بھول جائے۔ اس کا ایسا شوق ہو کہ خود اپنی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے اور کوئی شخص اس کو دھوکا دینے اور اپنا تابع بنانے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس وصف سے خاص سید البشر علیہ ﷺ بہرہ ور ہوئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ''لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ وَاَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ '' (یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو میرے تابع ہوئے بغیر چارہ نہ ہوتا)۔ اور میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور میرے لئے یہ بات باعث فخر نہیں۔''

اَلْمُتَكَبِّرُ

یَامُتَکَبِّرُ (اے بڑائی والے)☆ اعداد: 662 - خاصیت: جلالی

کبر یعنی عظمت اور برتری صرف پروردگار کی ذات کو زیب دیتی ہے کیونکہ وہ حقیقت میں بڑا ہے۔مخلوق میں سے کوئی بڑا نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے جوڑ کا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی متکبر ہے کیونکہ فی الواقع بڑائی اسی کیلئے ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے مقابلے میں کم حیثیت رکھتی ہے۔اس لئے اسی ذات کو بڑا ماننا چاہئے۔

متکبر وہ ہے جو اپنے مقابلہ میں سب کو حقیر سمجھتا ہو اور بزرگی وعظمت کا حقدار صرف اپنے آپ کو جانتا ہو۔اس لئے دوسروں کو غلاموں کی حیثیت سے دیکھتا ہو۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو وہ تکبر حق اور اس کا فاعل متکبر برحق ہوگا اور یہ بات علی الاطلاق خاص خدا کیلئے متصور ہے۔

اگر وہ تکبر اور استعظام باطل ہو اور اس متکبر کو فی الحقیقت امتیازی عظمت جو اس کے زعم میں ہے حاصل نہ ہو تو اس کا تکبر بے جا اور مذموم ہوگا۔خدا کے سوا جو شخص خاص اپنے آپ کو عظمت و بزرگی کا مستحق قرار دے اس کا قیاس غلط اور اس کی نظر باطل ہے۔

تکبر و استکبار کا معنی ہے اپنی بڑائی ظاہر کرنا اور سرکشی دکھلانا۔لفظ کبریا کا معنی ہے بزرگی اور بڑائی۔یہاں اسم متکبر سے بڑائی اور بزرگی میں مبالغہ اور کمال مراد ہے کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے سوا اس طرح کی بڑائی و بزرگی کی مستحق نہیں کبیر علی الاطلاق وہی ہے بندہ جب حق تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی بلندی شان کو پہچان لیتا ہے تو اسے چاہئے کہ دل کو اس کی کبریائی میں مستغرق رکھے۔تواضع و تذلل کا طریقہ

اپنائے۔ اس کی بندگی میں اپنی گردن نرم رکھے۔ اس کے اوامر و احکام سے سرتابی نہ کرے۔ اس اسم سے بندے کے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ تمام چیزوں کو جو کہ اس کی جناب قدس کے وصول اور وصول کے اسباب کے علاوہ ہیں جیسے دنیا کی خواہشات بلکہ آخرت کی لذیذ چیزیں، ان سب کو چھوٹی اور حقیر جانے اور دنیا و اہل دنیا اور دنیا کی زینت و زیبائش کی چیزوں کی طرف نہ جھکے بلکہ انسانیت کی بلندی شان اور دین کے مرتبے کی رفعت کا لحاظ کرتے ہوئے دنیا کی بے حقیقت اور پست چیزوں پر قدم نہ رکھے۔ اپنی ذات کو عظیم جانتے ہوئے اپنے نفس کو اپنی عظمت و تکبر میں مبتلا نہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○

(پ 28 حشر 23)

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، بادشاہ ہے، قدوس ہے، سلام ہے، امان دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، غالب ہے جبار ہے، کبریائی والا ہے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

امام بونی کا قول ہے کہ متکبر کا مطلب اپنی ذات کے سامنے ہر چیز کو حقیر دیکھنا ہے اور اپنی ہی ذات کیلئے کبریائی کو مخصوص کرنا ہے اور غیر کی طرف ایسے دیکھے جیسے بادشاہ غلاموں کو دیکھتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کے سوا جو کوئی اپنے لئے کبریائی کا خیال کرے وہ جاہل و گمراہ ہے کیونکہ متکبر مطلق صرف پروردگار ہے۔ (شمس المعارف) معلوم ہوا کہ اصل عظمت اللہ تعالیٰ کی ہے اور جو اس کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے اس صفت یعنی یَا مُتَكَبِّرُ سے پکارے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنا بندہ بنا لے گا۔

اَلْخَالِقُ

یَا خَالِقُ (اے پیدا کرنے والے) ☆ اعداد: 731- تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے یعنی جب کوئی چیز نہ تھی بلکہ صرف اس کی ذات تھی تو اس نے زمین و آسمان، جنت، دوزخ، عرش، کرسی، گویا کہ کائنات کی ہر چیز کی تخلیق کی۔ اس لئے اسے خالق کہا جاتا ہے۔ انسان جو تخلیق کرتا ہے یا کررہا ہے اس کی اصل اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ ہی کی بنائی ہوئی چیزوں کو مزید بناتے اور سنوارتے ہیں۔ اس چیز کو عدم سے نہیں بنا سکتے۔ عدم سے (یعنی جب کچھ بھی نہ ہو تو اصل چیز) پیدا کرنا صرف خدا ہی کا اختیار ہے۔ اس لئے صحیح معنوں میں ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

(پ 1 بقرہ 29)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے سب کچھ پیدا کیا ہے جو زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں سات آسمانوں میں استوار کردیا اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (پ 8 اعراف 54)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ گر ہوگیا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ (پ 14 حجر 86)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب وہی ہے جو خالق ہے علیم ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝ (پ 17 انبیاء 33)

ترجمہ: اور وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے۔ یہ تمام اپنے مداروں میں گھوم رہے ہیں۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۝ؕ (پ 18 مومنون 14)

ترجمہ: پس اللہ بڑی برکت والا ہے جو بہترین خالقوں میں سے ہے۔

یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

(پ 18 نور 45)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ (پ 21 روم 54)

ترجمہ: جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علیم قدرت والا ہے۔

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔبَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ (پ 23 یٰسین 81)

ترجمہ: کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان جیسے اور پیدا کردے ہاں اور وہی خالق علم والا ہے۔

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ۝ۙ (پ 23 الصّٰفٰت 125)

ترجمہ: کیا تم بعل بت کی پوجا کرتے ہو اور بہترین خالق کو چھوڑتے ہو۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ۝ (پ 24 زمر 62)

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کا مختار ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ٘ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○
(پ 24 مؤمن 62)

ترجمہ: وہی اللہ تمہارا رب ہے وہ تمام اشیاء کا خالق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں سرگرداں پھرتے ہو۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ○ۙ (پ25 زخرف 9)

ترجمہ: اور اگر وہ آپ سے پوچھیں آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ ان کو عزت والے علم والے نے تخلیق کیا ہے۔

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ○ۙ (پ25 زخرف 12)

ترجمہ: اور اس نے ہر طرح کی مخلوق کے جوڑے پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیوں اور چوپایوں کو سواریاں بنایا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ○ۙ (پ29 ملک 2)

ترجمہ: اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور وہ غلبے والا بخشنے والا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے فرمایا ہے کہ پیدا کرنے سے پہلے کسی چیز کے خاکے اور ڈھانچے کا اندازہ کرنا خلق ہے اور برء کا معنی ایجاد کرنا اور پیدا کرنا ہے۔ تصور کا معنی صورت بنانا اور کسی شے کو شکل اور ہیئت عطا کرنا ہے۔ ہر چیز جو عدم سے وجود میں آتی ہے اولاً اس کی محتاج ہوتی ہے کہ اس کا اندازہ کیا جائے۔ اس کے بعد وہ پیدا کرنے کی محتاج ہے۔ اس کے بعد اس امر کی محتاج ہوتی ہے کہ اسے کوئی صورت عطا کی جائے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک عمارت ہو۔ پہلے اس کے خاکے

کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ وجود میں آتی ہے۔ پھر ایک صورت اختیار کرتی ہے۔ اگر چہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے کسی چیز کو پیدا کرنے میں یہ تینوں حالتیں بیک وقت موجود ہوتی ہیں۔ مگر ایک کا رتبہ دوسرے سے مقدم ہے یعنی پہلے شے کا اندازہ پھر اسے پیدا کرنا اور پھر صورت عطا کرنا۔ جو کچھ عالم علوی اور سفلی میں عرش سے زمین کے نیچے تک ہے پیدا ہو چکا ہے یا پیدا ہوگا۔ ملک وملکوت میں اس کا ظہور ہو چکا ہے یا ہوگا۔ سب اللہ تعالیٰ کی خلق اس کی تقدیر اس کی ایجاد اور اس کی تصویر کشی ہے۔ سب چیزوں کا پیدا فرمانے والا وہی تعالیٰ شانہ ہے جس نے محکم ترتیب بہترین صورت پر حکمتوں و مصلحتوں سے لبریز کر کے اشیاء کو پیدا کیا اور ہر چیز کو مناسب ترتیب کے مطابق پیدا فرمایا چنانچہ فرمایا (فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ) بہت برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر پیدا کرنیوالا ہے۔ بندے کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی جس چیز پر بھی نگاہ ڈالے اس سے اس کے پیدا کرنے والے کی یاد دل میں لائے اور جس صورت کو بھی دیکھے اس سے تصویر بنانے والے کا مشاہدہ کرے اور ہمیشہ بیدار چوکس اور عبرت ونصیحت کی آنکھ سے اشیاء کو دیکھے۔ ان صفات سے بندے کے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندے میں یہ صفتیں بطور مجاز پائی جاتی ہیں کیونکہ حقیقتاً تمام اشیاء کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ انسان کو قصد وافعال میں اعضاء کو حرکت میں لانے کی قوت دی گئی ہے۔ جن سے وہ کمالات و طاعات کا کسب و اکتساب کرتا ہے۔ نیز اپنی ذات میں جسمانی و روحانی چیزوں کی صورتوں کو حاصل کرتا اور حضور وتوجہ قلبی سے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اس کی حکمتوں اور اس کے اسرار و رموز کے جھونکوں سے سرشار ہوتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ بندے کا ان اسماء سے موصوف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت عبادت کی ذمہ داریوں سے فراغت پائے تو اپنی معیشت اور روزی کیلئے بھی کچھ نہ کچھ کسب و کار کرے خصوصاً ایسا کام جس کا اثر اس کی موت کے بعد بھی باقی رہے تاکہ اس کا

فیض تادیر لوگوں کو پہنچتا رہے۔

شمس المعارف میں لکھا ہے کہ خالق نام ہے اس صانع کا جو ہمیشہ پیدا کررہا ہے۔ اس کا کوئی لمحہ خالی نہیں ہے۔ خلق کے معنی ابواع کے اور ابداع بغیر مثال اور نمونہ پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ عالم ملک وملکوت ہی اختراع ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عالم اسرار اور علوی ہی عالم رتق ہے اور عالم غیب وسفلی عالم فتق ہے اور یہ سب اسماء اسرار الٰہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف:۵۴)

خبردار خلق اور امر اسی کیلئے یہ اسم بہت بڑا ذکر ہے۔ اس کا ذکر مخلوقات کے اصول مبادی میں غور کرکے مقام کشف حاصل کرتا ہے اور ترقی کرتے ہوئے اس کے قلب میں سب حالات آجاتے ہیں۔ اس کے بعد ترتیب، روحانیات اور ان کی غایت ترتیب کا راز ظاہر ہوتا ہے اور یہ ذاکر زمین وآسمان کی ہر چیز معلوم کرلیتا ہے۔ اور وہ مراتب عالی پاتا ہے جو نفس کیلئے مراتب ثابت ہیں۔ نفس کے اندر اور قلب کے مطابق یہ دنیا صورت معلوم ہے اور علم الٰہی وعلویات اپنے وجود کے موافق موجود ہیں اور ان کا وجود ہی حصول کا سبب ہے۔ اللہ کے ملنے سے یہ سب مل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان پیدا کرکے ان کو نورانی حجاب اور حالات کرامات سے نوازا ہے اور ساتوں زمینوں کو پیدا کرکے اپنی نعمتوں کا خزانہ بنایا۔ جس طرح علویات کے چار مراکز ہیں اس طرح سفلیات بھی چار ہیں۔ علویات کا پہلا مرکز عقل ہے جو مدارک عقول ہے۔ دوسرا مرکز روح جو مدارک نفوس ہے۔ تیسرا مرکز قلب جو مدارک قلوب ہے۔ چوتھا مرکز کرسی ہے جو وسیع ہے۔ اسی طرح زمینوں میں اپنے خزانے اور جہنم کے طبقات اور اپنی رحمت کے ظلمانی حجاب رکھے ہیں۔ نیز ہر زمین کو گنہگاروں کیلئے ایک طرح کے عذاب کا حامل بنایا ہے۔

اَلْبَارِئُ

یَابَارِئُ (اے وجود میں لانے والے)

عدد: 213-تاثیر: جلالی

باری کا لفظ عربی زبان کے لفظ بَرَ سے بنا ہے جس کا مطلب کسی چیز کو وجود میں لے آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو بنانے کا منصوبہ بناتا ہے اس کے بعد اسے اپنے منصوبے کے مطابق کتم عدم سے وجود میں لے آتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ باری کہلاتا ہے۔ بَرَ کا اصل مطلب جدا کرنا، چاک کرنا، پھاڑ کر الگ کرنا بھی ہے چونکہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو وجود میں لاتے وقت اپنی طاقت سے چیز کو بنا ڈالتا ہے اس لئے وہ باری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰىؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۠

(پ28 حشر 24)

ترجمہ: وہی اللہ سب کا خالق ہے ہر چیز کو ایجاد کر کے اسے صورت دینے والا ہے۔ اچھے نام سب اسی کے ہیں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔

خدا کے پیدا کردہ مختلف عناصر کائنات میں بعض کو ایک دوسرے کے ساتھ ایک خاص توازن یا تناسب کے ساتھ اس طرح ملانا کہ اس سے ایک نئی چیز وجود میں آ جائے۔ قدرت کے اس ''کُنْ فَیَکُوْنَ'' والے عمل میں ایک مرحلہ باری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب مادی مخلوق کو بنایا تو اس کیلئے مادہ بھی خود ہی بنایا اور جب

غیر مادی مخلوق کو بنایا تو اس کیلئے ارواح بھی خود ہی بنائیں۔ اس لئے انسان کا اپنا وجود اور اس کے اردگرد کائنات کی بے شمار مخلوق اللہ تعالیٰ کی صفت باری ہی کی مظہر ہے۔ اس لئے بعض اہل علم نے تخلیق ارواح کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کو باری کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت کے اظہار میں تمام طاقت کا مالک خود ہی ہے۔

اسماء الحسنیٰ غزالی میں لکھا ہے کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ پہلے تقدیر کی محتاج ہے۔ پھر تقدیر کے موافق ایجاد کی۔ اس کے بعد تصویر کی اور اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے کہ وہ ایک شے کی تقدیر کرتا ہے، اس کا خالق ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ اس کا اختراع کرتا ہے اس کا باری ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ مخترعات کی صورتوں کو باہم عمدہ ترتیب دیتا ہے، مصور ہے۔

مثلاً ایک عمارت کا بنانا منظور ہو تو پہلا کام انجینئر کا ہوگا جو اس عمارت کی نوعیت وصورت تجویز کر کے ایک نقشہ تیار کرتا ہے اور اس پر اینٹ، پتھر، چونہ، لکڑی وغیرہ صرف ہونے والے مصالح کی مقدار کا اندازہ لگا کر اس کے اخراجات کا تخمینہ کرتا ہے۔ اس کے بعد معمار کا کام شروع ہوتا ہے جو اس نقشہ کے موافق عمارت کی بنیاد ڈالتا ہے اور مصالحہ کی تجویز کردہ مقدار کے اندر اندر پوری عمارت بنا کر کھڑی کرتا ہے۔ ابھی تک وہ عمارت غیر مکمل اور ناقابل سکونت ہوتی ہے کہ ایک تیسرے صناع یعنی مصور کے ہاتھ سے وہ ایک شاندار قصر اور شاہی ایوان بن جاتی ہے۔

یہ تو انسانی کاموں کی مثال تھی۔ خدا کا کام اس سے برتر ہے۔ وہ خود ہی اندازہ قائم کرتا ہے خود ہی بناتا ہے اور خود ہی اس کی ظاہری صورت کو آراستہ کرتا ہے یا یوں کہو کہ وہی خالق وہی باری اور وہی مصور ہے۔

مثال کے طور پر انسان کو لو۔ جو اس کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ اس وجود کیلئے سب سے پہلے ایک مجسمہ ضروری تھا جس کو انسانی صفات سے متصف کیا جاسکے۔ یہ مجسمہ مٹی اور پانی دونوں کی ترکیب سے تیار ہونا ضروری تھا کیونکہ

صرف مٹی ایک خشک اور ٹھوس چیز ہے جس میں نرمی اور لچک نہیں ہے اور صرف پانی ایک تر اور سیال شے ہے جو قائم پکڑنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں خشک اور تر چیزوں، کا مرکب اور معتدل مادہ اس مجسمہ کیلئے مناسب تھا۔ اس کے بعد آگ کا جز بھی ان میں شامل ہونا بہتر تھا جس سے مٹی اور پانی کا قوام مستحکم ہو جائے۔ اس کے بعد ضروری تھا کہ اس پانی مٹی کی خاص مقدار معین ہو کیونکہ اگر تھوڑی سی مقدار ہو تو اس مجسمہ سے انسانی افعال سرزد نہیں ہو سکتے اور ضعف و ہلاکت سے اس کا وہی حال ہو جو کیڑے مکوڑے کا ہوتا ہے۔ اتنی بڑی مقدار بھی فضول تھی کہ یہ مجسمہ پہاڑوں اور ٹیلوں کے برابر بن جاتا کیونکہ اتنے بڑے قدر اور جسامت کی کوئی حاجت نہ تھی۔ یہ ساری باتیں اندازہ اور تجویز ہیں۔ جن کو دوسرے لفظوں میں تقدیر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان امور کی تقدیر اور تقدیر کے موافق ایجاد کرنے کے لحاظ سے خالق ہے اور محض ایجاد کرنے اور عدم سے وجود میں لانے کے لحاظ سے باری ہے۔ محض ایجاد اور چیز ہے اور ایجاد بوفق تقدیر اور چیز۔

اَلْخَالِقُ اور اَلْبَارِئُ میں بندہ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ مگر بمجاز بعید، جس کی توجیہہ یہ ہے کہ خلق اور ایجاد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنی قدرت کو اپنے علم کے مطابق کام میں لایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے بندہ کیلئے علم اور قدرت پیدا کی ہے اور اس کو اپنی تقدیر اور علم کے موافق مقدرات کے حاصل کرنے کا موقع میسر ہے اور امور موجودہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جن کا حصول ہرگز بندوں کی قدرت میں نہیں ہے جیسے آسمان، ستارے، زمین، حیوانات اور نباتات وغیرہ۔ دوسرے وہ جن کا حصول صرف بندوں کی قدرت سے وابستہ ہے اور یہ وہ ہیں جو اعمال عباد کہلاتے ہیں۔ جیسے صناعات، سیاسات، عبادات، اور مجاہدات۔ چنانچہ بندہ ریاضتوں کے ساتھ اپنے نفس کے مجاہدہ میں اور اپنی مخلوق کی سیاست میں ایسے مدارج پر پہنچ جائے جن میں وہ ایسے امور کے استنباط کا امتیاز حاصل کرلے جن کو پہلے کسی نے استنباط نہ کیا ہو اور ساتھ ہی

وہ ان کے کرنے اور ان کی ترغیب دینے پر قادر بھی ہو تو اس کو اس چیز کا مخترع کہا جائے گا جس کا پہلے وجود نہ ہو۔ چنانچہ شطرنج وضع کرنے والے کے حق میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس کا واضع اور مخترع ہے کیونکہ اس نے ایک ایسی چیز وضع کی ہے جو پہلے کسی نے نہ کی تھی۔ ہاں اتنی بات ہے کہ اگر اس نے کوئی ایسی چیز وضع کی جس میں کوئی نیکی نہیں ہے تو وہ مدح وستائش کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح ریاضات، مجاہدات، سیاسات اور صناعات میں جو نیکیوں کا سرچشمہ ہیں، صور اور ترتیبات ملحوظ ہیں جن کو لوگ ایک دوسرے سے سیکھ لیتے ہیں۔ اور پہلے استنباط کرنے والی کی طرف ترقی کرتے ہیں۔ گویا یہ واضع ان صور کا مخترع اور خالق ہے حتیٰ کہ اس پر یہ اسم مجازاً اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

شمس المعارف میں ہے کہ اسم باری اسم خالق ایک ہی ذات کے نام ہیں جس نے مٹی سے کچھ پیدا کیا جس پر یہ آیت دلیل ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ تراب کو اہل عرب ثری البریہ کہتے ہیں۔ ثری کے معنی مٹی اور بریہ کے معنی مخلوق۔ لیکن ان اسماء میں تھوڑا سا فرق ہے یہ اسمائے مترادفہ بھی نہیں ہیں جب کہ فرمایا لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا یاد رہے ایجاد اور ابداع کا لفظ ذوات مکنونات کو قدم سے وجود میں لانے پر کہا جاتا ہے اور اسم خالق ہر مخلوق پر شامل و حاوی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عقل پیدا کر کے اسے علم اول میں رکھا۔ پھر دنیا کو لطیف خاکہ میں رکھ کر عالم ظہور میں منتقل کیا۔ یہ تینوں باطنی پیدائش میں عالم ترکیب میں ہیں پھر ان کے اجسام پیدا کئے۔ اجسام کو قوالب میں ڈھالا اور پیدا کر کے ان پر مہر لگا دی کہ ایک فریق جنت میں ایک فریق دوزخ میں اور دوزخی ہی اصحاب شمال ہیں حالانکہ شکل حرکت اور سکون سبھی ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبائن دراصل علویات میں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جو نفس قالب نورانی میں صاف اور شفاف نکلا وہ مطمئنہ کہلایا جو قالب ظلمت میں سرکش ہوا وہ امارہ کہلایا اور جو قالب نورانی میں جلوہ ریز ہوا وہ

لوّامہ کہلایا۔

بعض لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی طرح بنائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شہوات میں بندروں اور سوروں کی طرح ڈوبے ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل مسخ کردیئے ہیں جن سے مہر کرنا مراد ہے جیسا اس آیت میں ہے:

اُوْلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور عام انسانوں سے خطاب قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا پتھر اور لوہے سے مراد ان کی سخت قلبی ہے جو نفس کی خواہش میں گرفتار ہیں جب کلام الٰہی کو انہوں نے سن کر قبول نہ کیا تو وہ مسخ ہوگئے۔

جیسا فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اور ظاہر ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یہی باطنی پیدائش اور یہی اسم باری کے معنی ہیں اور اسی باعث نفوس کی بابت فرمایا ہے: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ ط

اہل سعادت کی ارواح کی سر بسط میں اہل شقاوت کی ارواح سر قبض میں پیدا کی گئی ہیں۔ اہل سعادت کے دل قالب ایمان ہیں اور اہل شقاوت کے دل کفر کے سانچہ میں ڈھالے گئے ہیں۔ اہل سعادت کے اجسام خدمت کیلئے اور اہل کفر کے اجسام شقاوت کیلئے ہیں۔ جو شخص اہل سعادت کے موافق رہا وہ علیین ہوگا اور جس شخص نے شقاوت، پر سبقت کی وہ اسفل السافلین میں رہ کر غضب الٰہی میں داخل رہے گا۔ اہل سعادت کیلئے ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ اور اہل غضب کیلئے فرمایا ہے وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا قوت بشری میں قوت ترکیب جسمانی و ترکیب روحانی دونوں ہیں۔ ذاتی سعادت و شقاوت وغیرہ سے ہر انسان اس کا ادراک نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ یہی توفیق دیتا ہے۔

اَلْمُصَوِّرُ

یَامُصَوِّرُ (اے صورت بنانے والے)

اعداد: 336 --- تاثیر: جلالی

المصور کا مطلب بنیادی طور پر صورت بنانے والا ہے چونکہ اس نے تمام موجودات کی تصویریں بنائی ہیں۔ ہر چیز کو خاص صورت علیحدہ و شناخت اور حقیقت عطا کی ہے اور اسے ایک خاص ساخت دی ہے۔ اس لحاظ سے وہ مصور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں اور اربوں انسان بنائے ہیں اور ہر انسان کے چہرے کے نقش و نگار ایک دوسرے سے منفرد ہیں۔ انہیں تمیز اور شناخت کیلئے جداگانہ صورت اور شخصیت عطا فرمائی ہے۔ یہ اسی مصور لایزال کا کمال ہے۔

قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ:

هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 3 آلِ عمران 6)

ترجمہ: وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورت بنا دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو غالب حکمت والا ہے۔

شرح اسماء الحسنٰی میں لکھا ہے کہ اللہ المصور وہ ہے کہ جو اپنی مرضی اور مشیت کے ساتھ جس طرح کی بھی چاہتا ہے صورت سازی فرماتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں "هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں "يُصَوِّرُ" تصویر بنانے کے کام کیلئے ہے اور صورت وہ ہے جس سے کسی چیز کے عین کا نقش ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ دوسری اشیاء سے الگ ہوتی ہے اور پھر یہ دو طرح پر ہے۔ ایک محسوس

جسے خاص و عام بلکہ حیوان بھی پہچان سکتے ہیں اور دوسرے معقول جسے صرف خواص ہی پہچان سکتے ہیں۔ جیسے وہ صورت جس سے انسان مخصوص ہے، یعنی عقل اور رویہ اور وہ معانی جن سے ایک شے دوسری سے مخصوص ہوتی ہے اور امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے انسان کی صورت بنانے کا ذکر ہوتا ہے وہاں یہ دونوں صورتیں مراد ہوتی ہیں۔

ایسے ہی حدیث پاک میں بیان ہوا ہے کہ ''اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ '' اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ اس حدیث میں بقول امام راغب وہ صورت مراد ہے جس سے انسان مخصوص ہے یعنی وہ ہئیت جس کا ادراک آنکھ اور عقل سے ہوتا ہے اور جس سے انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت ہے اور صورت کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی صورت ہے بلکہ علی سبیل الملک ہے۔ یعنی اس کی ملک ہونے کے لحاظ ہے۔

اسماء الحسنیٰ امام غزالی میں لکھا ہے کہ اسم مصور خدا پر اس حیثیت سے صادق آتا ہے کہ اس نے تمام اشیاء کی صورتوں کو نہایت خوبی سے مرتب کیا ہے اور ان کو اچھی صورت پر بنایا ہے اور یہ اوصاف فعل سے ہے۔ اس کی حقیقت وہی شخص جان سکتا ہے جو تمام عالم صورت کو پہلے بالا جمال اور پھر بالتفصیل جانتا ہو کیونکہ تمام عالم ایک شخص کا حکم رکھتا ہے جو باہم ایک دوسرے کو کسی غرض مطلوب پر مدد دینے والے اعضاء سے مرکب ہو۔ اس کے اعضا و اجزاء آسمان اور ستارے اور زمین اور ان کے مابین کی اشیاء مثلاً پانی اور ہوا وغیرہ ہیں۔ اس کے اجزاء ایسی محکم ترتیب سے مرتب ہیں کہ اگر اس ترتیب میں تغیر آ جائے تو نظام میں خلل آ جائے۔ اس لئے جو جزو اوپر رہنا چاہئے وہ بالائی سمت سے مخصوص ہے۔ اور جو نیچے وہ نا مناسب ہے وہ زیرین سمت سے خاص ہے۔ جیسے کہ معمار دیواروں کی بناد میں پتھر اور ان کے بالائی حصے پر لکڑی رکھتا ہے۔ نہ اتفاقاً بلکہ اس کے نزدیک یہ ترتیب مکان کی مضبوطی کیلئے

ضروریات سے ہے۔ اگر اس ترتیب کے خلاف پتھر کو اوپر اور لکڑی کو نیچے رکھا جائے تو عمارت ضرور منہدم ہو جاتی ہے اور ہیئت ہرگز قائم نہ ہوسکتی۔ اسی پر ہم کرہ ارض و کرہ ماوغیرہ کا نیچے ہونا اور ستاروں کا اوپر ہونا قیاس کر سکتے ہیں۔

اگر تھوڑے سے اجزائے عالم کا ذکر اور ان کی ترتیب کی حکمت بیان کرنے لگیں تو ایک دفتر ہو جائے گا۔ اس تفصیل کا جتنا کسی کو علم ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ مصور کے معنی سے واقف ہوگا۔ یہ ترتیب وتصوری اجزائے عالم میں سے ہر جزو میں موجود ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹا سا ہی ہو۔ یہاں تک کہ چیونٹی اور کیڑے میں بلکہ چیونٹی اور کیڑے کے ہر عضو میں موجود ہے۔ ہر ایک جاندار کا ایک چھوٹا سا عضو آنکھ ہے۔ اگر اس کی صورت کی تفصیل لکھیں، کلام ختم نہ ہوگا۔ جو شخص آنکھ کے طبعات ان کی ہئییت، شکل، مقدار، رنگ اور ان کی وجہ حکمت سے واقف نہیں وہ ان کی صورت سے واقف نہیں۔ اور نہ ان کے مصور سے واقف ہے۔ صرف نام ہی نام جانتا ہے۔ یہی حال ہر حیوان و نبات کی صورت بلکہ ان کے ہر جز کی صورت کا ہے۔

اسم مصور کے بارے میں شمس المعارف میں لکھا ہے کہ ہر چیز کا مصور وہی ہوتا ہے جو اس کی تصویر کھینچے اور غیر سے اس کو تمیز دے اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مصور ہے۔ خلق کے معنی ایجاد اور تصویر کے معنی تشکیل اور اختصاص نوعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ'' اس سے قدرت کا اظہار اول ہے۔ جو عالم رتق ہے۔ اور فرمایا ''ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ'' عطف مہلت پر ہے کیونکہ یوم ایجاد یوم ابراز کے درمیان جو وقت گزرا اس کا اندازہ بجز اللہ کے کسی اور کو نہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ

اس سے مراد ایجاد قدرت ہے۔ ''فَسَوّٰىكَ'' سے مراد باطن ہے۔ جو محل تسویہ و تبدیل ہے۔ یوم ثانی یوم ثالث میں طور ثالث ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

''فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ط''

اسی سے مصورات کا راز واضح ہے۔ ارواح حق کی اشکال ہیں۔ اور شکلیں ہی روح کی صورت ہے اور روح دراصل اللہ کا حکم ہے۔ تعمیل حکم ہی زندگی کا راز ہے اور سرمایا ہے۔

صورتوں کی اقسام: صورتیں دو قسم کی ہیں: ایک تو ظاہری ہیں دوسری باطنی۔ ظاہری وہ جس سے شکل کا اظہار ہوا اور باطنی وہ جو بصیرت کی آنکھ سے ادراک کی گئی۔

عالم اسماء افلاک وجود اور صورت باطنی دراصل فطرت سے عبارت ہے اور فطرت اسماء و افعال کے درمیان برزخیں ہیں۔ حقائق اور افعال کا احاطہ وجود سے ظاہر ہوا ہے اور وہ دائی شہور میں ہے۔ جو مبدأ اوّل کا کشف کرنے والا ہے اور منتہیٰ مالی ہے۔ یہی روح کا راز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ موجودات کو اپنے اسماء اور افعال سے متفرق طور پر پیدا کیا ہے اور اجمالی و تفصیلی طور سے فطرت زوجیت کے ساتھ یوم ازل میں ودیعت کیا اسی لئے سب اس کی طرف متوجہ اور اس کی معرفت کے مشتاق ہیں۔ اس کے احکامات وہ بجالاتے ہیں جس پر ملکوت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں اور وہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا:

"وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ۔"

جسم میں روح باقی رہتی ہے: اس آیت میں تین معنی ہیں۔ ایک تو جسم میں روح باقی رکھنا، دوسرے معنی صور پھونکنے پر آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے کا ظہور اور تیسرے معنی عالم جسمی اور معنوی میں مردوں کا زندہ ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال ان ہی تین باتوں پر محمول تھا۔ "فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ" یہ حکم اسمائے ذات و اسمائے صفات اور اسمائے معانی کی وضاحت کر رہا ہے کہ ایک پہاڑ پر ان میں سے ایک ایک حصہ رکھ دے۔

پہاڑوں سے رواسخ و اصول مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے دن ایک حصہ جبل الذر پر کھا اور دوسرے حصہ جبل فطرت پر یوم تصویری میں اور تیسرا حصہ یوم برزخ پر اور چوتھا جبل یوم البعث پر ''یَاْتِیْنَکَ سَعْیاً وَّاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب فطرت کا راز مشاہدہ کیا تو تمام عالم کو انہیں طور سے مرکب پایا۔ اور ان ہی اسماء کی برکت سے دنیا کو قائم دیکھا اور ان کو حق الیقین حاصل ہوا۔ بعد اللہ تعالیٰ کے ملکوت کے عجائب دیکھے جب کہ ارشاد ہے ''وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔'' انسانی اور فطری صورت ہی حقائق شہود اور اسرار وجود ہیں۔ اسمائے ذات کے کمالِ معارف کا مقام حضرت ابراہیم کو حاصل تھا۔

کچھ ستارے روشن اور بعض روشن نہیں ہیں۔ وہ لوگ جن پر اسمائے الٰہی نے تجلی کی ہے روشن ستاروں کی طرح ہیں مگر ان میں بھی مختلف درجے ہیں۔ کوئی ستارہ زیادہ روشن ہے جس سے لوگ راستہ پاتے ہیں اور کوئی چھوٹا اور کم روشنی والا ہے۔ یہی فرق لوگوں کے درجات میں ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے پہلے گروہ کے چہرے مثل آفتاب روشن ہوں گے، ان کے چہرے کا نور حسب اعمال اور ایمان ہوگا۔

صورت کی تجلی: صورتوں کی تجلی دارین میں باقی اور دونوں جہان میں قائم رہتی ہے۔ اسی باعث فطرت نے حقائق اسماء کو اجمال اور تفصیل سے انسان میں ودیعت کیا ہے۔ تم جنت کو نہیں دیکھتے کہ وہ بھی اسم خائق کو ظاہر کرتی ہے کہ جنت کی نعمتوں کی انتہاء نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جنت ایک بازار ہے جس میں حسین و جمیل صورتیں ہیں جو شخص ان میں سے جو صورت پسند کرے وہ اس کو مل جاتی ہے اور چونکہ فطرت الٰہی قوالب اسمائے میں ودیعت ہے اسی لئے بقالازم ہوئی ہے۔

نشاۃ عالم میں چار پیدائش ہیں۔ پہلی نشاۃ ازل ہے اور یہی باطمنہ العمی ہے،

دوسری نشاۃ ابد ہے جو باطن فطرت البتہ نشاۃ جومی سے متصل ہے۔ اس کا تذکرہ آیت میں ہے "اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْئًا" (مریم : ٦٧)

یہی عالم صغیر ہے جسے انسان کہتے ہیں جس کیلئے کائنات پیدا کی گئی ہے۔ اور یہی حق معلوم کا نتیجہ ہے۔ اور یہی روح عالم متحرک ہیں۔ ہر فرقہ اپنے حال کے نقش خوب جانتا ہے۔ یہ اشارہ ہے مومنوں کیلئے خواہش اور کافر کیلئے بدبختی اور دوزخ کا نشاء ابد حقیقتہ الٰہیہ ہے۔ اور یہی اس کا فرمان ہے "لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْكُوْرًا"

تیسری نشاۃ سرمدیہ اور وہی حقیقت فی الذر ہے جو اس فرمان میں ہے "اَلَسْتُ بَلٰی"

چوتھی نشاۃ کا یہ فرمان ہے "نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ" اور هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ

اسم مصور سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ اس کے نفس میں تمام وجود کی صورت بہ ترتیبہ حاصل ہوتی کہ وہ تمام ہیئت عالم کو محیط ہو۔ گویا کہ تمام عالم اس کے زیر نظر رہے۔ پھر تمام پر تفصیلی غور کرے۔ چنانچہ انسانی صورت کے بدن اور اعضائے جسمانی کا حال معلوم کرے۔ ان کے انواع، عدد، ترکیب اور انسان کی آفرینش و ترکیب کی حکمت کو سمجھے۔ پھر اس کی معنوی صفات اور معانی شریفہ کو معلوم کرے جن سے اس کے ادرکات اور ارادے وابستہ ہیں اور اسی طرح حیوانات اور نباتات کی صورتوں کو اپنے مقدور بھر ظاہر و باطن سے ملاحظہ کرے۔ یہاں تک کہ تمام اشیاء کا نقش اور صورت اس کے ذہن میں منقش ہو جائے۔

یہ حال تو صور جسمانیہ کی معرفت کا تھا اور یہ سلسلہ روحانیات کی ترتیب کی نسبت بہت مختصر ہے۔ جس میں ملائکہ اور ان کے مراتب اور ان کے مقررہ تصرفات کی معرفت داخل ہے۔ ملائکہ کے یہ تصرفات وہ ہیں جو وہ آسمانوں اور ستاروں میں کرتے ہیں۔ پھر قلوب بشریہ میں ہدایت و ارشاد کا تصرف کرتے ہیں اور حیوانات میں ان کو اپنی حاجات کا احساس دلانے کا تصرف کرتے ہیں۔

غرض کہ اس اسم سے بندے کا یہ حصہ ہے کہ وہ صور علمیہ کا جو صور وجود یہ کے مطابق ہوں اکتساب کرے کیونکہ علم اس صورت میں منقش فی النفس کا نام ہے۔ جو صورت معلوم کے مطابق ہو اور صور کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم صور کے ایمان میں موجود ہونے کا سبب ہے۔ اور وہ صور جو ایمان میں موجود ہوں وہ انسان کے دل میں صور علمیہ کے حاصل ہونے کا سبب ہیں اور اس طرح بندہ خدا کے اسماء میں سے اسم مصور کے معنی سے علم حاصل کرتا ہے اور نیز وہ اپنے نفس میں صور حاصل کرنے کے باعث گویا کہ وہ مصور ہے۔ اگرچہ بطور مجاز ہو کیونکہ یہ صورت اس میں بالتحقیق اللہ تعالیٰ کی ایجاد و اختراع سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ بندہ کے فعل سے لیکن بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فیضان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اَلْغَفَّارُ

يَا غَفَّارُ (اے گناہ معاف کرنے والے)

اعداد: 1281 -- تاثیر: جمالی

غفار کا مطلب سب سے زیادہ بخشنے اور مغفرت کرنے والا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت غفار ہے چونکہ وہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، بخش دیتا ہے اور بڑی سے بڑی خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔ اس لئے اسے غفار کہا جاتا ہے۔ غَفّار کا لفظ عربی لفظ غفر سے بنا ہے جس کے معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپا دیتا ہے اس لئے بھی اسے غفار کہا جاتا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ (پ23ص66)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ ان کا رب ہے غلبے والا ہے بخشنے والا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ۝ (پ23 زمر 5)

ترجمہ: اس نے زمین اور آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر مسلط کرتا ہے اور دن کو رات پر مسلط کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے۔ ہر ایک مقررہ مدت تک گردش کر رہے ہیں۔ خبردار وہی غلبے والا بخشنے والا ہے۔

وَّاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ۝ (پ24 مؤمن 42)

ترجمہ: اور میں تمہیں اس کی طرف دعوت دیتا ہوں جو عزت والا ہے بخشنے والا ہے۔

ان تینوں آیات میں غفار پہلے لفظ عزیز استعمال ہوا جس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ لوگوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمانے کے ساتھ غلبے والا بھی ہے۔ اس لئے اس سے ڈرنا چاہئے اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنی چاہئے اس کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا۝ (پ29 نوح 10)

ترجمہ: بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔

اسماء الحسنیٰ غزالی میں ہے کہ غفار وہ ذات ہے جو خوبی کو ظاہر کرتی ہے اور برائیوں اور گناہوں کو دنیا میں پردہ ڈال کر اور آخرت میں بخش کر رفت و گزشت کر دیتی ہے۔

غفر کے معنی ستر۔ اللہ کا پہلا ستر اپنے بندے کے عیوب پر یہ ہے کہ اس کے

بدن کے بدنما اور گھناؤنے حصے پر جو آنکھوں کو برے معلوم ہوتے ہیں اس کے باطن میں چھپا دیئے۔ جو اس کے جمال ظاہری کے رنگ و روغن میں پنہاں ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ بندہ کے باطن اور ظاہر کی صفائی اور عدم صفائی اور خوبصورتی اور بدصورتی میں کس قدر فرق ہے۔ غور کرنا چاہیئے کہ خدا نے انسان کے جسم کا کون سا حصہ دکھایا ہے اور کون سا چھپایا ہے۔

دوسرا ستر یہ کہ اس کے برے خیالوں، مذموم ارادوں اور مکروہ عقیدوں کو اس کے دل کی اندھیری کوٹھڑی میں بند کیا ہے تاکہ کوئی شخص ان شرمناک بھیدوں سے واقف نہ ہو۔ اگر خلقت کو اس کے دل کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور اس کے وسوسوں اور دل کے کھوٹ، خیانت اور بدظنی کا پتا لگ جاتا تو لوگ اس کے دشمن بن جاتے بلکہ اس کو جان سے مار ڈالنے کی کوشش کرتے۔ غور کرنا چاہیئے کہ خدا نے اس کے اسرار اور مخفی امور کو کس طرح دوسرے لوگوں سے محفوظ رکھا ہے۔

تیسرا ستر یہ ہے کہ وہ بندہ کے ایسے گناہ بخش دیتا ہے جن سے وہ سرعام رسوا ہونے کا مستوجب ہوتا ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ اگر بندہ ایمان پر ثابت رہا تو اس کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا تاکہ ان نیکیوں کے ثواب سے اس کے بڑے بڑے گناہ دب جائیں۔

شیخ عبدالحق دہلوی نے فرمایا ہے کہ مغفرت اور غفران کا معنی ہے بخش دینا۔ خداوند تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ لفظ غفار میں یہ معنی بہت زیادہ پایا جاتا ہے لفظ غفور میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے جیسا کہ نیچے شرح میں آرہا ہے غفر کا معنی چھپانے کا بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں گناہوں کو چھپاتا۔ نیز قبیح چیزوں کو چھپاتا اور جمیل چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور گناہ بھی قبیح اشیاء میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی رحمت سے چھپاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت پردہ پوشی میں سے یہ بھی ہے کہ بندے کے ظاہری بدن پر جو چیزیں قبیح دکھائی دیتی ہیں اسی

طرح جو چیزیں اس کے شکم میں ہوتی ہیں یعنی آلائشیں وغیرہ اللہ تعالیٰ اسے ظاہری جمال وحسن عطا کر کے نگاہوں سے قبیح چیزوں کو پوشیدہ کر دیتا ہے۔ برے برے خیالات وقبیح ارادے جو اس کے دل میں ہوتے ہیں۔ مخلوق کے علم سے پوشیدہ رکھتا ہے تاکہ کوئی بھی اس کے باطنی حالات وارادوں سے مطلع نہ ہو۔ نعوذ باللہ اگر جو کچھ آدمی کے دل میں وسوسے خطرات اور قبیح ارادے موجود ہوتے ہیں مخلوق پر ظاہر ہو جاتے تو مخلوق میں اس کا جو سب سے زیادہ دوست ہو وہ اسے سب سے زیادہ دشمن اور بدتر محسوس ہوتا اور سب لوگ اس کی دشمنی اور ہلاکت میں کوشش کرتے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق غفار اور ستار کا معنی ایک ہی بن جاتا ہے لیکن حدیث کی اس روایت میں لفظ ستار مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا ان دونوں اسموں کے معنوں میں یہاں فرق بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر اسم ستار بھی مذکور ہوتا تو غفار کے معنی یہ ہوتے وہ ذات جو گناہوں کو بخشنے والی ہے اور ستار کے معنی یہ کئے جاتے ہیں عیبوں کو چھپانے والا جیسا کہ بعض دعاؤں میں آیا ہے یاغفارالذنوب و یا ستارالعیوب۔ بندہ جب یہ جان لیتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ غفار الذنوب ہے تو اس کی مغفرت اور رحمت سے ناامید نہیں ہوتا اور رد کے ہاتھ مجرم کے سینے پر نہیں مارتا اور جب یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ستارالعیوب ہے تو اس نعمت کے شکرانے سے کسی وقت بھی غافل و فارغ نہیں ہوتا لیکن یہ بات ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت غفاریت پر بھروسہ کر کے مغرور نہ ہو جائے اور توبہ و انابت سے غفلت نہ کرے اور اس میں تاخیر کو جائز نہ رکھے کیونکہ عرفانی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

الغرض اللہ غفار ہے یعنی اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے والا ہے۔ غفار کا مطلب ڈھانپنا اور چھپانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے عیبوں اور گناہوں کو اپنی رحمت میں چھپا لیتا ہے ان کی نافرمانیاں، خطائیں اور لغزشیں غرضیکہ ہر قسم کی کوتاہی اور بے ادبی کو دیکھ کر فوراً انہیں پکڑتا بلکہ ڈھیل دے دیتا ہے مگر جب انسان کو اپنے

گناہوں کا احساس ہوتا ہے اور وہ اللہ کے حضور میں آ کر معافی طلب کرتا ہے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ غفار ہے۔ لہٰذا غفار وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کی خوبیوں کو تو ظاہر فرمائے مگر برائیوں پر پردہ ڈال دے اور آخرت میں اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ اللہ کی یہ صفت بہت وسعت والی ہے۔ اس لئے جو شخص اس صفت کو کثرت سے پڑھے گا وہ اللہ کا شیدائی بن جاتا ہے اور اس کے دل میں ہر وقت توبہ اور مغفرت حاصل کرنے کا احساس اٹھتا ہے۔ اس لئے یہ اسم پڑھنے والا ہمیشہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

اَلْقَهَّارُ

یَاقَهَّارُ (زبردست) ☆ اعداد: 306- تاثیر: جلالی

یہ لفظ قہر سے بنا ہے قہر کا معنی ہے غلبہ کرنا اور کسی پر تسلط ظاہر کرنا۔ اللہ تعالیٰ قاہر و غالب ہے کہ جابروں اور متکبروں کی پشتیں توڑنے والا اور انہیں خوار و ہلاک کرنے والا ہے۔ تمام مخلوقات اس کے حملہ قہر کے آگے مقہور مغلوب اور عاجز و خوار ہے اور اس کے قبضہ قدرت و عظمت کے سامنے حیران اور اس کی وادی قہر و جلال میں سرگرداں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قہار ہونے کے بارے مندرجہ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝ (پ12 یوسف 39)

ترجمہ: اے میرے قید خانے کے ساتھیوں کیا متفرق معبود اچھے ہیں یا ایک خدا بہتر ہے جو واحد قہار ہے۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝ (پ13 رعد 16)

ترجمہ: فرما دیجئے اور ہر چیز کا خالق ہے اور وہ واحد قہار ہے۔

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ ۝ (پ 13 ابراھیم 48)

ترجمہ: جس دن یہ زمین دوسری زمین سے اور آسمان بدل دیئے جائیں گے اور ایک اللہ کے سامنے آ جائیں گے جو سب پر غالب ہے۔

سُبْحٰنَہٗ ؕ ھُوَاللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ۝ (پ23 زمر 4)

ترجمہ: وہ پاک ہے وہ اللہ واحد ہے قہار ہے۔

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ (پ24 مؤمن 16)

ترجمہ: آج کس کی حکومت ہے صرف اللہ کی جو واحد ہے قہار ہے۔

وَّمَا مِنْ اِلٰـہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ۚ (پ23 ص65)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد قہار ہے۔

جو شخص اس کی قہاریت کو پہچان لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں اور اس کے اچانک قہر سے ترساں و لرزاں رہتا ہے اور انتہائی خوف و ڈر کے تحت اس کی جناب لطف و کرم میں ملتجی رہتا ہے۔ اس کے بندوں میں سے قہار کا وصف اس میں پیدا ہوتا ہے جو اپنے باطنی غلبہ حال اور حملہ عزت و بزرگی سے دین کے دشمنوں یعنی جنوں، انسانوں اور شیاطین پر غالب آ تا ہے۔ اپنے وقت و حال کے دروازے ان سے بند رکھتا ہے تاکہ وہ راہِ حق سے ادھر ادھر نہ بھٹکیں اور طریقت و سلوک میں سالک کے چلنے میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ جاننا چاہئے کہ انسان کا بدترین دشمن اس کا نفس ہے جو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان چھپا بیٹھا ہے۔ بندے کا یہ نفس قلب کی نورانیت کے غلبے سے ہی حق کے تابع اور حالت اطمینان سے بہرہ ور ہوسکتا ہے اور اسی صورت میں یہ نفس طاعت و بندگی میں آرام پذیر ہوسکتا ہے۔ اسی طرح یہ کامل شخص مخلوق کو زدوکوب، زجر و ڈانٹ، قتل و غارت، حدود شرع کے ترک پر ان

سے سختی سے پیش آتا ہے اور نفس کو بھی آداب و سنن کے ترک پر اور لایعنی و بے ہودہ امور میں مشغول و مصروف ہونے پر اس کی سرزنش کرتا ہے۔ قاہر مردوں کے گروہ میں سے وہ مرد بھی ہے کہ جو شخص بھی اس کے مقابلے اور مزاحمت کی جرأت کرتا ہے مغلوب و مقہور ہو جاتا ہے۔ صاحب فتوحات مکیہ قرآن مجید کی ہر آیت کو کسی نہ کسی ولی کی طرف منسوب کرتے اور فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناسب حال یہ آیت ہے ''هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ'' وہ ذات غالب ہے اپنے بندوں پر۔

بندوں میں سے قہار وہ ہے جو اپنے دشمنوں کو مورد قہر بنائے۔ انسان کا سب سے زیادہ سرکش دشمن نفس ہے جو اس کے پہلو میں موجود ہے۔ شیطان سے بھی بڑھ کر اس کی دشمنی پر آمادہ ہے جو اس کو دھوکا دیا کرتا ہے۔ جب بندہ اپنے نفس کی خواہشوں کو قابو میں کر لیتا ہے تو شیطان بھی دب جاتا ہے کیونکہ شیطان انہیں خواہشات کے ذریعے سے انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔ شیطان کا ایک جال عورتیں ہیں جس شخص میں شہوت کی قوت نہ ہو۔ وہ اس پھندے میں نہیں پھنستا۔ اسی طرح جو شخص دین کی اطاعت اور عقل کی تابعداری سے اس خواہش کو روکے وہ اس سے امن میں رہتا ہے۔ جب آدمی اپنے نفس کی خواہشات پر قابض ہو جاتا ہے وہ تمام لوگوں کو قابو کر لیتا ہے پس اس پر کسی کا داؤ نہیں چل سکتا کیونکہ اس کے دشمنوں کا بڑے سے بڑا مدعا یہ ہوگا کہ اس کے جسم کو ہلاک کر دیں اور یہ گویا اس کی روح کو زندہ کرتا ہے کیونکہ جو شخص اپنی زندگی میں خواہشات کو مار لیتا ہے وہ موت کے بعد ابدی زندگی پاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ'' یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں کام آئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے اللہ کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔

اَلْوَهَّابُ

یَاوَهَّابُ (بہت کچھ دینے والا) ☆اعداد: 14 - تاثیر: جمالی

وہّاب کا مطلب بہت زیادہ دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو بہت کچھ دے دیتا ہے اس لئے وہّاب اس کی صفت ہے۔ وہاب کا لفظ ہبہ سے ہے جس کے معنی کوئی چیز بخشنا یا عطا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کثیر الہبہ اور دائم العطا ہے جس کی بخشش کی کوئی حد نہیں اور جس کا فیض کبھی بھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ یاد رہے کہ حقیقی ہبہ وہ عطیہ ہے جو غرض وعوض سے خالی و پاک ہو کیونکہ غرض وعوض کے تحت کوئی چیز عطا کرنے والا حقیقت میں بخشنے اور عطا کرنے والا نہیں بلکہ وہ تو کوئی چیز بیچنے والا ہے یعنی اپنی غرض کے عوض جب کوئی چیز دی تو فی الواقع وہ عطیہ اور ہبہ نہیں ہے پس وہاب کا معنی بہت ہی سخاوت کرنے اور عطا کرنے والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ اور قوم نے اپنے ملک کی حدود سے نکال دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام وحضرت اسحاق علیہ السلام کا عطیہ دیا۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہوا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ (پ13 ابراہیم 39)

ترجمہ: تمام حمد وثنا اللہ ہی کیلئے ہے جس نے مجھے اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ اس آیت میں اولاد کا عطیہ ملنے کیلئے بھی ہبہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو جب حضرت سلیمان علیہ السلام عطا کئے گئے تو اس

وقت بھی ہبہ ہی کا لفظ استعمال ہوا۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ (پ 23 صٓ 30)

ترجمہ: اور ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام عطا فرمایا۔ کیسی شان والا بندہ تھا بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔ یہاں بھی ہبہ ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

سورت انبیاء میں حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں بیٹے کی ولادت کا ذکر ہے۔ اس میں بھی ہبہ ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ''وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى'' ہم نے اسے یحیٰی عطا فرمایا۔

سورت ص میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے جب دوسری مرتبہ اولاد اور مال عطا کیا تو اس وقت بھی ہبہ ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ (پ23 صٓ43)

ترجمہ: اور ہم نے انہیں ان کا اہل وعیال دے دیا اور ان کے ساتھ ان کی مثل رحمت سے بھی عطا کیا۔ یہ اہل عقل کیلئے باعث نصیحت ہے۔

ملک حاصل کرنے کیلئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب دعا کی تو ہبہ ہی کے الفاظ میں یوں دعا کی:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (پ23 صٓ 35)

ترجمہ: انہوں نے عرض کی کہ اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت ہبہ کر جو میرے بعد میں کسی اور کو نہ ملے۔ بے شک تو ہی وھاب یعنی عطا فرمانے والا ہے۔

نبوت اور حکم کیلئے بھی ہبہ ربانی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (پ19 شعراء21)

ترجمہ: پس جب میں تم سے ڈرا تو میں تم سے بھاگ گیا پس میرے رب نے مجھے حکم دیا اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا۔

اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بھی وہاب ہے کہ وہ اپنی رحمت کے خزانوں سے بھی عطا فرماتا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (پ3 اٰل عمران 8)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہدایت عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو کسی اور طرف نہ پھیر اور ہمارے لئے رحمت کا نزول فرما، بے شک تو وہاب ہے۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّابِ ۚ (پ23 ص9)

ترجمہ: کیا تمہارے رب کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں جو غالب ہے، عطا کرنے والا ہے۔

ان تمام آیات سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اپنے ہاں سے عطا کرنے کے سلسلے میں وھاب ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وَہَّابٌ کے بارے لکھتے ہوئے یوں بیان کیا ہے کہ بندہ جب اس بات کو جان لیتا ہے کہ وہاب مطلق اس کی بلند ذات ہے تو پھر وہ سب کچھ اسی سے چاہتا اور اسی سے ہر قسم کا طمع وابستہ کرتا ہے۔ ہر قسم کی امید بھی اسی سے رکھتا ہے۔ اس کے سوا باقی سب سے طمع کاٹ لیتا ہے۔ غیر سے منہ پھیر لیتا ہے۔ غیر سے ہر قسم کی توقع بھی ختم کر لیتا ہے اور اپنی ہر

خواہش چاہے کتنی بھی دشوار بلکہ ناممکن محسوس ہو اس کے طلب کرنے میں نہیں شرماتا۔ بندہ عاجز مسکین کی دعا اپنی ابتدائی پیاس کی حالت میں جبکہ وہ نادانی اور ناعاقبت اندیشی سے ملی ہوتی تھی، یہ ہوتی تھی کہ ''رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ'' اے میرے رب مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو۔'' اگرچہ یہ دعا اپنے عموم و اطلاق کے اعتبار سے محال دکھائی دیتی ہے لیکن حال کی خصوصیت اور واستعداد کے ملاحظہ کرنے کی صورت میں ایک قسم کی تاویل کے طور پر ان شاءتعالیٰ قبول ہونے کے لائق ہے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کے ہاتھ میں جو کچھ ہو اسے خرچ کرے۔ اگرچہ اپنی جان ہی کیوں نہ ہو اور راہ حق میں خرچ کرنے میں کسی قسم کے دنیوی حصے، آخرت کے ثواب اور اچھی شہرت خیال میں لانے کے بغیر ہونی چاہئے اگرچہ ہبہ اور جود کی حقیقت آدم زاد سے ممکن نہیں کیونکہ بندہ جو فعل بھی کرتا ہے، اسی وجہ سے کرتا ہے کہ اس کے نزدیک اس کا کرنا چھوڑنے سے بہتر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی نگاہ میں جب تک کوئی غرض و غایت نہیں ہوتی اس کام کے کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ہبہ اور عطا میں سب سے اکمل حضور سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک ہے جنہوں نے باذن خدا عطا کرنے اور انعام فرمانے میں انتہا کر دی۔ اس میں غرض وعوض کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ وتقدس کے حکم کی بجا آوری کے تحت آپ کا جود وعطا تھا۔ اسی طرح تمام انبیاء مرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی حالت ہوتی تھی۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے صفت وہاب پر روشنی ڈالی ہے جو حسب ذیل ہے:

ہبہ کے معنی عوض اور غرض کے بغیر بخشش۔ جب اس قسم کی بخششیں بکثرت ہوں تو ان کے فاعل کو جَوَّادْ اور وَهَّاب کہتے ہیں اور حقیقی جود وعطا اور ہبہ صرف اللہ تعالیٰ سے متصور ہو سکتا ہے کیونکہ وہی ہر محتاج کی حاجت بلا معاوضہ اور بلا کسی فوری

یا بدیر اصل ہونے والی غرض سے پوری کرتا ہے۔ جو کوئی کسی غرض کیلئے کچھ عطا کرے جو فی الفور یا بدیر حاصل ہونے والی ہو اور وہ غرض یا محض مدح وستائش ہو یا باہمی دوستی، یا رفع الزام، یا حصول رتبہ وشہرت ہو تو وہ اپنی عطا کا عوض پا رہا ہے۔ وھاب یا جواد کے لقب کا حقدار نہیں کیونکہ عوض ہمیشہ عین ہی نہیں ہوتا بلکہ جو امر کہ ابھی حاصل نہیں اور عطا کرنے والے کا مدعا اس عطا سے وہی ہو، وہ عوض ہے۔ پس جس شخص نے اس لئے عطا وبخشش کی کہ اس کی عزت ہو یا اس کی تعریف کی جائے یا اس لئے کہ اس کی بہ نسبت بدگوئی نہ کی جائے تو وہ شخص گویا ایک قسم کا لین دین کر رہا ہے۔ حقیقی جواد وہ ہے جس سے طالب کو بلا معاوضہ فائدے حاصل ہوں بلکہ وہ جو کچھ کرتا ہے بخلوص نیت کرتا ہے اور وہ کام اس کی اصلی غرض اور وہی اس کا عوض ہے۔

بندہ سے جود وبخشش متصور ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ تاوقتیکہ وہ اس کام کے کرنے کو اس کے ترک سے اولیٰ خیال نہیں کرتا۔ اس وقت وہ اس کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ پس اس کا فعل کسی ذاتی غرض پر مبنی ہوگا لیکن جو شخص اپنا تمام مال حتیٰ کہ اپنی جان بھی خاص اللہ کیلئے دے ڈالے نہ بہشتی نعمتوں کے حصول کیلئے۔ نہ عذاب دوزخ کے خوف سے اور کسی فوراً یا بدیر حاصل ہونے والے مطلب کے لیے جو بشری مطلب میں سے ہو البتہ یہ شخص ایک طرح سے وھّاب اور جواد کے خطابات کا مستحق ہے اس سے کم رتبہ وہ شخص ہے جو اس غرض سے بخشش کرے کہ بہشت کی نعمتیں حاصل ہوں اور اس سے نیچے اس شخص کا درجہ ہے جو اپنے ذکر خیر کی خاطر سخاوت کرے۔

جو شخص اپنے جود وعطا کے عوض میں ایسی چیز کا طالب ہو جس کا دست بدست لین دین نہیں ہوسکتا تو وہی لوگ اس کو جواد کے لقب کا حق دار سمجھتے ہیں جن کے نزدیک صرف مادی چیزیں عوض ہوسکتی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص اپنا تمام مملوکہ مال بلا کسی عاجل وآجل غرض کے خالصتاً لوجہ اللہ دے ڈالتا ہے اس کو

کیوں جواد نہیں کہا جاتا حالانکہ وہ کوئی حظ نہیں پاتا؟ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ اس کا حصہ خاص خدا کی ذات، اس کی رضا اور اس کا دیدار اور اس کا وصال ہے اور یہ حصہ وہ سعادت عظمیٰ ہے جس کو انسان اپنے افعال اختیاریہ کی بدولت حاصل کرتا ہے اور یہ وہ حصہ ہے جس کے آگے سارے حصے ناچیز ہیں۔

یہ جو کہا کرتے ہیں کہ خدا کا عارف جو اس کی عبادت کرتا ہے تو خدا کی ذات کے سوا اور کوئی غرض اس کو مدنظر نہیں ہوتی۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر بندہ کا فعل غرض سے خالی ہو نہیں سکتا تو خاص خدا کی خاطر عبادت کرنے والے اور کسی دوسری غرض کیلئے عبادت کرنے والے میں کیا فرق ہے؟

جمہور کے نزدیک حظ (غرض) سے مراد لوگوں کے مشہورہ اغراض ہیں جو شخص ان سے دست بردار ہو جاتا ہے اور اس کا مقصد خدا کی ذات کے سوا اور کوئی شے نہیں رہتی تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اغراض کو ترک کر دیا۔

یہ ایسا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ غلام اپنے آقا کا لحاظ نہ خاص آقا کیلئے کرتا ہے بلکہ اس انعام و اکرام کیلئے کرتا ہے جو اس کو اپنے آقا سے حاصل ہوتا ہے اور آقا اپنے غلام کے ساتھ حسن سلوک کوئی خاص اس کی ذات کیلئے نہیں کرتا بلکہ اس خدمت گزاری کی خاطر کرتا ہے جو اپنے غلام سے مطلوب ہوتی ہے مگر باپ جو اپنے بیٹے کی پرورش اور اس کے ساتھ ہر طرح حسن سلوک کرتا ہے تو خاص اسی کی ذات کیلئے کرتا ہے۔ کسی غرض کیلئے نہیں جو بیٹے سے مطلوب ہو بلکہ اگر بالکل کوئی فائدہ بیٹے سے حاصل نہ ہوتا ہو تو بھی اس کے مصالحہ میں برابر مدد دیتا رہے گا۔

جو شخص کوئی چیز طلب کرے جس سے خاص اس چیز کی ذات مطلوب نہ ہو بلکہ اس کے ذریعے سے کوئی اور شے حاصل کرنا منظور ہو تو گویا وہ اس چیز کا طالب نہیں ہے کیونکہ اس کی طلب کا وہ اصلی مدعا نہیں ہے بلکہ اصلی مدعا اور شے ہے جیسے ایک شخص سونے کی جستجو میں ہے تو سونا اس کا مطلب لذاتہٖ نہیں ہے بلکہ اس لئے مطلوب

ہے کہ اس کے ذریعہ سے پوشاک اور خوراک کا سامان حاصل کرے اور پھر یہ امور بھی مطلوب لذات نہیں ہیں بلکہ اس لئے مطلوب ہیں کہ ان کے ذریعے سے آرام اور دفع تکلیف کا مقصد حاصل ہو۔ یہ امور البتہ مطلوب لذات ہیں۔ ان سے آگے اور کوئی شے حاصل کرنا مقصود نہیں ہے۔ غرض سونا طعام کا ذریعہ ہے اور طعام آرام کا وسیلہ ہے اور آرام ہی اصل مقصود ہے۔ یہ آگے کسی اور چیز کا واسطہ نہیں ہے۔ اسی طرح بیٹا والد کے حق میں واسطہ نہیں ہے بلکہ باپ کو بیٹے کی سلامتی محض بیٹے کی خاطر مطلوب ہے کیونکہ بیٹے کی ذات ہی اس کی ملحوظ خاطر ہے اور اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت جنت کی خاطر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی عبادت کو طلب جنت کا واسطہ بنایا ہے۔ اس کا آخری مقصد نہیں بنایا۔ واسطہ کی علامت یہ ہے کہ اگر مطلوب اس کے بغیر ہی حاصل ہو جائے تو اس واسطہ کو طلب نہیں کیا جاتا جیسے کہ اگر مذکورہ مقاصد سونے کے بغیر حاصل ہو جائیں تو کوئی سونے کا نام بھی نہ لے کیونکہ اصلی غرض کا حاصل کرنا منظور ہے سونے کا حاصل کرنا منظور نہیں۔

اگر اس شخص کو جو جنت کی خاطر عبادت کرتا ہے یونہی جنت حاصل ہو سکتی تو وہ کبھی خدا کی عبادت نہ کرتا کیونکہ اس کی محبوب و مطلوب صرف جنت ہے نہ کہ کوئی اور شے، لیکن جس کا اصلی مطلوب و محبوب خاص خدا کی ذات ہے اور کوئی نہیں بلکہ خدا کے دیدار اس کے قرب اور ملاء اعلیٰ کی مرافقت سے مسرور رہنا اس کی غرض ہے اس کی نسبت جو کہا جائے گا کہ وہ خدا کی عبادت خدا ہی کیلئے کرتا ہے تو اس کا یہ معنی نہیں ہوگا کہ وہ کسی مدعا کا طالب نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہوگا کہ اس کا مدعا خاص خدا کی ذات ہے۔ اس کے سوا اور کوئی غرض اس کو مدنظر نہیں ہے اور جو شخص دیدار الٰہی اور اس کی معرفت اور مشاہدہ اور قرب کے سرور کی لذت پر ایمان نہیں رکھتا وہ اس کا شائق نہیں ہوسکتا۔ اور جو اس کا شائق نہیں اس کی نسبت یہ تصور ہی نہیں ہوسکتا کہ ذات خداوند اس کی مقصود ہو۔ لہٰذا اس کی عبادت کی وہی کیفیت ہوگی جیسے کوئی مزدور اجرت کی طمع

پر کام کرتا ہے۔ اکثر لوگ اس لذت سے ناآشنا اور اس کے معنی سے ناواقف ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ مشاہدہ ذات باری کی کیا لذت ہے۔ وہ زبان ہی زبان سے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے دلوں کا میلان صرف بڑی آنکھوں والی پیاری پیاری حوروں کی طرف ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اگر خدا کی لذت یعنی اس کے دیدار اور قرب کو غرض و مدعا کہا جاسکتا ہے تو اغراض و مقاصد سے بری ہونا محال ہے اور اگر غرض و مقصد سے وہ معنی مراد ہو جو عموماً مشہور ہے اور لوگ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں تو وہ غرض نہیں ہے اور اگر اس سے مراد وہ شے ہو جس کا حصول بندہ کے حق میں عدم حصول سے بہتر ہو تو اس کو غرض میں شمار کیا جائے گا۔

اَلرَّزَّاقُ

یَارَزَّاقُ (اے رزق دینے والے)

اعداد: 308---تاثیر: جمالی

الرزاق سے مراد روزی دینے والا ہے۔ رزق ہر مخلوق کی بنیادی ضرورت ہے کیونکہ زندگی کیلئے خوراک کا مہیا ہونا لازم ہے۔ اس کے بغیر کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کیلئے رزق پیدا فرمایا ہے اور پھر اسے پہنچانے کے ذرائع بھی بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رازق ہونے کے بارے میں خود فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَالرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (پ27 الذاریات 58)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی رازق ہے وہ طاقت والا قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ رزاق ہونے کے ساتھ بہتر طریقے سے رزق دینے والا بھی ہے اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ ج وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ

(پ 7 مائدہ 114)

ترجمہ: اے اللہ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان نازل فرما جو ہمارے لئے اور ہم سے پہلے اور بعد میں آنے والوں کیلئے خوشی کا سبب بن جائے جو تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (پ 17 حج 58)

ترجمہ: اور بے شک اللہ ہی ہے جو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اَمْ تَسْئَلُھُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّکَ خَیْرٌ صلے وَّھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ

(پ 18 مؤمنون 72)

ترجمہ: کیا آپ ان سے کچھ صلے کا سوال کرتے ہیں پس آپ کیلئے آپ کے رب کا دینا ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر رازق ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ط وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ ج وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ○ (پ 22 سبا 39)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ بے شک بندوں کے رزق میں کشادگی اور تنگی کا انحصار میرے رب کی چاہت پر مبنی ہے اور جس چیز کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے اور وہ بہتر رزق دینے والوں سے ہے۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَنِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ط قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ o

(پ 28 جمعہ 11)

اور جب بعض نے تجارت یا کوئی مشغلہ دیکھا تو اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ کو خطبے میں رہنے دیا آپ انہیں فرما دیں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ اس شغلے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ رزّاق سے مراد وہ ذات ہے جس نے روزی کی محتاج مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس کا رزق بھی پیدا کیا ہے اور رزق پہنچانے کے ذرائع بھی پیدا کیے ہیں۔ رزق کی دو اقسام ہیں ایک رزق جسم کا مثلاً اناج، میوہ جات وغیرہ، دوسرا رزق روح کا اور وہ علوم و معارف ہیں۔ دوسری قسم کا رزق پہلی قسم سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ پہلی قسم جسم فانی کو تقویت دیتی ہے اور چند روزہ زندگی میں اسے راحت پہنچاتی ہے اور دوسری قسم کا رزق ابدالآباد کی زندگی کا زادِراہ ہے۔ اس کی مزید وضاحت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ رزق کی دو قسمیں ہیں رزق محسوس اور رزق معقول۔ رزق محسوس تو وہ رزق ہے جو ہر چیز کے بدن کو پہنچتا ہے اور رزق معقول روحوں کا رزق ہے پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ رزق ایسی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ ضامن بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے رزق کی ضمانت اپنے ذمے لے لی ہے۔ یہ رزق و ضمانت تمام جانداروں کو شامل ہے کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا: زمین میں کوئی چلنے والی شے نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ رزق کی ایک قسم وہ ہے جسے رزقِ موعود کہتے ہیں یعنی جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں سے کر رکھا ہے جو انہیں بغیر تھکاوٹ اور مشقت کے اس جگہ سے ملتا ہے جہاں سے کوئی وہم و گمان نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سے

وعدہ کر رکھا ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے "مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ" جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اس کیلئے راستہ نکال دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک رزق رزقِ مقسوم ہے جو کہ قسمت میں کر دیا گیا ہے۔ وہ بہر حال پہنچ کر رہتا ہے چاہے رزق مضمون ہو یا رزق موعود (جس کا وعدہ کیا گیا ہے) اور جب بندہ جان لیتا ہے کہ رزق عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو اپنے رزق کی توقع اللہ تعالیٰ سے ہی رکھتا ہے غیر سے توقع نہیں رکھتا نہ ہی اپنا کام کسی اور کے حوالے کرتا ہے بلکہ وہ اسی پر توکل و بھروسہ کرتا ہے اور جب جان لیتا ہے کہ روزی مقدر ہو چکی ہے تو روزی کی فکر میں دل تنگ نہیں ہوتا۔ نہ ہی مخلوق سے کوئی گلہ شکایت کرتا ہے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو لوگوں کے بدنوں کی روزی کا خزانہ بناتا اور زبان کو دلوں کی روزی کا خزانہ بناتا ہے۔ ایسا شخص خدائے تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان جسمانی و روحانی روزیوں کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے کہ وہ تعلیم و ہدایت دینے اور دعائے خیر کرنے میں لوگوں پر سب کچھ خرچ کرتا ہے۔ اس اسم کے ساتھ متخلق ہونے کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال اور جن کی پرورش اس کے ذمے ہے روزی کی وسعت اور کشادگی کرتا ہے۔ ان کیلئے خرچ میں تنگی نہیں کرتا مہمان کے آنے پر ترش رو نہیں ہوتا کیونکہ مہمان تو تیرے دستر خوان پر بیٹھ کر اپنی روزی کھاتا ہے۔

اَلْفَتَّاحُ

یَافَتَّاحُ (اے کھولنے والے) ☆ اعداد: 289- جمالی

الفتّاح سے مراد وہ ذات ہے کہ جس کی مہربانی سے ہر بندش کھل جاتی ہے جس کی رہنمائی سے ہر مشکل حل ہوجاتی ہے کبھی تو ممالک کو دشمنوں کے ہاتھ سے آزاد فرماتا ہے اور کبھی عارفوں کے دلوں سے پردے ہٹا کر زمین و آسمان اور غیب کی کنجیاں ان کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس فتاح ہے کیونکہ اس کی نظر عنایت سے ہر مصیبت، آفت اور وبا دور ہوجاتی ہے اور اس کی مہربانی سے ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے اور سختی ختم ہوجاتی ہے اور تنگی راحت میں بدل جاتی ہے۔ اس کی مدد سے دشمنوں پر فتح کے دروازے کھل جاتے ہیں غرضیکہ وہ ہر قسم کی تکلیف دینے والی چیز کو دور فرما کر راحت و رافت کا باب کھولنے والا ہے۔ پہلے اس نے اپنے انبیاء کرام کے ذریعے انسانوں کیلئے رشدوہدایت کے دروازے کھولے۔ پھر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے اپنی رحمت کو اور کشادہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اپنی رحمت کے خزانے کھولنے والا ہے اس لئے اسے الفتاح کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں الفتاح کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ: رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ٥ (پ 9 اعراف 89)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردے اور تو سب سے بہتر (حق) کو کھولنے والا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ٥

(پ 9 اعراف 96)

ترجمہ: اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمانوں اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تھا تو ہم نے ان کے کئے پر پکڑ لیا۔

فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِي وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

(پ19 شعراء118)

ترجمہ: پس میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے مجھے اور میرے ساتھ مؤمنین کو نجات دے۔

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○

(پ21 سجدہ29)

فرما دیجئے کہ فیصلہ کے دن اہل کفر کا ایمان لے آنا ان کیلئے سودمند نہ ہوگا اور نہ انہیں مزید مہلت دی جائے گی۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ط وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ○

(پ22 سبا26)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ ہمارا پروردگار ہمیں اور تمہیں جمع کرے گا پھر ہمارے اور تمہارے درمیان حق پر مبنی فیصلہ فرما دے گا اور وہ فتاح ہے علیم ہے۔

مختصر یہ کہ اسم فتّاح جامع اسم ہے جو خیرات کے تمام دروازوں اور ہر قسم کی برکتوں کو کھولنے والا ہے۔ جب بندہ جان لیتا ہے کہ وہی ذات فتاح ہے یعنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھولنے والی ہے تو اسے چاہئے کہ فتاح اور کشادگی کی امید لئے ہوئے اس کے دروازہ کرم پر بیٹھ جائے اس کے افضال کے حصول کے انتظار میں بغیر کسی تھکاوٹ و جلد بازی کے رہے اور اس کے حکم کے تحت سکون و تسلیم سے اپنے شب و روز بسر کرے۔

امام قشیری نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ رزق اور رحمت کے دروازے کھولنے والا، اسباب میسر کرنے والا اور تمام چیزوں کو درست کرنے والا ہے تو اب وہ اللہ کے علاوہ کسی اور میں دل نہیں لگائے گا۔

بندے کو محنت کر کے ایسا ہو جانا چاہئے کہ اس کی زبان سے خدا سے متعلق مشکل مسائل حل ہوں اور دین و دنیا کے جو مسائل دوسروں کیلئے مشکل ہوں اللہ کی مدد سے اس کیلئے آسان ہو جائیں تا کہ اسم فتاح کا فیض اسے بھی حاصل ہو۔

اَلْعَلِیْمُ

یَاعَلِیْمُ (اے علم والے) ☆ اعداد: 150 - تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ کو کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے۔ وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے یعنی ازل تا ابد ہر چیز اس کے احاطہ میں ہے گویا کہ وہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کی ابتداء اور انتہاء کو جانتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ علیم ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے علیم ذات کا کمال یہ ہے کہ وہ ظاہر و باطن اور دقیق و جلیل چیز کا علم اول سے آخر تک رکھتا ہو اور یہ علم وضوح و کشف کے سب سے زیادہ مکمل طریقے سے ہو جس سے زیادہ ظاہر کوئی بھی مشاہدہ اور کشف تصور میں نہیں آ سکتا۔ پھر یہ کہ وہ معلومات کے ذریعے سے حاصل نہ کیا گیا ہو بلکہ تمام معلومات اس کے ذریعے سے حاصل کی گئی ہوں۔

ایک اور قول کے مطابق یہ عالم کا مبالغہ ہے یعنی بہت ہی علم رکھنے والا اللہ تعالیٰ تمام ظاہر و پوشیدہ اور دل کے خیالات اور خطروں اور جو کچھ کہ ابھی دل میں نہیں گزرا سب کا جاننے والا ہے۔ اس کا علم تمام اشیاء کے ظاہر و باطن کی کلیات و جزیات اور ان کے حقائق کو محیط ہے اس کی معلومات غیر متناہی ہیں اور جب بندے نے یہ جان

لیا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کے جملہ اسرار و رموز سے واقف ہے تو بندے کو چاہئے کہ ہر ایسے کام و خیال سے جو نہیں چاہئے پاک رکھے اور خالق کے علم کا ملاحظہ مخلوق کے علم سے پہلے کرے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ؑ (پ2 بقرہ 231)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(پ3 بقرہ 282)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو یہ سب کچھ تمہیں اللہ سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (پ4 آل عمران 92)

ترجمہ: تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی محبوب چیز کو اس کی راہ میں خرچ نہ کرو گے تو جو چیز تم اللہ کی راہ میں دو گے تو اسے بخوبی جانتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پ4 ال عمران 119)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہارے سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پ4 آل عمران 154)

ترجمہ: اور اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پ5 نساء 32)

ترجمہ: بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا (پ5 نساء 127)

ترجمہ: تو بے شک اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ط (پ9اعراف89)

ترجمہ: ہمارے رب کا علم ہر چیز پر حاوی ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ج اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

(پ11ھود5)

ترجمہ: وہ اس وقت بھی ان کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے بے شک وہ سینوں کے راز جانتا ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ط وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (پ13رعد8)

ترجمہ: ہر مادہ کے پیٹ میں جو ہوتا ہے اللہ اسے جانتا ہے اور جو پیٹ میں گھٹتا اور بڑھتا ہے اللہ اسے بھی جانتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ط يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ط وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ (پ13رعد42)

ترجمہ: اور بے شک ان سے پہلے لوگ بھی فریب کاری کر چکے ہیں مگر تمام تدابیر تو اللہ ہی کی ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ ہر شخص کرتا ہے اور کافر اس بات کو معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آخرت کا گھر کس کیلئے ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ

(پ14حجر24)

ترجمہ: اور ہمیں اس بات کا علم ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور جو بعد میں آنے والے ہیں ان کا بھی علم ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ

وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ط وَهُوَالرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ (پ22 سبا2)

ترجمہ: جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس طرف چڑھتا ہے اسے وہ جانتا ہے اور وہی رحیم ہے بخشنے والا ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ع (پ22 احزاب40)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم ہے۔

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ز صلے وَاُبَلِّغُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰکِنِّیْٓ اَرٰکُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ٥ (پ26 احقاف23)

ترجمہ: حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک عذاب کے نازل ہونے کا علم اللہ کے پاس ہے اور میں تو صرف تمہیں اللہ کا پیغام پہنچانے کیلئے آیا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم جاہلوں کی قوم ہو۔

بَلٰٓی اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ ۢ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پ14 نحل28)

ترجمہ: کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّهٗ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ18 فرقان6)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اسے آسمانوں و زمین کے اسرار کا علم رکھنے والے نے نازل فرمایا ہے بے شک وہ غفور ہے رحیم ہے۔

ذٰلِکُمْ حُکْمُ اللّٰهِ ط یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ٥

(پ28 ممتحنہ 10)

ترجمہ: یہ اللہ کا حکم ہے کہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور وہ علیم ہے حکیم ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ

(پ 23 یٰسین 38)

ترجمہ: اور سورج اپنے محور پر گردش میں محو ہے یہ غلبے والے علیم کا مقرر کردہ ضابطہ ہے۔

علیم وہ ذات مطلق کہ جس نے اپنی صفت کمال سے ظاہر و باطن اور اول و آخر ہر چیز کا کامل احاطہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کا احصار نہیں ہوسکتا۔ مخلوق کا علم محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کیلئے مقدر کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کیلئے ملکوت انوار کو پیدا کر کے ان چیزوں کو پیدا کیا جن کو اپنے اسماء سے مستفیہ کیا ہے جو ملکوت میں قائم اور ایک دوسرے اسم کے مقابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو عرش کے نور سے پیدا کیا اور عرش کو اسماء ذات کے اسرار سے پیدا کیا ہے اور ملائکہ حروف کو انوار کرسی سے پیدا کیا۔ جو اسمائے صفات قائم اور عوالم کرسی میں ثابت ہیں اور عالم شہادت کے فرشتوں کو لوح سے پیدا کیا جو اسمائے افعال سے ثابت ہیں۔ ملائکہ ملک تصریف سے ملائکہ جبروت، تدبیر سے ملائکہ ملکوت، تدبیر اجازت سے ثابت قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ عالموں کا اختلاف مختلف علوم کے ذریعہ ظاہر کرے تاکہ اس کا علم و حکمت، قدرت اس کے ارادہ سے ظاہر ہو تو حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے معانی اس کے جسم میں رکھے اور اس کے عضو میں ایک اسم مقرر کیا اور تمام اسماء آدم کو بتائے جب کہ فرمایا ہے "وَیَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ" اور ان کی بیوی حوا کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا اور اپنے انوار علوی سے مدد دی اور ان کو زمین پر خلیفہ بنا کر اسمائے صفات، اسمائے افعال کی ان پر تجلی کی جس سے وہ مکمل ہوئے۔ ارشاد ہے

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" پھر ان کو عقل مرحمت فرمائی اور اعتقاد دے کر انسان بنایا۔ عالم ابدی یعنی عرش رحمانی سے رزق مقاد بر اتصال تدابیر واضح ہے۔ اللہ کی طرف جانے کے بہت راستے ہیں اور ارواح لطیف مصیبت و نعمت کو محسوس کرتی ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ کا کہنا ہے کہ بندہ کا اسم علیم سے جو حصہ ہے وہ چھپا ہوا نہیں ہے لیکن بندے کا علم تین باتوں میں اصل علم سے کم درجہ رکھتا ہے۔

(1) ایک تو یہ کہ بندہ معلومات کو کتنی ہی زیادہ ہوں مگر وہ ایک محدود مقدار رکھتی ہیں۔ پس ان معلومات کے ساتھ ان کو کیا نسبت جو بے انتہا ہیں۔

(2) دوم یہ کہ بندہ کا کشف اگرچہ خوب روشن ہو مگر اس حد تک نہیں پہنچ سکتا جس کے بعد وضوع اور روشنی کا درجہ ممکن نہ ہو بلکہ اس کا مشاہدہ ایسا ہوگا جیسے ایک باریک پردے سے دیکھ رہا ہو اور پھر درجات مشاہدہ میں جو فرق ہے اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کیونکہ باطنی بصیرت کا حال ظاہری بصارت کا سا ہے اور طلوع فجر کے وقت کسی چیز کے دکھائی دینے اور سورج نکلنے کے بعد دکھائی دینے میں بڑا فرق ہے۔

(3) سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم اشیاء کے علم سے حاصل نہیں ہے بلکہ اشیاء اس کے علم سے مستفاد ہیں اور بندہ کو جو اشیاء کا علم ہے وہ اشیاء کے تابع اور اشیاء ہی سے حاصل ہے۔

اگر اس فرق کے سمجھنے سے ابھی تمہارا ذہن قاصر ہو تو شطرنج کی بازی سیکھنے والے کے علم کو واضع شطرنج کے علم سے ملا کر دیکھو اور غور کرو کہ واضع کا علم شطرنج کے وجود کا سبب ہے اور شطرنج کا وجود شطرنج سیکھنے والے کے علم کا سبب ہے اور واضع کا علم شطرنج کے وجود سے مقدم ہے اور سیکھنے والے کے علم کا سبب ہے اور واضع کا علم شطرنج کے وجود سے مقدم ہے۔ اور سیکھنے والے کا علم مؤخر ہے۔ اسی طرح اشیاء کے

متعلق اللہ تعالیٰ کا علم سب سے مقدم اور ان سب کا سبب ہے۔ اور ہمارا علم اس کے خلاف ہے۔

علم کی بدولت بندے کا شرف اس لئے ہے کہ وہ اللہ کی صفات سے ہے لیکن سب سے زیادہ شریف علم وہ ہے جس کا موضوع زیادہ شریف ہو۔ اور سب سے زیادہ شریف اللہ تعالیٰ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت سب معرفتوں سے زیادہ افضل ہے بلکہ تمام اشیاء کی معرفت کو جو شرف حاصل ہے وہ اسی لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی معرفت ہے یا اس طریق کی معرفت ہے جو بندہ کو اللہ سے قریب کر دیتا ہے یا اس امر کی معرفت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب کا حصول آسان ہو جاتا ہے جو معرفت اس سے خارج ہو اس میں زیادہ بھلائی نہیں ہے۔

بندے کا حصہ اس اسم سے یہ ہے کہ دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کرے۔ ان حقائق و معارف کو حاصل کرے جو اس کے نفس کی تکمیل اور اسے عبادت پر آمادہ کرنے والے ہوں اور اس کے ظاہری و باطنی حال کی درستی کا سبب ہوں کیونکہ علم نافع ایسے ہی علم سے عبارت ہے اور رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی ندا و دعا میں مشغول و مصروف رہے۔

اَلْقَابِضُ

یَاقَابِضُ (اے قبض کرنے والے)

اعداد: 903 تاثیر: جلالی

قبض کا مطلب گھٹانا ہے۔ اس لفظ سے اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام قابض ہے جس سے مراد کسی چیز کو اپنے ہاتھ میں لے کر تنگ کر دینا یا روک دینا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ کوئی چیز دے کر واپس لے لینے پر قادر ہے، اس لئے اسے قابض

کے نام سے پکارا گیا ہے۔

رزق انسان کی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا اسے بے پناہ رزق عطا فرماتا ہے اور جب چاہتا اس کو تنگ بھی کر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ اپنی صفت قابض کا اظہار فرماتا ہے۔

رزق کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح بھی قبض ہوتی ہے اس لحاظ سے بھی وہ قابض ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی چیز کے عطا کرنے کو بھی روک دیتا ہے جس کا شمار قبض میں ہوتا ہے ایسے ہی بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش رک جاتی ہے وہ بھی قبض کے معنوں میں آتی ہے غرضیکہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمتوں، نوازشوں اور عنایات کو تنگ کر دیتا ہے اور ایسا کرنے میں اس کی صفت قابض کا اظہار ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ص وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (پ2 بقرہ 245)

ترجمہ: اور اللہ تنگی اور کشادگی کرنے والا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا چاہے رزق بند کر لے جس سے چاہے نعمتیں چھین لے۔ اس قبض کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے اور اس کی نعمت پر شکر نہیں کرتا تو اس سے وہ نعمت چھین لی جاتی ہے کیونکہ بندوں کے بعض اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی بنا پر روزی کم کر دی جاتی ہے۔ قبض کی دوسری وجہ آزمائش ہے کہ آزمائش کے طور پر بندوں کی روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں دیکھتا ہے کہ کیا اس تنگی کے حال میں بھی میرا شکر کرتے ہیں کہ نہیں، کیا مجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، کیا ان کی زبان پر کوئی شکوہ تو نہیں آتا۔ اگر وہ پھر بھی یعنی تنگی میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کا دامن پکڑے رکھیں تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو کر انہیں اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفت قبض انسان ہی کی بہتری کیلئے ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ

(پ24 زمر 67)

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح کہ قدر کرنے کا حق ہے اور قیامت کے روز تمام زمین اس کے قبضے میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے بالاتر اور پاک ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا وہ صفاتی نام ہے جس کی بنا پر وہ موت کے وقت جانوں کو جسموں سے قبض کرتا ہے۔ زندگی کے وقت جسموں میں جانیں ڈالتا ہے اور اغنیاء سے خیراتیں بند کرلیتا ہے۔ محتاج لوگوں کیلئے رزق وافر کر دیتا ہے اور اغنیاء کیلئے رزق کشادہ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کو کبھی فاقہ کرنے کا موقع نہیں پڑتا۔ فقیروں کو تنگ دست بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ بیچارے عاجز آ جاتے ہیں۔ وہ دلوں کو قبض کرتا ہے اور اپنی بے نیازی، بزرگی اور جلال کا پورا پورا احساس دلا کر ضیق میں ڈال دیتا ہے اور پھر اپنے لطف و احسان اور جمال کے فیضان سے ان پر بسط کی حالت طاری کر دیتا ہے۔

صاحب شمس المعارف نے کہا ہے کہ قابض وہ خدا ہے جو ارواح کو اجسام سے قبض کرتا اور نفخہ دوم کے دن ان کو پھر جسم میں داخل کرے گا اور وہی ہر چیز کا موجد و خالق ہے۔ اسکی وحدانیت بلا مثال اشیاء کی موجد ہے۔ تمام اشیاء اسی نے ظاہر کی اور اسی کی طرف واپس ہوں گی۔ عود اور ابداء اسی کی جانب سے ہے۔ اول و آخر اور ظاہر و باطن اسی کے نام ہیں۔ وہی فعل، فاعل، مفعول اور وہی قابل و مقبل ہے اور وہی سب ناموں والا ہے۔ واحد اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ سے عمران بن حصین نے ابتداء آسمان و زمین کا

سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس وقت اللہ تھا اور کچھ نہ تھا۔ وہی سب سے اول ہے اور آخر ہے۔ اس سے پہلے اور آخر میں کوئی نہیں ہے۔ اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا ہے پھر لوح پیدا کر کے قلم سے فرمایا لکھ قلم نے عرض کیا کیا لکھوں؟ فرمایا قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے۔ سب لکھ تب اس نے لکھا پھر عرش پیدا کیا۔ بعد میں ذوات موجودات کو حاضر کر کے علم سے ان کا احاطہ اور گنتی شمار کی۔ پھر مشیت تدبیر حکمت سے فطرت پر پیدا کیا، پھر عقلوں کو توحید سے مالا مال کیا، پھر ارواح کو نشاۃ احکام دیئے، پھر سینوں کو اروح کے مرکز اور حیات کا مستقر بنایا، پھر ملکوت اجلی سے اور حروف کو انوار صفات سے مزین کر کے لوح محفوظ میں رکھا جس میں ذکر الٰہی تحریر ہے

''وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ط''

پھر عالم ملکوت پیدا کر کے متعدد عالموں کے اسماء اور ارتقاء کے درجات مرتب کئے اور اپنے حکم سے کائنات ظاہر فرمائی۔ امر الٰہی سے تمام عالم قائم ہیں اس امر سے اور امر پیدا ہوئے۔ پہلا امر ایجاد اول سے اخذ مواثیق کے دن دونوں قبضوں اور ارواح اور سب عقول پر ہوا۔ یہ امر میثاق کے دن تھا۔ روزے امر سے عرش قائم ہوا تاکہ تمام اہل اسلام وزمین کو استقلال حاصل ہو۔ تیسرے کرسی قائم ہوئی ہے جو تمام موجودات کائنات کی صورتوں کی حامل ہے۔ چوتھا امر حکم امر قائم ہے تاکہ ظہور کیلئے راز تصریف کو ان کے واسطے جاری کرے جو کہ اس میں ودیعت کے ہیں۔ پانچویں امر سے ظہور کیلئے روح قائم ہے۔ چھٹے امر سے اہل اسماء کی عقل ہے۔ ساتویں سے صورتیں قائم ہیں۔ آٹھویں امر سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ نویں امر سے ایجاد کے اعلام قائم ہیں۔ دسویں امر سے نفخہ صور اور محشر کا قیام ہے۔ گیارھویں امر سے اہل جنت، دوزخ میں تصریف ہے۔ بارھویں امر سے خلود ہے جہاں مسلمان فرحت و مسرور رہیں گے۔

اَلْبَاسِطُ

یَابَاسِطُ (اے کشادہ کرنے والے)

عدد: 72 تاثیر: جمالی

باسط کا لفظ بسط سے بنا ہے اس کے معانی کشادہ کرنا، وسیع کرنا، اضافہ کرنا کشائش کرنا، عطا کرنا، خوشحال کر دینا، خوشی عطا کرنا اور زندگی بخش دینا ہے۔

علماء کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے بندوں کو بے حساب عطا فرماتا ہے اس لحاظ سے وہ اپنی صفت باسط کا اظہار فرما دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے اپنی نعمتوں کو کشادہ کر دے اور جس پر چاہے اپنی نعمتوں کو تنگ کر دے۔ وہی ذات ہے جو قبض کو بسط میں بدلتی ہے جو لوگ اس کا شکر ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی کشادگی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ایسے ہی جو لوگ اسے رزق کی فراوانی طلب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں بے پناہ اضافہ فرما دیتا ہے۔

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ (پ13 رعد 26)

ترجمہ: اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا ؑ (پ15 بنی اسرائیل 30)

ترجمہ: بے شک آپ کا رب جس کا چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور جس کا چاہے کم کر دیتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے،

دیکھ رہا ہے۔

وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَکَانَہٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْکَاَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ ۚ (پ20 قصص 82)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو کل تک اس کا مرتبہ حاصل کرنے کے خواہش مند تھے صبح کو کہنے لگے ہائے افسوس ہمیں تو اب پتہ چلا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (پ 21 عنکبوت 62)

ترجمہ: اللہ اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا کم کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (پ21 روم 37)

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ بات نہیں دیکھی کہ اللہ جس کی روزی میں چاہے اضافہ فرما دے اور جس کی چاہے تنگ کر دے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والی قوم کیلئے نشانیاں ہیں۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ ۚ (پ22 سبا 36)

ترجمہ: فرما دیجئے کہ میرا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور لوگوں کی اکثریت لاعلم ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ؕ وَمَا

اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ یُخۡلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ

(پ 22 سبا 39)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ بے شک لوگوں کے رزق میں کشادگی اور تنگی کا انحصار میرے رب کی چاہت پر مبنی ہے اور جس چیز کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کردیتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والوں میں سے ہے۔

لَهٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ (پ 25 شوریٰ 12)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ وہ جس کے رزق میں چاہتا ہے اضافہ فرمادیتا ہے اور جس کا رزق چاہتا ہے کم کردیتا ہے۔ بے شک تمام چیزیں اس کے علم میں ہیں۔

حضرت امام بونی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اسم باسط ارواح کو اشباح میں رجعت کرتا ہے جو ذات پاک پروردگار ہے۔ اس کا ظاہر ظہور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سکون سے قبض کراتا ہے اور حرکت سے بسط کراتا ہے۔ اسی کو قبض عموم کہا جاتا ہے۔ ایجاد اول میں جس کے معنی یہ ہیں جس دن کافروں کے دلوں کو اس نے حقائق ایمان کے حاصل کرنے سے قبض کرلئے اور اصحاب یمین کے دل انوار ایمان وسلام کے حصول کیلئے کھول دیئے اور جمادات کو جاوید رہنے سے روکا اور رات کو زیادہ بڑھنے سے روکا اور دن کو ظہور حرکات کیلئے کھولا اور باطن کو عالم امر وہیبت میں روکا اور خلق پر رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ تقرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے شہوتوں سے اپنے نفس کو جسم کو حرام، زبان کو کلام سے نظر کو محرکات اور کان کو غیبت سے، ہاتھ کو حرام اور دل کو گناہوں سے، عقل کو خواہش سے، روح کو کرامات دکھانے سے، سر کو کشف اسرار الٰہی سے، باز رکھ کر اسم باسط کا ذکر کروگے تو اللہ تعالیٰ باب انوار تم پر کھول دے گا اور

تمہارے حواس خمسہ نور فراست سے معمور ہوں گے۔ اور حقائق ملکوت معلوم ہوں گے۔ اور حقائق علویات وسفلیات کا تم مشاہدہ کرو گے اور تمہیں تصرف بھی نصیب ہوگا۔

اَلْخَافِضُ

یَا خَافِضُ (اے پست کرنے والے)

عدد: 1481 — تاثیر: جلالی

اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ لوگوں میں سے جسے چاہئے پستی کی طرف لے جائے اور اسے دوسروں کی نظروں میں گرا دے۔ خافض چونکہ بلندی کی ضد ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بلندی سے گرا دیتا ہے۔ دشمن کو ناکام کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ خافض ہے۔

اس لفظ کا ایک مطلب زیروزبر کرنے والا بھی ہے اور اپنی اس صفت کا اظہار عنایت کے روز یوں فرمائے گا کہ وہ لوگ جو دنیا میں کفر و الحاد اور تکبر کے باعث غریبوں اور ناتوانوں میں معزز اور جابر بنے ہوئے تھے انہیں پست سے پست اور ذلیل سے ذلیل کر دے گا غرضیکہ اللہ متکبر لوگوں کے غرور اور گھمنڈ کو خاک میں ملا دے گا۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اللہ انہیں پست نہیں بلکہ انہیں سربلند کرتا ہے اور آخرت میں بھی انہیں سربلند رکھے گا۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ تنبیہہ کے طور پر اسے پست کرتا ہے اس کے اچھے حالات بدحال میں بدل جاتے ہیں۔ اس کی خوشحالی غربت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایسا کرنے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ انسان سمجھ جائے اور اس کی نافرمانی

والا راستہ چھوڑ کر ان کی اطاعت والے راستے پر آ جائے جونہی کوئی پستی میں مبتلا شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور توبہ کر کے اس کی اطاعت اور عبادت والی راہ اختیار کر لیتا ہے تو اس پر نرمی کر کے اسے پستی سے نکال دیتا ہے ایسا کرنا بھی اس کی صفت خافض میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو سزا کے طور پر دنیا کی نظروں میں پست اور ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ اس کا ایسا کرنا اس کی صفت خافض کا اظہار ہے۔ اس لئے عقل کا تقاضا ہے کہ اللہ کی ناراضگی سے توبہ کی جائے اور اللہ کی عبادت والی راہ اختیار کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (پ9 اعراف 175-176)

ترجمہ: ان پر اس شخص کی خبر بیان کر دیں جسے ہم نے اپنی آیتیں عطا کیں پھر وہ ان سے نکل گیا تو شیطان نے اس کا پیچھا کیا تو وہ گمراہوں سے ہو گا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کی بنا پر بلند کر دیتے مگر وہ پستی کی طرف جھک گیا اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے لگا تو اس کی مثال کتے کی مانند ہے اگر اس پر حملہ کیا جائے تو وہ بھونکتا ہے اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو پھر بھی وہ بھونکتا ہے۔ یہ اس قوم کی مانند ہے جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو آپ انہیں یہ قصہ سنائیں تاکہ وہ تفکر کرنے لگیں۔

قرآن مجید کی ان آیات میں بلعم بن باعوراء کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اپنی صفت خافض کی بنا پر پست کر دیا اور اس کا انجام بہت برا ہوا۔ تفاسیر میں اس کا قصہ یوں منقول ہے۔

بلعم بن باعورا اپنے دور کا بہت بڑا عالم اور عابد و زاہد تھا۔ اور اس کو اسم اعظم کا بھی علم تھا۔ یہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا اپنی روحانیت سے عرش اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ اور بہت ہی مستجاب الدعوات تھا کہ اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں۔ اس کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مشہور یہ ہے کہ اس کی درسگاہ میں طالب علموں کی دواتیں بارہ ہزار تھیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ''قوم جبارین'' سے جہاد کرنے کیلئے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے تو بلعم بن باعورا کی قوم اس کے پاس گھبراتی ہوئی آئی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی بڑا اور نہایت ہی طاقتور لشکر لے کر حملہ آور ہونے والے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ہماری زمینوں سے نکال کر یہ زمین اپنی قوم بنی اسرائیل کو دے دیں۔ اس لئے آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ایسی بددعا کر دیجئے کہ وہ شکست کھا کر واپس لوٹ جائیں۔ آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے آپ کی دعا ضرور مقبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر بلعم بن باعورا کانپ اٹھا اور کہنے لگا کہ تمہارا برا ہو خدا کی پناہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کے لشکر میں مومنوں اور فرشتوں کی جماعت ہے۔ ان پر بھلا میں کیسے؟ اور کس طرح بددعا کر سکتا ہوں؟ لیکن اس کی قوم نے رو رو کر اور گڑگڑا کر اس طرح اصرار کیا کہ اس نے یہ کہہ دیا کہ استخارہ کر لینے کے بعد اگر مجھے اجازت مل گئی تو بددعا کر دوں گا۔ مگر استخارہ کے بعد جب اس کو بددعا کی اجازت نہیں ملی تو اس نے صاف صاف جواب دے دیا کہ اگر میں بددعا کروں گا تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس کی قوم نے بہت سے گراں قدر ہدایا اور تحائف اس کی خدمت میں پیش کر کے بے پناہ اصرار کیا۔ یہاں تک کہ بلعم بن باعورا پر حرص

اور لالچ کا بھوت سوار ہوگیا اور وہ مال کے جال میں پھنس گیا اور اپنی گدھی پر سوار ہوکر بددعا کیلئے چل پڑا۔ راستہ میں بار بار اس کی گدھی ٹھہر جاتی اور منہ موڑ کر بھاگ جانا چاہتی تھی مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ گدھی کو اللہ تعالیٰ نے گویائی کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے کہا کہ افسوس! اے بلعم بن باعورا! تو کہاں اور کدھر جا رہا ہے؟ دیکھ میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ اے بلعم بن باعورا! تیرا برا ہو۔ کیا تو اللہ کے نبی اور مومنین کی جماعت پر بددعا کرے گا؟ گدھی کی تقریر سن کر بھی بلعم بن باعورا واپس نہیں لوٹا۔ یہاں تک کہ ''حسبان'' نامی پہاڑ پر چڑھ گیا اور بلندی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو بغور دیکھا اور مال و دولت کے لالچ میں اس نے بددعا شروع کردی لیکن خدا کی شان کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے بددعا کرتا تھا مگر اس کی زبان پر اس قوم کیلئے بددعا جاری ہوجاتی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی مرتبہ اس کی قوم نے ٹوکا کہ اے بلعم! تم تو الٹی بددعا کررہے ہو۔ تو اس نے کہا اے میری قوم! میں کیا کروں؟ میں بولتا کچھ ہوں اور میری زبان سے کچھ اور ہی نکلتا ہے پھر اچانک اس پر یہ غضب الٰہی نازل ہوگیا کہ ناگہاں اس کی زبان لٹک کر اس کے سینے پر آ گئی۔ اس وقت بلعم بن باعورا نے اپنی قوم سے رو کر کہا کہ افسوس! میری دنیا و آخرت دونوں برباد و غارت ہوگئیں، میرا ایمان جاتا رہا اور میں قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہو لیا۔ اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہوسکتی۔ مگر میں تم لوگوں کو مکر کی ایک چال بتاتا ہوں۔ تم لوگ ایسا کرو تو شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو شکست ہوجائے۔ تم لوگ ہزاروں خوبصورت لڑکیوں کو بہترین پوشاک اور زیورات پہنا کر بنی اسرائیل کے لشکروں میں بھیج دو۔ اگر ان کا ایک آدمی بھی زنا کرے گا تو پورے لشکر کو شکست ہوجائے گی۔ چنانچہ بلعم بن باعورا کی قوم نے اس کے بتائے ہوئے مکر کا جال بچھایا اور بہت سی خوبصورت دوشیزہ لڑکیوں کو بناؤ سنگار کرا کر بنی اسرائیل کے لشکروں میں

بھیجا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کا ایک رئیس ایک لڑکی کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا اور اُس کو اپنی گود میں اٹھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے گیا۔ اور فتویٰ پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! یہ عورت میرے لئے حلال ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ خبردار یہ تیرے لئے حرام ہے فوراً اس کو اپنے سے الگ کر دے اور اللہ کے عذاب سے ڈر مگر اس رئیس پر غلبہ شہوت کا ایسا زبردست بھوت سوار ہو گیا تھا کہ وہ اپنے نبی کے فرمان کو ٹھکرا کر اس عورت کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور زنا کاری میں مشغول ہو گیا۔ اس گناہ کی نحوست کا یہ اثر ہوا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں اچانک طاعون (پلیگ) کی وباء پھیل گئی اور گھنٹے بھر میں 70 ہزار آدمی مر گئے اور سارا لشکر ناکام و نامراد واپس لوٹ آیا جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب مبارک پر بہت ہی صدمہ گزرا۔ بلعم بن باعورا پہاڑ سے اتر کر مردود بارگاہ الٰہی ہو گیا۔ آخری دم تک اس کی زبان اس کے سینے پر لٹکتی رہی اور وہ بے ایمان ہو کر مر گیا۔

(تفسیر ابن کثیر)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان کو پست کر دیتا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ خافض مراد وہ موجود برحق ہے جو کفار کو بدبختی میں مبتلا کر کے پست کر دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو دوری کے گڑھے میں ڈالتا ہے۔ اور جو شخص اپنا مشاہدہ محسوسات پر اور اپنی ہمت کو ان خواہشات نفسانی پر جن میں چوپائے بھی اس کے شریک ہیں مائل رکھتا ہے تو اس کو وہ اسفل السافلین میں گرا دیتا ہے۔

اس اسم سے بندے کا یہ حصہ ہے کہ غلط بات کہنے والے کا ساتھ نہ دے بلکہ باطل کو پست کرنے کی کوشش کرے اور خدا کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھے۔

اَلرَّافِعُ

یَارَافِعُ (اے درجے بلند کرنے والے)

عدد: 351 تاثیر: جمالی

الرافع کا لفظ رفع سے بنا ہے جس کا مطلب بلند کرنا، اونچا کرنا، رفعت بخشنا ہے۔ شان وشوکت اور رعب دبدبے میں اضافہ کرنا، درجات اور مراتب کو بلند کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کی بنا پر لوگوں کے درجات اور مراتب میں اضافہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے رفعت، بلندی، برتری اور عزت سے نواز دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ لوگوں کو عزت وشرف اور شان وشوکت اور برتری عطا فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر رفعت کا لفظ بیان ہوا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (پ 3 بقرہ 253)

ترجمہ: یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجات کو بلند کیا۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا

(پ 6 نساء 158)

ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف بلند کیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ

(پ 7 انعام 83)

ترجمہ: ہم جس کے چاہیں درجات بلند کرتے ہیں، بے شک تمہارا رب حکمت والا علم والا ہے۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ

(پ 13 یوسف 76)

ترجمہ: ہم جن کے درجات بلند کرنا چاہیں بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ (پ 13 رعد 2)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر قائم کیا ہے جیسا کہ تم انہیں دیکھتے ہو پھر وہ عرش پر جلوہ افروز ہوگیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا۔

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (پ 16 مریم 57)

ترجمہ: اور ہم نے انہیں اعلیٰ مقام کی طرف بلند کیا۔

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (پ 25 زخرف 32)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے درجات ایک دوسرے پر بلند کردیئے تاکہ ان میں سے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بڑی خوب ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ (پ 27 رحمٰن 7)

ترجمہ: اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور میزان عدل قائم کی۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (پ 28 مجادلہ 11)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کی بلندی فرمادے گا اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ قفة (پ 30 غاشیہ 18)

ترجمہ: اور آسمان کا ملاحظہ نہیں کرتے اسے کیسے رفعت دی گئی ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (پ 30 الم نشرح 4)

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کردیا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دین و دنیا میں بلند درجات سے نواز دیتا ہے کیونکہ دنیا اور آخرت میں انعام و اکرام سے نوازنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس لئے اسے الرافع کہا جاتا ہے۔ یہ صرف اسی کی شان ہے کہ اپنی مطیع و فرمانبردار مخلوق کی ذراسی اطاعت پر خوش ہوکر اسے رفعت بخشتا ہے اور اپنی قربت سے نوازتا ہے اور اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ عبادت کرنے والے اور اس کی محبت کی آگ میں جلنے والوں کی روحوں کو اتنی رفعت اور سربلندی عطا فرماتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔ اس لئے اگر تو اللہ کی راہ میں سربلند ہونا چاہتا ہے تو اس کے ذکر کو اپنے سینے میں ڈال لے اور ہر دم کے ساتھ اسے پکارتا رہ پھر دیکھ کہ وہ تجھے کیسے سربلند کرتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کا قول ہے کہ رافع سے مراد وہ ذات برحق ہے جو مومنوں کو کامیابی دے کر بلند کرتا ہے اور اپنے اولیاء کو قرب کی بلندی عطا فرماتا ہے۔ ایسے ہی جو شخص محسوسات اور متخیلات سے اپنا مشاہدہ اور بری خواہشات سے اپنی سوچ کو جدا کرلیتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین کے مقام تک ترقی عطا فرماتا ہے۔

رافع رفع سے بنا ہے بمعنیٰ اوپر اٹھانا۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو بدبختی کی طرف لاتا ہے اور مومنوں کو نیک بختی کی طرف بلند کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے نزدیک کرکے بلندی عطا کرتا ہے۔ اپنے دشمنوں کو اپنے سے دور کرکے پستی

میں ڈالتا ہے۔ نیز جسے چاہتا ہے اسے اس کی طبیعت کی سب سے ردی حالت میں نیچے ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی محبت کی بلند ترین فضاؤں میں اٹھالے جاتا ہے۔ یوں یہ جسے چاہتا ہے دوزخ کے بالکل نچلے طبقات میں نیچے ڈال دیتا ہے جسے چاہتا ہے جنت نعیم میں بلندیوں پر فائز کرتا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ ہی بلندی اور پستی عطا کرنے والا ہے تو بندہ کو چاہئے کہ اسی کے پاس پناہ لے کہ کہیں بد بخت لوگوں کا ساتھی بن کر پستی میں نہ گر جائے۔ یہ بات بھی اسے کرنا چاہے کہ نیک بختوں کا ہم نشین بن کر درجات کی بلندی حاصل کرے۔ دونوں جہان میں اسی حالت کا طلب گار رہے۔

اس اسم سے متخلق ہونے کی شکل یہ ہے کہ بندہ باطل کو پست کرے حق کو بلند کرے دین کے دشمنوں کو زیر کرے ان سے دشمنی رکھے حق کے دوستوں کو بلند کرے اور ان سے دوستی رکھے کیونکہ بندے کا سب سے افضل عمل یہ ہے کہ اللہ کیلئے محبت کرے اور اسی کیلئے دشمنی رکھے جیسا کہ فرمایا (اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ) اسی طرح اپنے نفس کے مرتبے کو جو کہ تمام دشمنوں سے بڑھ کر بندے کا دشمن ہے، نیچے کرے۔ دل اور روح کے مقام کو بلند کرے۔ اسی طرح مشائخ اہل یقین اور اپنے دینی بھائیوں کے مرتبے بلند و بالا دیکھے۔ اپنے مقام کو ان سب سے نیچے جانے بلکہ اپنے آپ کو نہ ہی دیکھے اور اگر دیکھے تو ناقص و کمینہ دیکھے۔

اَلْمُعِزُّ

یَامُعِزُّ (اے عزت دینے والے)

عدد: 117---تاثیر: جمالی

اَلْمُعِزُّ کالفظ عزت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بزرگی اور عزو جاہ والا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور صاحب عزۃ و جاہ نہیں۔ وہ اس قدر معزز ہے کہ کوئی اس کا ہمسر نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنی اس صفت میں یکتا اور نایاب ہے۔ وہ اپنی اس صفت کی بنا پر جسے چاہتا ہے شان و شوکت اور عزت سے نواز دیتا ہے اس لئے المعز پروردگار کی وہ صفت ہے جس کی بنا پر وہ لوگوں کو عزت عطا فرماتا ہے۔ وہ سب پر غالب اور فائق ہے جس کی بنا پر وہی وقار اور آبرو بخشتا ہے اور لوگوں کو بزرگی عطا فرماتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی اس صفت میں بے نظیر و بے مثال ہے۔ عزت کے بارے میں قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ:

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ (پ 3 آل عمران 26)

ترجمہ: اور تو جسے چاہے عزت عطا کرے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ (پ 5 نساء 139)

ترجمہ: جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنائیں کیا وہ اس طرح رب کے ہاں عزت کے متلاشی ہیں تو بے شک سب عزت اللہ ہی کیلئے ہے۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (پ 11 یونس 65)

ترجمہ: بے شک تمام عزت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے وہ سمیع ہے علیم ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ؕ (پ22 فاطر 10)

ترجمہ: جوکوئی عزت چاہتا ہوتو ہر طرح کی عزت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے پاکیزہ کلام اسی کی طرف چڑھتا ہے اور نیک عمل کو بلند کیا جاتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۧ (پ28 منافقون 8)

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کیلئے ہے مگر منافقوں کو معلوم نہیں ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی عزت اسی ذات کے ہاتھ میں ہے اور جسے چاہتا ہے عزت سے نواز دیتا ہے۔ اہل دنیا کا دستور ہے کہ جس سے کوئی راضی ہو وہ اسے عزت دیتا ہے جتنا کوئی بڑے اختیارات کا مالک ہو۔ وہ اسے اسی مناسبت سے باعزت کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر کوئی بادشاہ کا دوست ہو تو وہ اسے کوئی انعام و اکرام دے کر باعزت کرے گا اور زیادہ خوشی ہو تو اسے کوئی منصب عطا کر دے گا۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے اسے نوازنے کی کوشش کرے گا تاکہ وہ دوسروں سے ممتاز ہو جائے۔ دوسرں سے ممتاز ہونا ہی دراصل عزت پانا ہے مگر یہ دنیا کی عزت بھی اس کی عطا کے بغیر نہیں ملتی کیونکہ درحقیقت اللہ ہی کسی کے دل میں یہ بات اٹھاتا ہے تو پھر ہی دوسرے عزت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل عزت عطا کرنے والا اللہ ہی ہے اور اس کا اپنے بندوں کو معزز کرنا دراصل اس سے دوستی لگانا ہے کیونکہ اصل عزت اس کی دوستی ہے اور جسے اس کی دوستی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے وہی سب سے معزز ہوتا ہے۔ اس لئے عزت پانے کا راز اس اسم کے ورد میں ہے جو اسے معز کہہ کر پکارتا ہے وہ اسے ہمیشہ کیلئے معزز کر دیتا ہے۔

حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا اَلْمُعِزُّ اعزاز سے بنا ہے اعزاز بمعنی

کسی کو عزت دینا مذل ازلال سے بنا ہے بمعنیٰ ذلیل و خوار کرنا یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دنیا میں توفیق طاعت و ہدایت دے کر اور معصیت و ضلالت کے راستے سے بچا کر عزت عطا کرتا ہے اور عقبیٰ میں بلندی مرتبہ، جنت کی نعمتوں اور اپنی ذات پاک کے دیدار سے عزت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اسے مذکورہ صفات کے خلاف صفتوں میں مبتلا کر کے ذلت میں ڈالتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہی اللہ ہے جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔

یاد رہے کہ دائمی عزت اور حقیقی بادشاہت، حاجت کی ذلت نفس کی اسیری غلبہ شہوت یا جہالت کے عیب سے نجات پانے میں ہے۔ پس وہ شخص جس کے دل سے حجاب اٹھا لئے گئے حضرت عزت باری تعالیٰ کے مشاہدہ جمال سے سرفراز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ملک قناعت اور مخلوق سے بے نیازی کی بادشاہت عطا فرماتا ہے۔ نیز اس کے نفس پر غالب آنے میں اسے قوت دے کر اور اس کی تائید کر کے اس کی مدد فرماتا ہے تو حقیقت یہ ہوئی کہ اس نے عزت دی تو ایسے ہی شخص کو عزت دی اور اسے ہی دین و دنیا کی بادشاہی عطا فرمائی۔ اس کے برعکس جس شخص کیلئے مخلوق کی طرف اس کی چشم حاجت کو دراز کر دیا۔ اہل حاجت کو اس پر حاوی کر دیا۔ حرص کو اس پر مسلط کر دیا تو وہ قناعت سے محروم ہو گیا اور نفس و استدراج کے مکروفریب کے دھوکے میں پڑ گیا اور جہالت کی تاریکی میں ہی پھنس کر رہ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے حقیقی ملک چھین لیا۔

واضح ہو کہ امام غزالیؒ نے جس اعزاز و ازلال کا ذکر کیا ہے وہ اعزاز و ازلال حقیقی روحانی ہے۔ وہ اعزاز وازلال جو حسی و جسمانی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کا کرشمہ ہے جیسا کہ قوت، کمال، جاہ و جلال اور مال و اسباب شرف نسب لوگوں کا کسی کیلئے مددونصرت کیلئے مددگار و پیروکار بننا۔ اسی طرح ان کمالات کی ضو

اگر کسی پر ظاہر ہوتو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کا ظہور ہے۔ اسی طرح وہ تمام چیزیں جس کا دین میں نفع یا نقصان ظاہر ہوتا ہے اور جن کا اثر اہل دین میں باقی رہتا ہے بندہ جب یہ جان لیتا ہے کہ عزت و ذلت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو وہ دنیا و آخرت کی عزت اس سے چاہتا اور اس کی درگاہ سے ذلت و خواری سے پناہ مانگتا ہے۔ وہ اس بات کو بھی جان لیتا ہے ک عزت، فرمانبرداری میں ہے اور خواری نافرمانی و معصیت میں ذلت ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہئے کہ حرص و طمع اور شہوت نفس میں گر کر اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہ کرے۔

حکایت: منقول ہے کہ دو بچے کھیل رہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں خشک روٹی تھی دوسرے کے ہاتھ میں اچھی اور تر روٹی۔ خشک روٹی والے بچے نے دوسرے سے کہا کہ مجھے بھی اپنی اچھی روٹی میں سے دے۔ اس نے کہا آ اور میرا کتا بن تا کہ میں تجھے یہ روٹی دوں۔ وہ بچہ راضی ہوگیا۔ دوسرے بچے نے اس کے گلے میں رسی ڈالی اور اسے کھینچا۔

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ (جو ایک کامل بزرگ گزرے ہیں) نے جب یہ دیکھا تو فرمایا اگر یہ بچہ اپنی خشک روٹی پر قناعت کرتا تو اپنے دوست کا کتا بن کر ذلیل و خوار نہ ہوتا۔

بنان خشک قناعت کنیم و جامۂ دلق   کہ بار محنت خود بہ زبار منت خلق

ہم خشک روٹی اور پھٹے ہوئے کپڑے پر قناعت کریں گے کیونکہ اپنی محنت کا بوجھ اٹھانا مخلوق کے احسان کا بوجھ اٹھانے سے بہتر ہے۔

اس اسم سے متخلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ ان بندوں کو عزیز جانے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و معرفت اور مخالفت نفس و ہوا سے عزت عطا فرمائی اور انہیں خوار جانے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کفر و ضلالت کمینی دنیا سے میل ملاپ موافقت نفس اور جہالت و نفسانی شہوات کے گڑھے میں ڈال دیا۔

اَلْمُذِلُّ

یَا مُذِلُّ (اے ذلت دینے والے)

عدد: 770 -- تاثیر: جلالی

مذل کے معنی ذلیل وخوار کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اختیار رکھتا ہے کہ جسے چاہے دنیا میں غلط روش اختیار کرنے پر ذلیل وخوار کر دے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو ذلیل کرتا ہے وہ دنیا میں پست حال اور محتاج ہو جاتے ہیں۔ ان پر ایسی غربت طاری ہوتی ہے کہ اس سے ان کا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ برے لوگوں کو ذلت سے ہمکنار کر دیتا ہے اور ان پر اپنی صفت مذل کا اظہار فرما دیتا ہے۔

اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت مذل کے باعث مغرور، متکبر اور گھمنڈ میں مبتلا لوگوں کو ذلالت میں گرائے رکھتا ہے جو قوم یا شخص اس کی اطاعت نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت سے ہمکنار کر دیتا ہے اور جن پر اللہ کی صفت مذل کا اظہار ہو جائے تو انہیں عزت ملنا مشکل ہو جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ 3 ال عمران 26)

ترجمہ: اس طرح کہیں کہ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہئے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک چھین لے تو جسے چاہے عزت عطا کرے اور جسے چاہے ذلت دے۔ بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ بے

شک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذلت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اہل علم کا کہنا ہے کہ ذلت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک مثبت اور دوسری منفی۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اپنی مہربانی فرماتا ہے اور اسے اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کی اصلاح کیلئے ظاہری طور پر اس پر غربت طاری کر دیتا ہے۔ آزماش کے طور پر بعض نعمتیں چھین لیتا ہے۔ لوگ اس بنا پر اسے ذلیل تصور کرنے لگتے ہیں۔ آخر کچھ عرصے کے بعد وہ دور ختم ہو جائے گا اور جب اسے مکمل طور پر روحانیت حاصل ہو جاتی ہے تو سب لوگ اس کی دل سے عزت کرنے لگتے ہیں یہ ذلت کا مثبت انداز ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگوں پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر انہیں ذلیل و رسوا کر دیتا ہے اور ایسی ذلت منفی ہوتی ہے۔ یہ ذلت دراصل سزا ہوتی ہے ایسے ہی آخرت میں کافروں کیلئے جو سزائیں مقرر ہیں ان سے مراد ان کی ذلت ہے۔ القصہ عزت کو ذلت میں بدلنا اور ذلت کو عزت میں بدلنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس بنا پر اس کی یہ صفت مُذل ہے۔

اللہ کی ذات وہ ہے کہ جس کو چاہے بادشاہی دے جس سے چاہے چھینے۔ سچی بادشاہی یہ ہے کہ محتاجی کی ذلت اور شمولیت کی مجبوری اور نادانی کے عیب سے نجات حاصل ہو۔ پس اس نے جس شخص کے دل سے پردہ اٹھا دیا یہاں تک کہ اس نے اس ذات والاصفات کے جمال کا نظارہ کر لیا اور اس کو قناعت کی توفیق بخشی یہاں تک کہ وہ اس کی بدولت مخلوق سے بے پروا ہو گیا اور اس کو قوت و طاقت بخشی یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کی صفات پر غالب آ گیا۔ تو اس کو اس جہان میں بھی عزت اور بادشاہی عطا کی اور پھر آخرت میں بھی تقرب کی عزت بخشے گا اور فرمائے گا: یَـاَیَّتُهَـا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ (یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف جا)۔

اور جو شخص مخلوق پر نظر رکھتا ہے حتیٰ کہ اس کا محتاج بن جاتا ہے اور اس پر اس

قدر حرص غالب ہو جاتی ہے کہ وہ کسی حد تک قناعت نہیں کرتا اور جہالت کے اندھیرے میں پڑا رہتا ہے۔ اس کو خدا نے بالکل ذلیل کر دیا اور اس سے ملک چھین لیا۔ یہ خدا کے کام ہیں جس طرح چاہے کرے۔ وہی عزت دینے والا ہے وہی ذلت دینے والا جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔

اَلسَّمِیْعُ

یَاسَمِیْعُ (اے سننے والے) ☆ عدد: 180- تاثیر: جمالی

اَلسَّمِیْعُ کا لفظ سمع سے بنا ہے جس کے معانی سننا ہے۔ اس لحاظ سے سمیع سے مراد بہت سننے والا ہے۔ سننے کا وصف اللہ تعالیٰ نے انسان میں بھی ڈالا ہے۔ انسان اپنے کانوں سے مختلف آوازوں کو سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سننا اس لحاظ سے انسان سے مختلف ہے کیونکہ وہ سننے کیلئے کانوں کا محتاج نہیں اس کی قوت سمع بغیر کانوں کے ہے۔ لہٰذا انسان کی قوت سمع موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی اس قوت کا تعلق زندگی سے وابستہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی قوت سمع ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اسے فنا نہیں بلکہ اسے بقا ہے۔ بندے کو جو قوت سمع دی گئی ہے وہ صرف قریب سے سن سکتا ہے بہت دور سے سننے پر وہ قادر نہیں ہے۔ ایسے ہی وہ بلند آواز کو سن سکتا ہے اور آہستہ آواز کو نہیں سن سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جس طرح قریب سے سنتا ہے اسی طرح دور سے بھی سنتا ہے جس طرح وہ بلند آواز کو بھی سنتا ہے اسی طرح وہ ہلکی سے ہلکی آواز کو بھی سنتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ انسان کے دل کی آواز کو بھی سن لیتا ہے بندہ سننے میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے لیکن اللہ تعالیٰ سمیع ہونے کی وجہ سے کسی کا محتاج نہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (پ 1 بقرہ 127)

ترجمہ: اے ہمارے رب اسے قبول کر بے شک تو سننے والا علم والا ہے۔

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (پ 1 بقرہ 137)

ترجمہ: پس اے محبوب اللہ تمہارے لئے کافی ہے اور وہ سننے والا علم والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پ 2 بقرہ 181)

ترجمہ: بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پ 2 بقرہ 227)

ترجمہ: تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (پ 3 آل عمران 38)

ترجمہ: جہاں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے اپنے ہاں سے صالح اولاد عطا کر بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ (پ 4 آل عمران 121)

ترجمہ: اور یاد کرو اے محبوب جب تم اپنے گھر سے نکلے اور مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرنے لگے اور اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (پ 6 نساء 148)

ترجمہ: اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (پ 6 مائدہ 76)

ترجمہ: اور اللہ وہ ہے جو سننے والا جاننے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ (پ 17 حج 61)

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے کچھ حصے کو دن میں شامل کرتا ہے اور دن کے کچھ حصے کو رات میں شامل کرتا ہے اور بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۚ (پ 17 ج 75)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام رساں چن لیتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ (پ 21 لقمان 28)

ترجمہ: تمہارا پیدا کرنا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنا نفس واحد کی طرح ہے۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اسماء الحسنیٰ میں لکھا ہے کہ سمیع وہ ذات ہے جس کے ادراک سے کوئی سننے کی بات مخفی نہیں رہتی۔ خواہ باریک سے باریک ہو۔ وہ رات کے وقت صاف پتھر پر چلنے والی چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔ حمد کہنے والوں کی حمد سن کر جزائے خیر دیتا ہے۔ دعا کرنے والوں کی دعائیں سن کر قبول کرتا ہے۔ اس کی شنوائی کانوں اور کان کے پردوں کے بغیر ہی ہے جس طرح کہ اس کے دوسرے افعال بلا اعضا کے اور کلام بے زبان کے ہیں اور اس کی شنوائی حدوث وتجدد سے پاک ہے۔

جب تم کو یہ معلوم ہو چکا کہ اس کی شنوائی ایسے تغیرات سے پاک ہے جو مسموعات کے تازہ وقوع کے وقت عارض ہو سکتے ہیں اور تم نے اس کو اس امر سے منزہ سمجھ لیا ہے کہ وہ کان یا کسی دوسرے آلہ سے سنتا ہو تو تم آپ سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہو کہ اس کی شنوائی کیا ہے؟ ایک صفت ہے جس سے اشیاء کی صفات کی پوری کی پوری ماہیت اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔ جو شخص اس امر پر غور نہیں کرتا۔ وہ تشبیہ کے

خیال میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تم اس سے بچو اور ذرا غور و فکر سے کام لو۔

بندہ کو حس کی حیثیت سے شنوائی کا جو حصہ حاصل ہے وہ ناقص ہے کیونکہ وہ تمام مسموعات کو ادراک نہیں کر سکتا۔ بلکہ صرف انہیں آوازوں کو محسوس کر سکتا ہے جو اس کے قریب ہوں۔ پھر یہ کہ اس کا ادراک ایک عضو کے ذریعے سے ہے اور وہ ایک ایسا آلہ ہے جو مختلف آفات میں گھرا ہوا ہے۔ اگر آواز دھیمی ہو تو وہ ادراک کر نہیں سکتا۔ اگر دور ہو تو بھی سن نہیں سکتا۔ اگر آواز بڑی ہو تو شنوائی کا پردہ بھی پھٹ جاتا ہے۔ اور شنوائی باطل ہو جاتی ہے۔

شنوائی سے بندہ کا دینی حصہ دو امر ہیں ایک تو یہ کہ وہ اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے۔ لہٰذا اپنی زبان کو برے کلام اور بے ہودہ گوئی سے محفوظ رکھے۔

دوئم یاد رکھے کہ اس کو سننے کی طاقت اس لئے دی گئی ہے کہ خدا کا کلام سنے جو اس نے نازل فرمایا ہے اور اس کے ذریعے سے خدا کی راہ پر چلنے کی ہدایت حاصل کرے۔ غرض اس کے سوا اور کسی بات میں اپنی شنوائی استعمال نہ کرے۔

اَلْبَصِیْرُ

یَابَصِیْرُ (اے دیکھنے والے) ☆ عدد: 302 - تاثیر: جمالی

بصیر کا لفظ بصر سے بنا ہے اور بصر سے مراد دیکھنے کی قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنی اس صفت کی بنا پر ہر شے کو ہر وقت دیکھ رہا ہے خواہ وہ شے دور ہے یا نزدیک، چھوٹی ہے یا بڑی۔ اللہ کی قوت بصارت سے باہر نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہر وقت دیکھ رہا ہے غرضیکہ وہ ظاہر کو بھی دیکھتا ہے اور چھپی چیز کو بھی دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دیکھنے کی طاقت دی ہے وہ اسی کی عطا

کردہ ہے۔ انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ دیکھنے میں آنکھ کا محتاج نہیں اس کی قوت بصارت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور وہ لامحدود ہے۔ اللہ اپنی قوت بصارت میں اتنا قوی ہے کہ اگر کوئی چاردیواری کے اندر چھپ کر عمل کر کرے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے غرضیکہ اللہ تعالیٰ سے کون و مکاں میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ ۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ؏ (پ1 بقرہ 96)

ترجمہ: اور جس طرح کے عمل یہ کررہے ہیں اللہ انہیں دیکھتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (پ2 بقرہ 233)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰہِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًاۢ بَصِیْرًا ؏ (پ5 نساء 134)

ترجمہ: اور جو دنیا کا انعام چاہے تو یاد رکھو کہ دنیا اور آخرت کا انعام اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ

(21 لقمان 28)

ترجمہ: تمہارا پیدا کرنا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنا نفس واحد کی طرح ہے۔ بے شک سننے والا دیکھنے والا ہے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (پ24 مؤمن 56)

ترجمہ: پس اللہ کی پناہ طلب کرو بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ

هُوَالسَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (پ15 بنی اسرائیل 1)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاک ہے جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گردونواح کو ہم نے بابرکت کر رکھا ہے تا کہ ہم اپنے بندے کو قدرت کی نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا (پ15 بنی اسرائیل 17)

ترجمہ: اور آپ کا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَالْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌ ۢ بَصِيْرٌ (پ22 فاطر 31)

ترجمہ: اور جس کتاب کا نزول ہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف کیا ہے وہ حق ہے۔ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی مصدق ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ وَلٰـكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ ۢ بَصِيْرٌ (پ25 شوریٰ 27)

ترجمہ: اور اللہ اگر اپنے تمام بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں نازیبا حرکات کرتے لیکن وہ اپنے مقرر شدہ اندازے کے مطابق جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۚ (پ3 آل عمران 15)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

بَصِیْرٌ (پ 12 ھود 112)

ترجمہ: پس آپ اور آپ کے ساتھ توبہ کرنے والے قائم رہیں جیسا کہ حکم دیا گیا ہے اور نافرمانی نہ کرو بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے دیکھتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ بصیر وہ ذات پاک ہے جو ہر چیز کو صاف صاف دیکھ رہی ہے۔ یہاں تک کہ مٹی میں چھپی ہوئی چیزیں بھی اس کی نظر سے مخفی نہیں ہیں۔ اس کا دیکھنا بھی پتلی، ڈھیلے اور پپوٹے وغیرہ سے پاک ہے اور اس معنےٰ سے بری ہے کہ اس کی ذات میں اشیاء کی صورتیں اور رنگ منطبع ہوتے ہوں۔ جیسے انسان کی آنکھ میں منطبع ہوتے ہیں کیونکہ یہ امور ان تاثرات و تغیرات کی قبیل سے ہیں۔ جو تجدد و حدوث کے مقتضی ہیں۔ جب وہ ان امور سے پاک ہے تو اس کا دیکھنا ایک ایسی صفت ہے جس سے دیدنی اشیاء کی ٹھیک ٹھیک صفات منکشف ہو جاتی ہیں اور یہ بینائی اس بینائی سے کہیں زیادہ روشن اور تیز ہے جو آنکھوں کو حاصل ہے اور جو اکثر صاف اور ظاہر چیزوں کو محسوس کرنے سے بھی قاصر رہتی ہے۔

وصف بصر میں حس کی حیثیت سے جو حصہ بندہ کو حاصل ہے وہ ظاہر ہے لیکن وہ ضعیف و قاصر ہے کیونکہ اس کی طاقت دور تک کام نہیں کرتی اور نہ اشیاء میں جاتی ہے بلکہ صرف ظاہری اشیاء کو محسوس کرتی ہے چھپی ڈھکی باتوں سے قاصر ہے۔

دینی حصہ دو چیزیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ یقین رکھے کہ اس کو بینائی اس لئے دی گئی ہے کہ وہ خدا کی نشانیوں اور عجائب ملکوت اور آسمانوں پر نظر کرے تاکہ اس کو عبرت حاصل ہو۔

کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا مخلوق میں سے کوئی شخص آپ جیسا ہوگا؟ فرمایا ہاں جس شخص کی نظر عبرت کیلئے ہو اور خاموشی غور و فکر کیلئے اور کلام خدا کے ذکر کیلئے! وہ مجھ جیسا ہے۔

دوم یاد رکھے کہ وہ ہر وقت خدا کی نظر میں ہے۔ لہٰذا اس کی نظر سے بے پروائی نہ کرے۔ جو شخص لوگوں سے ایسی باتیں چھپاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپاتا۔ وہ گویا خدا کی نظر سے بے پروائی کر رہا ہے۔

اس صفت پر ایمان لانے کا ایک ثمرہ مراقبہ ہے۔ پس جو شخص جانتا ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور پھر کسی گناہ کے قریب جاتا ہے وہ کیسا دلیر اور گستاخ ہے! اور اگر یہ گمان رکھتا ہے کہ خدا نہیں دیکھتا تو وہ کتنا بڑا کافر ہے!!!

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تحریر کیا ہے کہ سمیع اور بصیر کی صفات سننے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، منکشف ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ انکشاف مکمل اور تمام ہوتا ہے اسے اس کیلئے کسی آلے اور قوت حاسہ کی کوئی محتاجی نہیں۔ وہ سنتا ہے مگر کان سے نہیں وہ دیکھتا ہے مگر آنکھ سے نہیں۔ اس طرح کا سننا اور دیکھنا بڑا اکمل و جامع ہوتا ہے کیونکہ اعضاء و آلات پر تغیر، حادثات و آفات کا اثر ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے دور و نزدیک سب برابر ہیں۔ اس کی یہ بھی شان ہے کہ ایک چیز کا سننا اور دیکھنا اسے دوسری چیز کے سننے اور دیکھنے سے مزاحم نہیں۔ ان دو صفتوں کے اثبات کے مقام میں تشبیہ سے بچنا ضروری ہے اور جبکہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانی صفات سے منزہ ہے تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ تشبیہ سے سے بھی پاک و منزہ ہے۔ قرآن مجید ان دونوں صفتوں کو ثابت کرتا ہے۔ ان دونوں صفتوں کی علم سے تاویل کرنا (یعنی یہ کہنا کہ سمیع و بصیر سے مراد اس کا علم ہے) اس کی یہ تاویل خلاف ظاہر ہے اور جب بندہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے تو وہ کوئی ایسی بات نہیں کرتا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو چنانچہ وہ جو کچھ کہتا ہے ادب و احترام سے کہتا ہے۔ غیبت، بہتان، گپ شپ، مدح نفس اور لعن طعن سے پرہیز کرتا ہے وہ نہیں دیکھتا اور نہیں سنتا مگر خدا کا کلام اور خدا کی پیروی کرنے والوں کا کلام۔ چنانچہ وہ اسی چیز سے راضی ہوتا ہے جس سے خدا راضی ہوتا ہے۔ وہ نظر کو بھی حرام سے بچاتا

ہے اسی طرح آنکھ کو دنیا کی چمک دمک اور آرائش و زیبائش کے دیکھنے سے بھی بچاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مصنوعات اور اس کی عجیب عجیب مخلوقات کو دیکھتا اور عبرت حاصل کرتا ہے پھر اس کے نتیجے وہ دائمی مراقبہ دل کی کیفیت کو اپنے لئے لازم کر لیتا ہے اور محاسبے کی شکل میں ہر وقت اپنے نفس کا مطالعہ کرتا رہتا ہے

حضرت امام بونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بصیر وہ ذات اعلیٰ ہے جس سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ وہ آنکھ اور پلک وغیرہ سے منزہ و مقدس ہے۔ جیسے انسان کی آنکھ میں صورتیں ہوتی ہیں وہ اس سے مقدس ہے کہ ذات میں بھی کوئی چیز سمائے۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان کی آنکھ قاصر ہے۔ پوشیدہ اسرار کا مشاہدہ نہیں کر سکتی اور ارواح و ضمائر اور خطروں کو بھی نہیں دیکھ سکتی۔ انسانی آنکھ میں بینائی صرف دو باتوں کیلئے ہے ایک تو یہ کہ عجائب الٰہی کا مشاہدہ کرے۔ دوسرے یہ جانے کہ آئینہ دار اصل اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کو اپنی حرکات و سکنات پر حیرت نہ ہو اور یہ خیال بھی نہ کرے کہ اسماء میں دلالت کی طرف سے کوئی تغائر ہے بلکہ اعتقاد رکھے کہ سب کچھ معلومات کی جانب سے ہے کیونکہ صفات الٰہی مخالف نہیں ہیں اور اللہ ہی واحد احد فرد و صمد ہے۔

اَلْحَکَمُ

یَا حَکَمُ (اے حکم والے) ☆ اعداد: 68 - تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ کی صفت حکم کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر اس کا حکم چلتا ہے۔ یعنی وہ حاکم مطلق ہے۔ حاکم وہ ہوتا ہے جس کے حکم کو بلاچون و چرا تسلیم کرنا پڑے اور ہر کسی پر ہر حال میں ہر وقت لاگو ہو۔ کوئی بھی اس سے مبرا نہ ہو۔ جب چاہے اور جو چاہے حکم دے اور کسی کو بھی اس میں تامل نہ ہو۔ اس لحاظ سے اللہ ہمارا

حاکم ہے اور ہم محکوم ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ

(پ 3 آل عمران 23)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا۔ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا کہ اس سے ان کے درمیان فیصلہ ہو جائے مگر ان میں سے ایک فریق معترض ہو کر اس سے پھر جاتا۔

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ

(پ 8 اعراف 87)

ترجمہ: اللہ کے رسول شعیب نے کہا اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہیں لایا پس صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب حاکموں سے بہتر ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۧ (پ 11 یونس 109)

ترجمہ: آپ کو جو وحی آتی ہے اس کی اتباع کریں اور صبر کئے رہو حتیٰ کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو حاکم بننے کا اختیار دیا ہے یہ حقیقی نہیں بلکہ اس احکم الحاکمین کے حکم کے ماتحت ہے۔ اس لئے دنیاوی حاکموں کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ کی قائم کردہ حدوں کے اندر رہ کر حکم چلائیں۔ اگر کوئی حاکم ان حدوں سے تجاوز کرے تو اس کیلئے اس فعل کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس لئے دنیا میں حاکم بن کر یہ

کوشش کرنی چاہئے کہ ہر کام اللہ کی رضا کے مطابق کیا جائے چونکہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی نہ ہوتو اللہ تعالیٰ اس پر مشیت کا فیصلہ زبردستی جاری کرتا ہے جس سے اسے فائدہ کے بجائے نقصان ہوگا۔ اس کے برعکس جو شخص اللہ کا حکم خوشی کے ساتھ قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور کرم سے نواز دے گا اور ایسے شخص کی زندگی سکون اور خوشی میں گزرے گی۔

اَلْعَدْلُ

یَاعَدْلُ (اے انصاف کرنے والے)

اعداد: 104 --- خاصیت: جلالی

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عادل ہے کیونکہ اس کا ہر کام عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے اور اس کے کسی بھی حکم میں ناانصافی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے حکم میں کوئی ظلم یا زیادتی ہوتی ہے کیونکہ اس کے احکام اور افعال ظلم سے منزہ ہیں۔ اس لئے اللہ کی جانب ظلم یا زیادتی کی نسبت کرنا کفر ہے۔

ایک اور قول کے مطابق عدل کا معنی لغت میں انصاف اور انصاف کرنے والا ہے۔ عدل ظلم اور جور کی ضد ہے پھر یہ لفظ استقامت و اعتدال اور ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ برابر کرنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جور و ظلم سے منزہ ہے کیونکہ ظلم دراصل غیر کی ملک میں دخل دینے کا نام ہے اور کائنات کی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی ملک سے باہر نہیں بلکہ سارا عالم اس کی ملک ہے۔ خداوند تعالیٰ کے تمام افعال مستقیم و معتدل اور لاتعداد حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ط

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ ۢ بِالْعَدْلِ ۖ (پ 3 بقرہ 282)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم کسی کو مقررہ مدت تک رقم دو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف سے لکھے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ (پ 5 نساء 58)

ترجمہ: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ان کی امانتیں ان کو دے دو جن کی ہیں اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ

(پ 7 مائدہ 106)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو وصیت کے وقت تمہاری آپس کی گواہی اس طرح ہو کہ تم میں سے دو عادل مرد ہوں یا دوسرے دو غیروں میں سے ہوں۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (پ 8 انعام 115)

ترجمہ: اور آپ کے رب کا کلام سچائی اور عدل میں مکمل ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۠

(پ 14 نحل 76)

ترجمہ: کیا یہ اس شخص کے برابر ہو جائے گا جو انصاف کے ساتھ حکم دیتا ہو اور وہ صراط مستقیم پر چل رہا ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

(پ 14 نحل 90)

ترجمہ: بے شک اللہ انصاف کرنے اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی سے منع فرماتا ہے تمہیں وعظ کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (پ 26 حجرات 9)

ترجمہ: پھر اگر وہ واپس لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل اور انصاف کے مطابق صلح کروا دو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

عدل کے معنی عادل اور یہ وہ ذات ہے جس سے عدل کا فعل صادر ہو، جو ظلم و ستم کے خلاف ہے۔ وہ شخص عادل کو نہیں پہچان سکتا، اس کے عدل کو نہیں پہچانتا لہٰذا جو شخص اس وصف کو معلوم کرنا چاہے۔ اس کو چاہئے کہ حتی المقدور اللہ تعالیٰ کے تمام افعال کا (جو بالائے آسمان سے لے کر زیر زمین تک تعلق رکھتے ہیں) علم حاصل کرے۔ حتی کہ جب وہ خدا کی آفرینش میں باوجود اپنے مکر اور چالبازی غور وفکر کے کسی قسم کی کجی اور قصور نہ پائے گا تو بارگاہ رب العزت کی شان وعظمت اس کو دم بخود بنا دے گی۔ اور اس کے کاموں کا اعتدال وانتظام اس کو حیران کردے گا۔ اس وقت عدل خداوندی کے معانی کا کوئی حصہ اس کے ذہن میں آ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کی جسمانی و روحانی اور کامل و ناقص موجودات بنائی ہیں۔ اور ہر شے کو اس کی آفرینش عطا کی ہے۔ اس لحاظ سے وہ جواد (عالی حوصلہ) ہے اور اس نے ہر چیز کو اس کی مناسب ترتیب میں رکھا ہے۔ اس لحاظ سے وہ عادل ہے۔

چنانچہ عالم کے بڑے بڑے اجسام زمین، پانی، ہوا، آسمان اور ستارے ہیں۔ خدا نے ان کو پیدا کر کے ایک مناسب ترتیب دی ہے۔

زمین کو سب سے نیچے رکھا ہے۔ اس پر پانی کو جگہ دی ہے۔ پھر پانی پر ہوا کا مقام بنایا ہے اور ہوا پر آسمان قائم کئے ہیں۔ اگر اس ترتیب کو الٹ دیا جائے تو سارا نظام باطل ہو جائے۔ شاید یہ عدل و نظام کیلئے اس ترتیب کے مناسب ہونے کی شرح اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ لہٰذا ہم عام لوگوں کے فہم و ادراک کا لحاظ رکھ کر کہتے ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے بدن کے متعلق غور کرے، جو مختلف اعضاء سے مرکب ہے جیسے کہ عالم کا بدن مختلف اجسام سے مرکب ہے۔ انسانی بدن کو پہلے تو خدا نے ہڈی، گوشت اور چمڑے سے مرکب کیا ہے۔ ہڈیوں کو کھوکھلے ستون بنایا ہے اور گوشت کو ان کا غلام بنایا ہے۔ اور چمڑے کو گوشت کا غلاف قرار دیا ہے۔ اگر یہ ترتیب بالعکس ہو جائے اور اندر کی چیز باہر رکھی جائے تو سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔

اگر یہ بات بھی تمہارے نزدیک باریک ہے تو ایک اور مثال سنو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے مختلف اعضاء مثلاً ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، ناک اور کان پیدا کئے ہیں تو وہ ان اعضاء کے پیدا کرنے میں تو جواد ہے اور ان کو خاص مقامات پر رکھنے میں عادل ہے۔ مثلاً آنکھ کو ایسے مقام پر رکھا ہے جو اس کیلئے بدن میں تمام مقامات کی بہ نسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ اگر اس کو گدی پر یا پاؤں پر، ہاتھ پر یا کھوپڑی پر بنایا ہوتا تو جس قدر اس کے نقصان کا اندیشہ تھا وہ مخفی نہیں اور اسی طرح اس نے ہاتھوں کو کندھوں سے معلق کیا ہے۔ اگر ان کو سر کے ساتھ یا کوکھوں میں یا گھٹنوں پر لگا دیتا تو اس سے جو خلل آتا وہ محتاج دلیل نہیں۔ اسی طرح اس نے تمام حواس سر میں جمع کئے ہیں کیونکہ وہ جاسوس ہیں۔ ان کا تمام بدن سے بلند مقام پر ہونا ضروری تھا۔ اگر ان کو پاؤں پر رکھا ہوتا تو قطعاً ان کا نظام خلل پذیر ہو جاتا۔ اس امر کی تفصیل ہر عضو کے متعلق کی جائے۔ تو یہ بیان بہت لمبا ہو جائے گا۔ بالاجمال اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ اس

نے جو چیز جس مقام پر پیدا کی ہے وہ اسی جگہ کیلئے مناسب ہے۔ اگر اس جگہ سے دائیں طرف یا بائیں طرف یا اوپر یا نیچے بنائی جاتی تو ناقص یا باطل یا خراب یا بدنما اور غیر متناسب ہوتی۔ ناک کو چہرہ کے وسط میں پیدا کیا ہے۔ اگر اس کو ماتھے میں یا ایک رخسار میں بنایا ہوتا تو اس کے موجودہ فوائد میں ضرور کمی آ جاتی اور تجھے اس کی حکمت کا بخوبی پتہ لگ جاتا۔

واضح ہو کہ سورج کو جو خدا نے چوتھے آسمان پر بنایا ہے۔ تو یہ کوئی لغو بات نہیں ہے بلکہ اس نے بجا کیا ہے اور اس کو ایسے مقام پر رکھا ہے جو اس کے مقاصد حاصل ہونے کیلئے مناسب ہے۔ مگر تم اس کی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ تم میں عالم بالا اور عالم سفلی میں غور وفکر کرنے کی کم استعداد ہے۔ اگر تم ان میں نظر کرو تو ایسے عجائبات ملاحظہ کرو جن کے آگے تمہارے بدن کے عجائبات ہیچ ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ آسمان و زمین کی آفرینش لوگوں کی آفرینش سے بڑی ہے۔ کاش کہ تم کو اتنی توفیق ہوتی کہ اپنے نفس کی عجائبات کو سمجھتے اور اس میں اور اس کے اردگرد کے اجسام میں غور کرنے سے فراغت پاتے تاکہ اس زمرہ میں شریک ہو جاتے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

ترجمہ: عنقریب ہم ان کو اپنے نشان زمانے میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھائیں گے۔

یہ مرتبہ تو تم کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں میں شامل ہو جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ

ترجمہ: اس طرح ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کے عجائبات دکھاتے ہیں

تا کہ وہ ارباب یقین میں شامل ہو جائے۔

اور اس شخص کیلئے آسمانوں کے دروازے کیونکر کھولے جائیں گے جس کو دنیا کے فکر و تردد نے اپنے دھندوں میں غرق کر رکھا ہو۔ اور حرص و ہوا نے اپنا غلام بنالیا ہو۔

الغرض یہ بیان اس اکیلے اسم کی راہ معرفت کی پہلی منزل دکھانے کیلئے ایک اشارہ تھا۔ اس کی پوری پوری شرح کیلئے کئی بڑے دفتر درکار ہوں گے اور اسی طرح ہر اسم کے معنی کی شرح کیونکہ تمام اسما افعال سے مشتق ہیں۔ جن کا سمجھنا افعال اور ان اشیاء کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے افعال سے موجود ہیں اور جو شخص ان کا مجمل یا مفصل علم نہیں رکھتا۔ پس اس کے پاس ان کے متعلق محض تفسیر و لغت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کا مفصل علم تو حاصل ہو نہیں سکتا کیونکہ اسکی کوئی انتہا نہیں۔ رہا بالا جمال علم، سو وہ مقدور بھر حاصل ہو سکتا ہے اور اسی پیمانہ پر بندہ کو اسماء کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اتنی معرفت بھی تمام علوم کو حاوی ہے۔ اس قسم کی کتاب سے مدعا یہ ہے کہ اس کی ابتدائی اور موٹی موٹی باتوں کی طرف اشارہ کیا جائے۔ بس

عدل سے بندہ کا جو حصہ ہے وہ مخفی نہیں۔ اپنی صفات کو اعتدال پر لانے کا پہلا حق یہ ہے کہ شہوت اور غضب کو عقل دین کے ارشاد کا پابند بنائے اور اگر اس نے عقل کو شہوت اور غضب کا خادم بنا دیا تو وہ ظلم کا مرتکب ہوگا۔ یہ تو اپنے نفس کے متعلق عدل کا خلاصہ تھا اور اس کی تفصیل تمام حدود شرع کی رعایت ہے اور ہر عضو کے متعلق عدل یہ ہے کہ ان کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے اور اپنے عیال و اولاد کے متعلق اور اگر رئیس ہے تو اپنی رعیت کے متعلق جو عدل چاہئے وہ ظاہر ہے۔

لوگ خیال کیا کرتے ہیں کہ ظلم ایذا ہے اور عدل لوگوں کے حق میں نفع رسانی ہے لیکن حقیقت میں یہ درست نہیں بلکہ اگر کوئی بادشاہ ہتھیاروں، کتابوں اور اموال سے بھرا ہوا خزانہ کھولے اور اموال تو غنی لوگوں کو دے ڈالے، اسلحہ اہل علم کے حوالہ

کرے اور ان کو قلعوں کی کنجیاں دے دے۔ کتابیں فوجی لوگوں کو بخش دے اور ساتھ ہی مسجدیں ان کے حوالہ کردے تو اس نے نفع تو پہنچایا لیکن اس نے ظلم بھی کیا اور عدل سے کنارکشی کی کیونکہ ہر ایک چیز کو اس کے غیر مناسب مقام میں استعمال کیا اور اگر مریض کو دوائیں پلانے، پچھنے لگانے اور فصد کھولنے میں ایذا دی اور جبر کیا اور مجرموں کو مارنے، ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنے اور قتل کر ڈالنے کی سزا دی تو وہ عادل سمجھا جائے گا کیونکہ ہر امر کو اس کے مناسب مقام میں رکھا ہے۔

دین کی جہت سے اس وصف کے مشاہدہ میں بندہ کا حصہ اس بات کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ اس کی تدبیر اور حکم اور تمام افعال کے متعلق اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ خواہ وہ بندہ کی مراد کے موافق ہوں یا نہ ہوں کیونکہ یہ ساری باتیں انصاف ہیں اور ایسی ہی ہیں جیسی چاہئیں۔ اگر وہ اس کام کو نہ کرتا جو اس نے کیا ہے تو اس سے کوئی اور خرابی پیدا ہو جاتی جو اس سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوتی۔ جیسے کہ اگر مریض کو پچھنے نہ لگوائے جائیں تو ایسا نقصان پہنچے جو پچھنوں کی رُو سے زیادہ تکلیف دہ ہو۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ عادل ہے اور اس بات پر ایمان لانا تمام ظاہری و باطنی انکار و اعتراض کی جڑ کاٹ ڈالتا ہے۔

زمانہ کو برا بھلا نہ کہنا چاہئے اور نہ اشیاء کو فلک سے منسوب کرنا چاہئے اور نہ اس پر اعتراض کرنا چاہئے جیسے عام لوگوں کی عادت ہے بلکہ یہ سمجھے کہ یہ تمام اسباب خدا کے حکم کے تابع ہیں اور سب کے سب ایک مناسب ترتیب سے اپنے مُسبّبات کے ساتھ مرتب ہیں اور ان کی ترتیب اعلیٰ درجہ کے عدل و لطف پر مبنی ہے۔

اس صفت سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگوں میں عدل کا نظام کرے خصوصاً رعیت میں پورے انصاف سے کام لے۔ بندے کی حکومت کے نیچے اس کا اپنا وجود بھی ہے اور شہوت و غضب بھی تو چاہئے کہ عقل کی سیاست و تدبیر کے تحت اپنی ان قوتوں کو درست اور دین کی قید کے دائرے میں رکھے۔ اسی طرح یہ بھی

چاہئے کہ اس صفت کی روشنی میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے استقامت کے راستے پر چلے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل میں صادق ہونے کی بنا پر انسان کو یہ ترغیب دی ہے کہ جب تجھ پر عدل و انصاف کی ذمہ داری سونپی جائے تو تُو بھی عدل و انصاف کر، جس میں کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔ اس کے باوجود ہم سے عدل و انصاف پر پورا اترنا مشکل ہے پس یہ جاننے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عادل ہے تو بندوں کو چاہئے کہ اس کے احکام اور فیصلوں پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کریں بلکہ ہر بندے کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اس کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر رکھا ہے وہ عین انصاف پر مبنی ہے لہٰذا اس پر اعتماد اور کامل توکل کرنے سے اللہ کی مدد آپ کا ساتھ دے گی۔

اَللَّطِیْفُ

یَالَطِیْفُ (اے لطف و کرم کرنے والے)

اعداد: 129---تاثیر: جمالی

اللہ لطیف ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربانی کرتا ہے۔ ان سے نرمی سے پیش آتا ہے۔ اس کے لطف و کرم کا کیا کہنا۔ اس نے حکیموں کو حکمت سے علماء کو علم سے نوازا۔ سالکوں کو شوق دیا، اولیاء کو ولایت سے سرفراز کیا، انبیاء کو نبوت سے سرفراز فرمایا، اہل تقویٰ کو بصیرت عطا فرمائی، اہل عقل کو شعور دیا یعنی جو جس کے قابل تھا اسے اسی قسم کی رحمت سے نواز دیا۔ اس کے علاوہ لَطِیْفٌ کا مطلب اتنی باریک چیز ہوتی ہے کہ جو محسوس کی جاسکے لیکن پکڑی نہ جاسکے۔ اس معنوں کے لحاظ سے بھی اللہ لطیف ہے کیونکہ وہ آنکھ سے نظر نہیں آتا اور نہ ہاتھ سے چھوا جاتا ہے۔ جیسے پھول

کی خوشبو محسوس تو ہوتی ہے لیکن پکڑی نہیں جاتی، جسم کا سانس محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن دیکھا نہیں جاتا اور نہ ہی ہاتھ سے چھوا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ اتنا لطیف ہے کہ جسم اور کون و مکان سے منزہ ہے۔ اس کی نہ حد ہے نہ انتہا اور نہ ہی ہماری عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے۔

لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

(پ 7 انعام 103)

ترجمہ: نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں مگر وہ نگاہوں کا احاطہ کر سکتا ہے وہ لطیف ہے خبیر ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ

(پ 13 یوسف 100)

ترجمہ: بے شک میرا رب جس کیلئے چاہے اچھی چارہ جوئی کرتا ہے بے شک وہ علیم ہے حکیم ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ۚ (پ 17 حج 63)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوگئی۔ بے شک اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا خبر والا ہے۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (پ 21 لقمان 16)

ترجمہ: اے میرے بیٹے اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی باریک ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا زمین میں پوشیدہ ہو تو اللہ اسے سامنے لے آئے گا بے شک اللہ لطیف ہے باخبر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ؏ (پ 22 احزاب 34)

ترجمہ: بے شک اللہ لطیف ہے باخبر ہے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ؏

(پ 25 شوریٰ 19)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف و کرم فرماتا ہے جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے وہی عزت والا غلبے والا ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ؏ (پ 29 ملک 14)

ترجمہ: کیا وہ جانتا ہے جس نے پیدا کیا ہے اور وہی لطیف ہے خبیر ہے۔

اس اسم کی مستحق وہ ذات ہے جو مصلحتوں کی باریک باریک باتیں جانے اور ان کو ان کے مستحق کی طرف سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے پہنچائے۔ جب فعل میں نرمی اور علم میں باریک بینی جمع ہو جائے تو لطف کے معنی پورے ہو جاتے ہیں اور اس کا کمال علم و عمل میں خاص خدا کیلئے متصور ہے۔

خدا کا باریک اور دقیق باتوں پر جس قدر احاطہ ہے اس کی تفصیل ہو نہیں سکتی بلکہ ہر مخفی بات اس کے علم میں ویسی ہی ظاہر ہے جیسے کھلی بات۔ کچھ بھی فرق نہیں افعال میں اس کی نرمی اور مہربانی بھی شمار میں نہیں آ سکتی کیونکہ فعل کی مہربانی کو وہ سمجھ سکتا ہے جو اس کے تمام افعال کی تفصیل بھی جانتا ہو اور اس میں مہربانی کے نکتے سمجھتا ہو جس قدر وہ ان کو جانتا ہوگا اسی قدر وہ اسم لطیف کے معنی سمجھتا ہوگا۔ اس بات کی شرح بڑا طول چاہتی ہے اور امید نہیں کہ کئی دفتر اس کے دسویں حصے کو بھی کافی ہو سکیں۔ ہاں اس کی بعض باتوں کا اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

خدا کے بے انتہا لطفوں میں سے ایک لطف یہ ہے کہ وہ جنین کو ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور ناف کے ذریعے غذا پہنچاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پیدا ہوتا ہے تو منہ سے کھانے لگتا ہے۔ تولد کے وقت خدا اس کو سکھا

دیتا ہے کہ پستان کو منہ میں پکڑے اور چوسے۔ خواہ رات کا اندھیرا ہو۔ نہ اور کوئی اس کو سکھاتا ہے اور نہ وہ کبھی کو اس طرح کرتے دیکھتا ہے بلکہ وہ انڈے کو توڑ کر چوزہ نکالتا ہے اور اس کو دانے چگنے سکھاتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ اس کے پیدا ہونے کے وقت دانت نہیں بناتا کیونکہ ابھی دودھ پینے کی عمر میں دانتوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ پھر جب اس کے بعد طعام چبانے کیلئے دانتوں کی ضرورت پڑتی ہے تو دانت اگاتا ہے۔ وہ یہ کہ وہ کئی طرح کے دانت بناتا ہے۔ ایک ڈاڑھیں ہیں جو طعام کو پیسنے کیلئے ہیں اور ایک کچلیاں ہیں جو توڑنے کی غرض سے ہیں اور ایک سامنے کے دانت ہیں جو کاٹنے کی خاطر ہیں پھر یہ کہ وہ زبان کو جس سے ظاہری غرض کلام ہے طعام کو دانتوں کی چکی میں ڈالنے کے کام پر مامور کرتا ہے۔

ایک لقمہ کے میسر ہونے کے متعلق خدا کی مہربانی کا مفصل ذکر کیا جائے۔ جو بندہ کو بلا مشقت ہاتھ آتا ہے اور جس کی اصلاح اور تکمیل میں ایک مخلوق نے جس کا شمار نہیں ہو سکتا مدد دی ہے۔ کسی نے زمین کو درست کیا، کسی نے بیج بویا، کسی نے سینچا، کسی نے فصل کو کاٹا کسی نے کھلیان سے غلہ نکالا، کسی نے اس کو پیسا، کسی نے گوندھا اور کسی نے پکایا وغیرہ وغیرہ۔ تو اس کی تفصیل اختتام کو پہنچی۔

الغرض اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے کہ اس نے امور کی تدبیر کی ہے حکم ہے اور اس حیثیت سے کہ ان کو ایجاد کیا جواد ہے اور اس حیثیت سے کہ ان کو ترتیب دی مصور ہے اور اس حیثیت سے کہ ہر چیز کو اس کے مقام مناسب میں رکھا ہے عدل ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ اس میں نرمی کے وجوہ کی کوئی باریکی نہیں چھوڑی۔ لطیف ہے اور جو شخص ان افعال کی حقیقت نہیں سمجھتا وہ ان اسماء کی حقیقت بھی نہیں سمجھ سکتا۔

بندوں پر اس کا ایک لطف یہ ہے کہ اس نے ان کو کفایت سے زیادہ توفیق دی ہے اور طاقت سے کم مجبور کیا ہے۔

ایک لطف یہ ہے کہ تھوڑی سی بہت یعنی دنیوی عمر میں خفیف کوشش کرنے پر ان

کو ابدی سعادت حاصل کرنے کی توفیق دی ہے کیونکہ اس عمر کو ابد کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں۔

ایک لطف یہ ہے کہ وہ لید اور خون میں سے صاف دودھ اور سخت پتھروں سے نفیس جواہر اور مکھی سے شہد اور کیڑے سے ریشم اور سیپ سے موتی پیدا کرتا ہے۔ ان سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ انسان کو گندے نطفے سے پیدا کر کے اس کو اپنی معرفت کا خزانہ، اپنی امانت کا حامل اور آسمانوں کے عجائبات کا نظارہ دیکھنے والا بناتا ہے اور یہ بھی وہ لطف ہے جو شمار میں نہیں آ سکتا۔

یہ لفظ لطف سے بنا ہے جس کا معنی ہے نرمی اور کام و کردار میں نازک مزاجی دکھلانا اور کسی سے نیکی کرنا۔ بندے پر خدا کا لطف یہ ہے کہ وہ اسے طاعات کی توفیق دیتا اور معصیت سے بچاتا ہے۔ بندوں پر اس کے لطف و کرم میں یہ بات بھی ہے کہ وہ بندے کو کفایت و ضرورت سے بڑھ کر عطا کرتا اور اس کی طاقت سے کم اسے تکلیف دیتا ہے اور عمر کی مختصر سی مدت میں معمولی سی سعی و کوشش سے اسے سعادت ابدی سے ہمکنار کرتا ہے بلکہ ایک ساعت کے اندر اسے سعادت ابدی سے بہرہ ور فرما دیتا ہے جیسا کہ ایک شخص ایمان لایا اور ایمان لاتے ہی دنیا سے رحلت کر گیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لطف و نرمی کے تحت بندے کیلئے مشقت، مجاہدہ، محنت و ریاضت میں آسانی مہیا کر دیتا ہے اور اگر چاہے تو بغیر ریاضت و مجاہدہ کی زحمت کے منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے اور اپنے قرب اور اپنی درگاہ میں قبول ہونے کے ساتھ مخصوص و مشرف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مصلحتوں کی باریکیوں کا علم رکھتا ہے اور مخفی امور سے پوری طرح واقف ہوتا ہے جملہ امور کو پورے رفق و نرمی سے اپنے اپنے بہتر مقام تک لے جاتا ہے۔ یہ دونوں امور یعنی باریکیوں اور مخفی امور کا خدائے تعالیٰ کا احاطہ کرنا اور افعال میں رفق و نرمی کو بروئے کار لانا، احاطہ حصر و بیان سے باہر ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مثالوں کے ضمن میں اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اس کی نرمی بچے کے ساتھ شکم مادر سے لے کر آخر عمر تک ساتھ رہتی ہے پھر وہ شکم میں بچے کو غذا پہنچاتا ہے۔ اسی طرح شیر خوارگی کی حالت میں بھی اسے دودھ کی غذا مہیا فرماتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے خون وگوبر کے درمیان سے صاف اور میٹھا دودھ نکالتا ہے اور پتھروں کے درمیان سے نفیس قسم کے موتی پیدا فرماتا ہے۔ شہد کی مکھی سے بہترین شہد پیدا کرتا ہے۔ کیڑوں سے ریشم پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح لمبے لمبے اور عجیب سیپ پیدا کرتا ہے جس سے قیمتی موتی برآمد ہوتے ہیں۔ اس کے لطف وکرم کی عجیب ترکیفیت یہ ہے کہ وہ آدمی کے اندر معرفت کی امانت رکھتا اور حامل امانت بناتا ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کے مشاہدے کراتا اور بندے کو اپنی ذات وصفات کا عارف بنا دیتا ہے۔ یہ سب اس کے لطف وکرم کی مثالیں ہیں۔ اس طرح کی اور اتنی مثالیں ہیں جو حد وشمار میں نہیں آسکتیں۔ جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لطیف ہے دلوں کے پوشیدہ تمام اسرار و رموز جاننے والا ہے اور یہ بھی جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندے کو بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے ظاہر وباطن کو شیطانی مکروفریب ظلم کرنے اور برے اخلاق سے محفوظ رکھے اس کی نعمت کا شکر ادا کرے اس سے بھلائی واطاعت کی توفیق مانگے۔ اپنی تقصیرات وکوتاہیوں کا اعتراف کرے اس کے حضور میں تائب ہو اور عذر خواہی کرے۔ اس صفت سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق سے لطف ونرمی سے پیش آئے چاہے ان کا تعلق حسی اور دنیوی جہان سے ہو چاہے روحانی و دینی منافع سے ہو اور حق تعالیٰ کے طریقہ کے مطابق لطف ونرمی سے مخلوق کو اللہ کی طرف بلائے ہدایت کا راستہ دکھلائے یونہی لطف وحکمت سے اچھی اچھی نصیحتوں، حقائق کا علم، پوشیدہ دقائق کا فہم پورے رفق وسہولت اور نرمی سے لوگوں تک پہنچائے اور فائدے سے بہرہ ور کرے۔

اَلْخَبِیْرُ

یَا خَبِیْرُ (اے خبر رکھنے والے)☆اعداد: 812-تاثیر: جمالی

اَللہ خبیر ہے کیونکہ اسے تمام اشیاء کی باریکیوں کی خبر ہے۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کو ہر وقت پوری طرح جانتا ہے۔کوئی چیز اس سے چھپی نہیں۔ وہ غیب کی تمام خبروں کو جانتا ہے۔ وہ دنیا اور آخرت کے ذرے ذرے کے حال سے باخبر ہے۔اس لئے اسے خبیر کہا جاتا ہے۔

خبیر بمعنی آگاہ و دانا، زمینوں و آسمانوں کے مالک وملکوت میں کوئی متحرک و ساکن چیز نہیں ہے اور زمینوں و آسمان میں بھی کوئی چیز نہیں اور کوئی ذرہ بے چین یا مطمئن نہیں اور کون و مکان میں بھی کوئی شے نہیں اور نہ کوئی چیز سانس لینے والی مگر یہ اللہ تعالیٰ شانہ اس کے نزدیک اور اس سے باخبر ہے۔اس معنی کے مطابق خبیر کا معنی علیم کے معنی کی طرف لوٹ جائے گا مگر یہ کہ خبیر کو خبر دینے سے مخصوص کیا جائے اور عالم کو تمام خبروں کا عالم قرار دیا جائے۔

کبھی خبیر کا معنی خبر دینے والا بھی کرتے ہیں یعنی اپنے کلام کے مخفی اسرار بتانے والا اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے ساتھ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دینے والا ہے۔اس معنی کے مطابق اس اسم کا معنی صفت کلام کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ پھر خبرت اور اختبار کا معنی آزمانے کا بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو امر و نہی اور تکلیف شرعی سے آزماتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا (لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا) تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔ جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خبیر ہے تو اسے چاہئے کہ اس کا مراقبہ اور اس کے علم کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور انبیاء علیہم السلام نے جن اوامر و نواہی کی خبر دی ہے ان کی تصدیق کرے۔

خبیر وہ ہے جس سے کوئی باطنی خبر مخفی نہیں۔ عالم سفلی اور عالم بالا میں کوئی بات ہو۔ کوئی ذرہ حرکت کرے یا ساکن ہو۔ کوئی جان بے قرار یا مطمئن ہو۔ اس کو ہر بات کی خبر ہوتی ہے اور معنی کی رو سے علیم ہے لیکن علم کو جب باطنی بھیدوں سے منسوب کیا جائے تو وہ خبرۃ کہلاتا ہے۔ خبرۃ والے کو خبیر کہتے ہیں۔

اس اسم سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ وہ ہر بات سے جو اس کے اپنے بدن اور قلب کے عالم میں جاری ہوتی ہو، خبر رکھتا ہو۔ قلب جن چھپی ڈھکی برائیوں سے متصف ہوجاتا ہے مثلاً بدباطنی، خیانت، دنیائے دون کیلئے ہر وقت مارے مارے پھرنا، برائی کی نیت رکھنا اور بھلائی ظاہر کرنا، اخلاص ظاہر کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دینا اور اندر کچھ بھی نہ ہونا، ان کو پوری خبرت والا آدمی ہی معلوم کرتا ہے جو اپنے نفس کا خوب امتحان لیتا رہا ہو اور اس کے مکر و تلبیس اور فریب کو اچھی طرح تاڑتا رہا ہو۔ اور اس کے مقابلہ اور مخالفت کیلئے کمربستہ ہوجائے۔ اور اس سے بچنے لگے۔ ایسا بندہ خبیر کہلانے کا پورا مستحق ہے۔

اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ دین کے کاموں میں دانا اور باریک بین بنے اور جو کچھ بھی اس کے دل و جسم پر گزرے، بصیرت اور ہوش سے اس سے آگاہ رہے۔ نفس کی مکاریوں اور اس کے مکر و دھوکے سے پوری طرح محتاط رہے۔ نیز نجات کے راستے کی طرف لوگوں کو بلانے میں مصروف رہے اور لوگوں کو آزماتا رہے کہ وہ کس حد تک صراط مستقیم کو اختیار کرتے ہیں۔ اس اسم کے ذکر سے طبیعت میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کا دل اپنی برائیوں سے باخبر ہوکر انہیں ختم کرنے کے درپے ہوجاتا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ اسے برائیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ اس اسم کے خواص مندرجہ ذیل ہیں:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (پ 28 حشر 18)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک جو تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر

ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (پ 18 تغابن 8)

ترجمہ: اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (پ 12 ھود 111)

ترجمہ: بے شک جو وہ عمل کرتے ہیں وہ اس سے باخبر ہے۔

اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ (پ 20 نمل 88)

ترجمہ: بے شک وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ج

(پ 18 فرقان 58)

ترجمہ: اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کریں اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونا کافی ہے۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا (پ 15 بنی اسرائیل 17)

ترجمہ: او آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (پ 22 فاطر 31)

ترجمہ: بے شک اللہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ع (پ 15 بنی اسرائیل 30)

ترجمہ: بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے بصیر ہے۔

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (پ 18 نور 30)

ترجمہ: یہ ان کیلئے تزکیہ ہے بے شک اللہ اس سے باخبر ہے جو وہ صناعت کرتے ہیں۔

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ج اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا

(پ 18 فرقان 59)

ترجمہ: پھر وہ عرش پر جلوہ افروز ہوا، رحمٰن ہے اس کے متعلق کسی خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں۔

اِنَّ رَبَّھُمْ بِھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ع (پ 30 عادیات 11)

ترجمہ: بے شک ان کا رب اس دن ان کی سب باتوں سے باخبر ہوگا۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ع (پ 22 احزاب 34)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ لطیف ہے خبیر ہے۔

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (پ 3 بقرہ 271)

ترجمہ: اور اللہ جو تم کرتے ہو، اس سے باخبر ہے۔

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (پ 2 بقرہ 234)

ترجمہ: اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (پ 5 نساء 128)

ترجمہ: اور ڈرو پس بلاشبہ اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (پ 5 نساء 135)

ترجمہ: پس بلاشبہ اللہ جو تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ (پ 6 مائدہ 8)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ (پ 10 توبہ 16)

ترجمہ: اور اللہ خبیر ہے جو تم کرتے ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ (پ 18 نور 53)

ترجمہ: بے شک اللہ باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

وَّاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (پ 21 لقمان 29)

ترجمہ: اور بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ (پ 21 احزاب 2)

ترجمہ: بے شک اللہ باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

بَلْ کَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (پ 26 فتح 11)

ترجمہ: بلکہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

وَ کُلًّا وَّعَدَاللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ؑ

(پ 27 حدید 10)

ترجمہ: اور تمام کے ساتھ اللہ نے اچھا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

(پ 28 مجادلہ 11)

ترجمہ: اور اللہ تم میں سے علم میں درجات بلند فرمائے گا اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ؕ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؑ

(پ 28 مجادلہ 13)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ جو تم کرتے ہو اسے باخبر ہے۔

فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّۃً ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (پ 17 حج 63)

ترجمہ: جس سے زمین سرسبز وشاداب ہوگئی بے شک اللہ لطیف ہے خبیر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (پ 21 لقمان 16)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ لطیف ہے خبیر ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَھُوَاللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ؑ (پ 29 ملک 14)

ترجمہ: کیا وہ نہیں جانتا ہے جس نے پیدا کیا ہے اور وہی لطف و کرم والا ہے ہر چیز سے باخبر ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (پ 7 انعام 18)

ترجمہ: اور وہ اپنے بندوں پر مکمل فوقیت رکھتا ہے اور وہ ہی حکیم ہے خبیر ہے۔

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۙ (پ 11 ھود 1)

ترجمہ: الرٰ اس کتاب کی آیتیں حکمت والی ہیں اللہ کی طرف سے اس کی تفصیل بیان کردی گئی ہے جو حکیم ہے خبیر ہے۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (پ 22 سبا 1)۔

ترجمہ: اور آخرت میں بھی حمد اسی کیلئے اور وہ حکمت والا ہے باخبر ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○

(پ 26 حجرات 13)

ترجمہ: بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے جو متقی ہے بے شک اللہ علیم ہے خبیر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (پ 5 نساء 35)

ترجمہ: بے شک اللہ علیم ہے خبیر ہے

قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (پ 28 تحریم 3)

ترجمہ: تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس اللہ نے خبر دی ہے جو علیم ہے۔

اَلْحَلِیْمُ

یَاحَلِیْمُ (اے حلم والے) ☆ اعداد: 88 - تاثیر: جمالی

حلیم کا مطلب بردباری کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔ اس کے مزاج میں کوئی تغیر وتبدل نہیں آتا کیونکہ وہ غضب میں قابو سے باہر نہیں ہوتا۔ وہ انسانوں کو اپنے احکام کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھ کر بھی فوراً مواخذہ نہیں کرتا بلکہ درگزر فرما کر ڈھیل دے دیتا ہے کہ اب بھی یہ اپنی اصلاح خود کر لیں۔

حلیم وہ ذات ہے جو نافرمان لوگوں کی نافرمانی اور اپنے حکم کی مخالفت ہوتے دیکھے پھر بھی وہ غضب میں بے قرار نہ ہو۔ نہ اس کو غصہ عارض ہو اور باوجود پورے اقتدار کے وہ بے حوصلگی کے ساتھ انتقام لینے میں جلدی نہ کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اگر خدا لوگوں کی بداعمالیوں پر گرفت کرنے لگے تو روئے زمین پر کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑے۔

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ (پ 2 بقرہ 225)

ترجمہ: اور اللہ بخشنے والا ہے حلم والا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ ج وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ع (پ 2 بقرہ 235)

ترجمہ: اور یاد رکھو کہ بے شک اللہ تمہارے دلوں کے پوشیدہ راز بھی جانتا ہے پس اس سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے حلم والا ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی ط وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ (پ 3 بقرہ 263)

اچھی بات کہنا اور خطا معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے

پیچھے اذیت ہو اور اللہ تعالیٰ غنی ہے حلم والا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ○ (پ 4 آل عمران 155)

ترجمہ: بے شک جو لوگ تم میں سے احد کے دن جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئی تھیں بھاگ گئے تھے تو ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان نے انہیں پھسلا دیا تھا بے شک اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا حلم والا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ؕ (پ 4 نساء 12)

ترجمہ: اور اللہ جاننے والا حلم والا ہے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ (پ 7 مائدہ 101)

ترجمہ: اور اللہ بخشنے والا ہے حلم والا ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ○ (پ 15 بنی اسرائیل 44)

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے وہ اس کی تسبیح میں مصروف ہے۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ (پ 17 حج 59)

ترجمہ: اور بے شک اللہ علم والا حلم والا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (پ 22 فاطر 41)

ترجمہ: بے شک وہ حلم والا ہے بخشنے والا ہے۔

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا

(پ 22 احزاب 51)

ترجمہ: اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ علیم ہے حلیم ہے۔

حلیم وہ ذات الرحمٰن الرحیم جو اپنے نافرمانوں کی سزا میں اور نافرمانوں پر غصہ میں جلدی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ خاص صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل کے نمو کو ایسا ہی باطنی بنایا ہے جس طرح اجسام کے نمو کو ظاہری بنایا ہے۔ اطوار اسی طرح ترتیب دیئے ہیں جس طرح کہ ترتیبی اطوار مرتب کئے ہیں۔ جو عقل و روح و نفس اور دل کی نشو و نما ہے۔ عقل کے ساتھ جو چیز ادراک اور تمیز میں جاتی ہے تو اپنے نشو و نما کے ساتھ قالب علم میں اسماء اور عقل دونوں شریک ہوتے ہیں۔ اس کی نشو و نما میں اور صرف معانی ادراک اور اسمائے حقائق کا نمو روح کے نمو سے ملتا ہے۔ جب روح کا نمو زائد ہوتا ہے تو قوت شوق زیادہ ہوتی ہے اور روح کی بصیرت کھلتی ہے تا کہ عقل سے انوار معلومات حاصل کرے۔ عقل کا نمو معرفت کے میدان میں انوار ذات سے اور روح کا نمو انوار صفات سے مسلسل جاری رہتا ہے۔

حلم بمعنی آہستگی بردباری ہے حلیم اس ذات کو کہتے ہیں جسے اس کا غصہ راہ راست سے بھٹکنے نہ دے اور انتقام لینے اور سزا میں مبتلا کرنے میں جلدی نہ کرے اور قدرت رکھنے کے باوجود اگر بندہ توبہ کرے تو اسے معاف کردے اگر چاہے توبہ کے بغیر ہی رحمت کردے۔ حلیم مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ بندہ کبھی سزا دینے میں عملاً جلدی نہیں کرتا مگر اس کے دل میں کئی دفعہ اس کا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور دل میں کینہ بھی چھپا کر رکھتا ہے تا کہ فرصت اور گنجائش کے وقت اپنا کینہ بروئے کار لائے۔ اللہ تعالیٰ نے صفت انتقام بھی اپنے لئے ثابت فرمائی ہے پس بندے کا حق یہ

ہے کہ اس کے انتقام سے ڈرتا رہے اور اس کے حلم سے معافی کا امیدوار رہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے اس وقت حلم و نرمی کا سلوک کیا ہے آئندہ بھی وہ مغفرت فرمائے گا اور چاہے کہ ایسے ذات جو سزا دینے پر کامل قدرت رکھتی ہے اس کے باوجود انتقام نہیں لیتی بلکہ اسے معاف کرتی ہے جو نعمتیں اس نے دی ہوتی ہیں انہیں واپس نہیں لیتی، اس کا شکر گزار بنے اور شرم کرے کہ ایسی کریم ذات کی نافرمانی کا مرتکب ہو۔

ایک اور عالم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اعتبار سے حلیم ہے کہ وہ انتقام کیلئے جلدی نہیں کرتا اور گناہوں کی سزا میں رزق بند نہیں کرتا۔ اس لئے جو شخص اسے اس صفت کے ذریعے پکارتا ہے اللہ اسمیں بھی حلم پیدا فرما دیتا ہے۔

اس صفت سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ کسی بھی غلط چیز کو دیکھ کر راستے سے نہ بھٹکے بلکہ سنجیدگی و وقار سے راہ راست پر قائم رہے اور اپنے ماتحت لوگوں کو سزا دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ عفو و درگزر کو اپنا وطیرہ بنائے۔ ہاں حدود شریعہ کے جاری کرنے میں بالکل سستی اور نرمی نہ کرے۔

اَلعَظِیمُ

یَا عَظِیمُ (اے عظمت والے) ☆ اعداد: 1020 - تاثیر: جمالی

اللہ اپنی شان میں ہر لحاظ سے بلند و بالا ہے۔ اس کی عظمت اور غلبہ ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس کی عظمت اور کبریائی منفرد نوعیت کی ہے اور جو چیزیں اس کی ہیں وہ بھی عظیم ہیں۔ اس کا ہر کام عظمت والا ہے۔ اللہ عظیم ہے، ارض و سماء کا مالک ہونے میں اللہ عظیم ہے، مخلوق کو رزق دینے میں اللہ عظیم ہے، سب سے زیادہ پاک اور منزہ ہونے میں اللہ عظیم ہے، عزت اور غلبے میں اللہ عظیم ہے، جبار اور قہار ہونے میں اللہ

عظیم ہے، گناہوں کے معاف کرنے میں اللہ عظیم ہے، اپنی رحمت نازل کرنے میں اللہ عظیم ہے، علم اور حلم میں اللہ عظیم ہے، عدل و انصاف میں کیونکہ اس جیسا انصاف کوئی نہیں کر سکتا اللہ عظیم ہے، حسن و تدبیر میں اللہ عظیم ہے، ہر چیز پر اختیار رکھنے میں اللہ عظیم ہے، اپنے کرم میں اللہ عظیم ہے، اپنے حسن میں گویا کہ وہ سب سے زیادہ جمیل ہے اس لئے وہ اپنی صفت کی بنا پر کائنات کے ذرے سے لے کر سب سے بڑی چیز سے بھی عظیم ہے۔

واضح ہو کہ عظیم کا اسم اپنی وضع اول میں اجسام پر بولا جاتا ہے چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ یہ جسم عظیم ہے۔ اور جب ایک جسم دوسرے جسم سے طول، عرض اور عمق میں زیادہ بڑا ہو تو کہتے ہیں یہ جسم اس جسم سے اعظم ہے۔

اسم عظیم دو قسم کی اشیاء پر بولا جاتا ہے ایک تو وہ شے جو ساری کی ساری نظر آ جاتی ہے۔ دوسری وہ جس پر پورے طور سے نگاہ کا محیط اور حاوی ہونا متصور نہ ہو سکے۔ جیسے زمین و آسمان وغیرہ۔ دیکھو ہاتھی ایک عظیم مخلوق ہے۔ پہاڑ بھی ایک عظیم شے ہے لیکن یہ چیزیں نگاہ میں پوری کی پوری سما سکتی ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے نیچے کی اشیاء کے مقابلہ میں عظیم ہیں۔ اور زمین کی نسبت یہ امر متصور ہی نہیں ہو سکتا کہ نگاہ ہر سمت سے اس پر حاوی ہو سکے۔ یہی حال آسمان کا ہے پس یہ چیزیں مدرکات بصر میں مطلقاً عظیم ہیں۔

مُدرکات بصیرت (جو باتیں عقل میں آ سکتی ہیں) میں بڑا تفاوت ہے بعض کی کنہ و حقیقت پر عقل محیط ہو سکتی ہے۔ اور بعض پر محیط ہونے سے قاصر ہے جن اشیاء کی حقیقت پر محیط ہونے سے عقل قاصر ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن پر بعض عقول کا حاوی ہونا متصور ہو سکے اگرچہ اکثر عقول ان سے قاصر ہوں۔

دوم وہ جن کا عقل کے احاطہ میں آنا حقیقتاً کسی طرح متصور ہو ہی نہ سکے اور یہ وہ عظیم مطلق ہے جو تمام عقول کی حدود سے بڑھا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی

حقیقت اور بھید کو پانا تصور میں آ سکتا ہی نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (پ 1 بقرہ 105)

ترجمہ: اور اللہ فضل والا ہے عظمت والا ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (پ 3 بقرہ 255)

ترجمہ: اور وہ عالی شان ہے عظیم ہے۔

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(پ 3 آل عمران 74)

ترجمہ: جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کیلئے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ (پ 4 آل عمران 174)

ترجمہ: اور وہ رضائے الٰہی کے تابع رہے اور اللہ صاحب فضل ہے عظیم ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۠ (پ 11 توبہ 129)

ترجمہ: پھر اگر یہ پھر جائیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا جو عرش عظیم کا رب ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

(پ 25 شوریٰ 4)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور وہ علی ہے عظیم ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (پ 29 حاقہ 33)

ترجمہ: بے شک وہ عظیم اللہ پر ایمان نہ لایا تھا۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ (پ 29 حاقہ 52)

ترجمہ: پس اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرتے رہیں۔

یہ لفظ العظم اور العظمۃ سے بنا ہے بمعنی بزرگ ہونا، عظمت کبھی تو اجسام میں پائی جاتی ہے جو آنکھوں سے دیکھی جاتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں یہ جسم عظیم ہے اور وہ جسم اس سے بھی عظیم تر ہے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کہ دوسرا جسم طول عرض اور مٹاپے میں دوسرے سے زیادہ ہو پھر آگے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی عظمت آنکھ کو بھر دے اور بندے کی آنکھ اس کا پورا احاطہ کرلے جیسا کہ کہا گیا ہے دوسری عظمت وہ ہے کہ نگاہ اس کی اطراف کا احاطہ نہ کرسکے جیسے زمین و آسمان اور یہ اول سے بھی عظیم تر ہے اور کبھی عظمت کا اطلاق باطنی بصیرتوں کے استعمال پر بھی کرتے ہیں۔ اس کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ عقل جس کی حقیقت کی تہہ کو پالے عظمت کی ایک قسم وہ ہے جس کے ادراک سے اکثر یا بعض عقلیں قاصر ہیں۔ ایک قسم وہ ہے کہ حقیقت کی تہہ کو پالے۔ عظمت کی ایک قسم وہ ہے جس کے ادراک سے اکثر یا بعض عقلیں قاصر ہیں۔ ایک قسم وہ ہے کہ حقیقت کی تہہ کو پانا اور اس کا احاطہ کرنا ادراک عقل سے باہر ہو اور عظیم مطلق وہ ہوتا ہے جو سب سے عظیم اور حد عقول کی دسترس سے باہر ہو اور دائرہ ادراک میں نہ آئے اور کوئی بھی عقل اس کی ذات وصفات کی تہہ تک نہ پہنچ سکے وہ ذات حق تعالیٰ و تقدس ہے جو شخص اللہ جل جلالہ کی عظمت جان لیتا ہے وہ اس کی ذات عظیم کے سامنے اپنی ذات کو حقیر وخوار جانتا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی اور احکام کے بجالانے میں پوری پھرتی دکھاتا ہے۔ بندے کو چاہئے کہ عظمت وجلال حق کو دل میں اس طرح لائے کہ کسی بھی شخص اور کسی بھی چیز کو ذات حق سبحانہ کے سامنے کچھ نہ جانے۔ اس صفت سے متخلق ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی ہمت بلند رکھے اور کمینی دنیا کیلئے اپنا سر نیچے نہ جھکائے۔ دونوں جہاں کو عظمت الٰہی کے سامنے کوئی حیثیت نہ دے اور ایسے کمالات وصفات شریفہ کی تحصیل

کرے جس سے کہ اس کی عظمت عظیم سے عظیم تر ہو جائے اور ایسے مرتبے تک پہنچ جائے کہ اکثر عقول انسانی اس کی شان وقدر کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک باعمل عالم جو لوگوں کو خیر ونیکی کی تعلیم دیتا ہے اس کا نام عالم بالا میں عظیم رکھا جاتا ہے۔ انسانوں میں عظیم ترین ہستیاں انبیاء اور علماء ہیں کیونکہ ایک صاحب عقل انسان جب ان کی صفات کا تصور کرتا ہے تو اس کی عقل ان کی کیفیت وعظمت سے پر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے اعظم ترین مخلوق سید المرسلین حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے کیونکہ مخلوق میں آپ سے عظیم تر کوئی ہستی وجود میں نہیں آئی اور عالم اجسام میں عرش سے بڑھ کر کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی اور عالم معانی میں ارواح انسانی سے بڑھ کر کوئی چیز عظیم نہیں مگر ان سب کی عظمت عظمتِ روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہی رخ کرتی ہے۔

بندوں میں عظیم انبیاء وعلماء ہیں۔ جن کی تھوڑی سی صفات کا بھی اگر کوئی عقلمند تصور کرتا ہے تو ہیبت ورعب سے اس کا سینہ بھر جاتا ہے اور دل میں ان کی عظمت کے خیال کے سوا اور کسی بات کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس لحاظ سے ہر نبی اپنی امت کے حق میں اور شیخ اپنے مرید کے حق میں اور استاد اپنے شاگردوں کے حق میں عظیم ہے۔ کیونکہ عقل اس کی صفات کے احاطہ سے قاصر ہے تو اگر وہ اس کے برابر ہو جائے یا اس سے بڑھ جائے تو بھی اس کی طرف اضافت کرنے سے عظیم نہیں کہلائے گا۔

جو عظم خدا کے سوا کسی اور چیز کیلئے فرض کیا جائے وہ ناقص ہے۔ ایسا عظیم، عظیم مطلق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی عظمت ایک شے چھوڑ کر دوسری شے کی طرف اضافت کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ بخلاف خدا کی عظمت کے کیونکہ وہ عظیم مطلق ہے بطریق اضافت عظیم نہیں۔

اَلْغَفُوْرُ

یَاغَفُوْرُ (اے بخشنے والے)☆ اعداد 1286 تاثیر جمالی

غفور کا مطلب بار بار معاف کرنے والا ہے یعنی وہ اپنے بندوں کے بار بار گناہ معاف کرنے والا ہے چونکہ وہ اپنی مخلوق کے گناہوں کو اپنی رحمت تلے ڈھانپ لیتا ہے۔اس لئے اسے غفور کہا جاتا ہے۔گناہ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے بخشش طلب کئے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا ہر ایک کیلئے ضروری ہے۔ یہ مغفرت تین طرح کی ہے۔ پہلی یہ کہ اپنے لئے گناہوں کی معافی مانگی جائے۔ دوسری یہ کہ دوسرے مسلمان بھائیوں کیلئے طلب کی جائے۔تیسری یہ کہ جومسلمان بھائی یا عزیز دنیا سے رخصت ہوگئے ہوں ان کیلئے اللہ سے مغفرت طلب کی جائے اور اپنی صفت غفور کے صدقے مغفرت طلب کرنے پر اللہ معاف کردیتا ہے۔

یہ اسم غفّار کا ہم معنی ہے لیکن اس میں ایک قسم کا مبالغہ پایا جاتا ہے جو غفار میں نہیں کیونکہ غفار کا مبالغہ متکرر مغفرت کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ فعال کا صیغہ کثرت فعل پر دال ہے اور فعول کا صیغہ فعل کی عمدگی اور کمال اور وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ پس وہ غفور ہے۔ بایں معنی کہ وہ پوری اور مکمل غفران والا ہے حتیٰ کہ وہ مغفرت کے انتہائی درجوں کو پہنچا ہوا ہے۔

بمعنی غفار ہے یہ دونوں صیغے مبالغہ کیلئے آتے ہیں۔غفور میں غفار سے زیادہ مبالغہ ہے یعنی غفار بمعنی ایسی ذات جو بہت ہی بخشش فرمانے والی ہے اور بخشش اور مغفرت اس سے بہت زیادہ وجود میں آتی ہے اور وہ گناہوں کو بہت ہی بخشتی ہے۔ غفور وہ ذات جس کی بخشش تمام وکامل ہو اور وہ بڑے بڑے گناہوں کو بخشتا ہے۔اس

ی بخشش و مغفرت آخری درجے و مرتبے تک پہنچی ہوئی ہے۔ بعض نے کہا غفور وہ ذات ہے کہ جب بندے کے گناہوں میں سے کسی ایک قسم کے گناہ بخشے تو تمام لوگوں کے تمام گناہوں کو بخش دے اور جبکہ غفر پوشیدہ کرنے کے معانی میں بھی آتا ہے۔ غافر کا معنی یہ ہوگا کہ ایسی ذات جو بندوں کے اعمال ناموں میں گناہوں کو پوشیدہ رکھتی ہے اور غفور وہ ذات جو فرشتوں کے دلوں سے بھی بندوں کے گناہوں کے نشانات مٹادیتی ہے اور پوشیدہ کر دیتی ہے تاکہ گناہوں کی ذلت پر پردہ پڑا رہے بلکہ گنہگار کے ذہن سے بھی اس کے گناہوں کو بھلا دے تاکہ گناہوں کو یاد کر کے شرمسار و خوار نہ ہوتا رہے۔

بخشش کیلئے یَاغَفُوْرُ کا ورد بہت اکسیر ہے کیونکہ جو شخص اسے کثرت سے پڑھے گا اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 2 بقرہ 199)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 2 بقرہ 226)

ترجمہ: پس بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 7 مائدہ 98)

ترجمہ: اور بے شک اللہ مغفرت کرنے والا رحیم ہے۔

وَّاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 10 انفال 69)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

سَیُدْخِلُھُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ 11 توبہ 99)

ترجمہ: اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا رحمت کرنے والا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پ (18 نور 62)

ترجمہ: اوران کیلئے استغفار کریں بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 26 حجرات 14)

ترجمہ: بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۧ (پ 5 نساء 100)

ترجمہ: اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ 22 احزاب 59)

ترجمہ: اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

وَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۧ (پ 22 احزاب 73)

ترجمہ: اور اللہ مؤمنین اور مؤمنات کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ 18 فرقان 6)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اسے آسمانوں اور زمین کے اسرار جاننے والے نے نازل فرمایا ہے۔ بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (پ 20 قصص 16)

ترجمہ: التجا کی کہ اے میرے رب مجھ سے اپنی جان پر زیادتی ہوگئی پس تو میری مغفرت کردے تو اللہ نے انہیں معاف کردیا بے شک وہ غفور ہے رحیم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (پ 24 زمر 53)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے بلاشبہ وہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (پ 14 حجر 49)

ترجمہ: میرے بندوں کو مطلع کرو کہ بے شک میں بخشنے والا رحم کرنے والا ہوں۔

ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّکَ مِنْۢ بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 14 نحل 119)

ترجمہ: پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنے آپ کی اصلاح کرے بے شک آپ کا رب اس کے بعد بخشش فرمانے والا ہے رحم کرنے والا ہے۔

وَمَنْ یُّکْرِھْھُّنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ مِنْۢ بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 18 نور 33)

ترجمہ: اور جو کوئی انہیں مجبور کرے تو بے شک ان کی مجبوری پر انہیں بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 2 بقرہ 218)

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھتے ہیں اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 10 انفال 70)

ترجمہ: اور اللہ غفور ہے رحیم ہے

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 18 نور 22)

ترجمہ: اور معاف کردیں اور درگزر کریں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ

تمہیں بخش دے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ 26 حجرات 5)

ترجمہ: اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم والا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ لا (پ 29 ملک 2)

ترجمہ: اس نے موت اور زندگی بنائی ہے تاکہ وہ انہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور وہ غلبے والا بخشنے والا ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ (پ 22 فاطر 28)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علم والے ہی خشیت رکھتے ہیں بے شک اللہ عزیز ہے غفور ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (پ 5 نساء 43)

ترجمہ: بے شک اللہ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (پ 5 نساء 99)

ترجمہ: تو یہی لوگ ہیں کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے گا اور اللہ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (پ 17 حج 60)

ترجمہ: بے شک اللہ درگزر فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (پ 28 مجادلہ 2)

ترجمہ: اور بے شک یہ لوگ ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو بہت بری اور

جھوٹی بات ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ (پ 30 بروج 14)

ترجمہ: اور وہ غفور ہے ودود ہے۔

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۠ (پ 4 آل عمران 155)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ۝ (پ 15 بنی اسرائیل 44)

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے وہ اس کی تسبیح میں مصروف ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ۝

(پ 22 فاطر 41)

ترجمہ: بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اپنے مقام پر تھام رکھا ہے تاکہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں اور اگر وہ سرکنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کے بعد انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ بے شک وہ حلیم ہے غفور ہے۔

لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

(پ 22 فاطر 30)

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا اجر دے اور اپنے فضل میں سے کچھ مزید اضافہ کردے بے شک اللہ مغفرت کرنے والا قدردان ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ لا (پ 22 فاطر 34)

ترجمہ: اور شکر کے طور پر کہیں گے تمام حمد اللہ کیلئے ہے جس نے ہمارے غم کو ختم کر دیا بے شک ہمارا رب مغفرت کرنے والا بڑا قدردان ہے۔

وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (پ 25 شوریٰ 23)

ترجمہ: اور جوکوئی نیکی کرے گا تو ہم اس نیک عمل کو دلکش بنا دیں گے بے شک اللہ غفور ہے قدردان ہے۔

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ط بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ (پ 22 سبا 15)

ترجمہ: جہاں سے اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو کیسا پاکیزہ شہر اور رب کی بخشش اہل سبا کیلئے تھی۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ط (پ 15 کہف 58)

ترجمہ: اور آپ کا رب بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

اَلشَّكُوْرُ

یَا شَكُوْرُ (اے قدر کرنے والے)

اعداد: 256 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ تعالیٰ شکور ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے کام کو قبول کرکے اس پر راضی ہو جاتا ہے یعنی وہ شکور ہے کہ وہ اپنے بندے کو عبادت کی توفیق دیتا ہے۔ اللہ شکور

ہے کیونکہ شکریہ کرنے والوں کا شکریہ قبول فرماتا ہے اور اس لحاظ سے بھی شکور ہے کہ وہ ذرا سے عمل سے کثیر عطا کرنے والا ہے۔ تھوڑے سے شکریئے پر راضی ہو کر بے حد انعامات عنایت فرمانے والا ہے۔

شکر بمعنیٰ کسی کی قدردانی کرنا اور اس کی صفت و ثنا کرنا کیونکہ اس نے اس پر انعام کیا ہوتا ہے۔ یہ معنی بندے کے خدا کے شکر گزار ہونے کا ہے شکر کی نسبت خدائے تعالیٰ کی طرف بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو شاکر اور شکور کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ شکور کا معنی ہے تھوڑے سے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطا کرنے والا دنیوی زندگی کے چند گنے چنے ایام میں تھوڑے سے عمل پر آخرت کا عظیم ثواب دینے سے بڑھ کر اور کون سا ثواب بڑا ہو سکتا ہے۔

بعض نے کہا شکور کا معنی ہے فرمانبردار بندوں کی صفت و ثنا کرنے والا یہ معنی شکر کے معنی کے قریب ہے بعض نے کہا بطریق مشاکلت شکر کی جزا کو بھی شکر کہہ دیتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ثواب عطا فرمانے والا ہے تو گویا اس طرح وہ بندے کی طاعت و فرمانبرداری پر بندے کی صفت و ثنا فرماتا ہے۔ بندے کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ثنا اس کے شکر اور اس کی طاعت میں ہر لحاظ آگے بڑھتا رہے اور صدق و اخلاص سے کام لیتا رہے۔

شکور وہ ہے جو تھوڑی سی طاعات کے عوض میں بہت سے درجے عطا فرماتا ہے اور چند روز عملوں کے بدلے آخرت میں غیر محدود نعمتیں دیتا ہے اور جو کوئی نیکی کا کئی گنا عوض دے اس کی نسبت کہا کرتے ہیں کہ اس نے اس نیکی کا شکر کیا اور جو کوئی محسن کی تعریف کرے اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے محسن کا شکریہ ادا کیا۔

اگر عوض و جزا کی زیادتی کے معنی کا لحاظ کرو تو اللہ تعالیٰ کے سوا شکور مطلق کوئی نہیں کیونکہ وہ عوض میں جس قدر زیادہ دیتا ہے اس کا شمار و حصر نہیں ہے۔ دیکھو

بہشت کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَـنِيْـٓئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ)یعنی ''خوب مزے کے ساتھ کھاؤ پیو، بعض ان عملوں کے جو تم نے گزشتہ دنوں میں کئے۔'' اور اگر تم تعریف کے معنی کا لحاظ کرو تو خدا کے سوا کسی چیز کی تعریف کرنے والے کی تعریف خدا ہی کی تعریف بن جاتی ہے اور پروردگار عالم جب اپنے بندوں کے عملوں کی تعریف کرتا ہے تو اپنے ہی فعل کی تعریف کرتا ہے کیونکہ ان کے اعمال اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ اگر وہ شخص شکور کہلا سکتا ہے جس کو کچھ ملے اور شکر کرے تو وہ ذات جو بندہ کو عطا بھی کرے اور بندہ ہی کا شکریہ ادا کرے وہ تو شکور کہلانے ہی کا نہایت ہی حقدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی جو تعریف کرتا ہے وہ اس قسم کی ہے جیسے (وَالـذّٰاكِــرِيْــنَ اللّٰهَ كَثِيْـرًا وَّالـذّٰاكِرَاتِ)''اور یاد کرنے والے اللہ کو بہت اور یاد کرنے والیاں'' اور جیسے نِعْمَ الْـعَبْـدُ اِنَّــهٗ اَوَّابٌ''یعنی کیا اچھے بندے تھے کہ بات بات میں خدا کی طرف رجوع کرتے تھے وغیرہ اور یہ تمام خدا کا عطیہ ہے۔

لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○

(پ22 فاطر 30)

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں پورا پورا اجر دے اور اپنے فضل سے کچھ مزید اضافہ کر دے بے شک اللہ مغفرت کرنے والا قدردان ہے۔

قَالُوا الْـحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَـبَ عَـنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّـنَـا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ لا (پ22 فاطر 34)

ترجمہ: اور شکر کے طور پر کہیں گے تمام حمد اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہمارے غم کو ختم کر دیا بے شک ہمارا رب مغفرت کرنے والا بڑا قدردان ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط قُلْ

لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ o (پ 25 شوریٰ 23)

ترجمہ: یہی وہ عطیہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ اپنے ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ آپ فرمایئے کہ میں تم سے اس پر اپنے قرابت داروں کی محبت کے سوا کچھ صلہ نہیں مانگتا اور جو کوئی نیکی کرے گا تو ہم اس نیک عمل کو دلکش بنادیں گے بیشک اللہ بخشنے والا قدر کرنے والا ہے۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ط وَاللّٰهُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ o لا (پ 28 تغابن 17)

ترجمہ: اگر تم اللہ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دو تو وہ اس میں تمہارے لئے کئی گنا اضافہ کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدردان ہے، حلم والا ہے۔

بندہ دوسرے بندے کے حق میں شاکر یوں ہوسکتا ہے کہ کبھی اس کے احسان پر اس کی تعریف کرے۔ اور کبھی اس کی نیکی کا کئی گناہ عوض دے اور یہ بات اچھی خصلتوں میں سے ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ یعنی (جو بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکریہ کب ادا کرے گا۔)

خدا کے حق میں اس کا شکر بہر صورت مجاز اور تواضع کی قسم سے ہوگا کیونکہ اگر وہ تعریف کرے گا تو اس کی پوری تعریف نہ ہو سکے گی۔ اگر اس کی اطاعت کرے گا تو اس کی اطاعت خود اللہ کی ایک دوسری نعمت ہے بلکہ قابل شکر نعمت کے علاوہ عین اس کا شکر بھی ایک دوسری نعمت ہے۔

اللہ کی نعمتوں کے شکر کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کو اس کی نافرمانیوں

میں استعمال نہ کرے بلکہ اس کی اطاعت کے کام میں لائے۔ اور یہ بھی خدا کی توفیق اور رہنمائی کے ساتھ ہے۔

اس اسم سے متخلق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بندہ خدائے تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر گزار رہے اور اس کا بھی شکر گزار رہے جو اس پر احسان کرے اور جہاں تک ہو سکے اچھائی کی شکل میں اس کا بدلہ دے اگر اس کا بدلہ اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس کیلئے دعا کرے اور کچھ نہیں تو یوں کہے "جَزَاكَ اللّٰہُ خَیْرًا"

اس صفت کی بنا پر وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی شکریہ ادا کرنے والے ہوں اور وہ اپنے رب کے انعام و اکرام اور احسان کرنے پر اس کا شکریہ ادا کریں۔ یہ صفت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ بیشتر لوگ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طرح طرح کی نعمتیں کھاتے ہیں اور ان سے مستفید ہوتے ہیں لیکن اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس صفت کے ذریعے پکارے گا وہ صحیح معنوں میں شکریہ ادا کرنے والے صالحین اور عابدین سے بن جائے گا۔

اَلْعَلِیُّ

یَا عَلِیُّ (اے بلند مرتبے والے)

اعداد: 110 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت علو سے مشتق ہے جس کا مطلب بلند مرتبہ اور بزرگ کے ہیں کیونکہ حقیقت میں اسی کی ذات بلند و برتر ہے اور اعلیٰ ترین ہے وہ رتبے میں اتنا بلند ہے کہ دوسرا اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہر چیز اس کے مقام اور مرتبے سے پست ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے علی ہے کہ وہ سب سے غالب اور طاقتور ہے۔

اس کے علاوہ ارتفاع کا مرتبہ صرف اسے ہی حاصل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے جو اسے اس صفت سے پکارتا ہے اللہ اسے بھی بلند و برتر کر دیتا ہے اور اپنی مخلوق میں اسے بے پناہ بڑائی اور بزرگی عطا فرما دیتا ہے۔

وَلَا یَؤُدُہٗ حِفۡظُہُمَا ۚ وَہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ (پ 3 بقرہ 255)

ترجمہ: اور ان کی حفاظت اس پر دشوار نہیں اور وہ عالی شان ہے عظیم ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا (پ 5 نساء 34)

ترجمہ: بے شک اللہ بلند مرتبے والا ہے بڑائی والا ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ ہُوَ الۡبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ (پ 17 حج 62)

ترجمہ: یہی بات ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور بلاشبہ اس کے سوا جن کو وہ پوجتے ہیں وہ باطل ہے۔ بے شک اللہ ہی سب سے اعلیٰ ہے، بڑائی والا ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِ الۡبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ ؏ (پ 21 لقمان 30)

ترجمہ: یہ اس کی شان ہے بے شک اللہ وہ ہے جو حق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور بے شک اللہ ہی عالی مرتبہ سب سے بڑا ہے۔

وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَہٗ ؕ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِہِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّکُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ ﴿۲۳﴾ (پ 22 سبا 23)

ترجمہ: اور اللہ کے ہاں کسی کی شفاعت نفع نہ دے گی مگر اس کیلئے جس

کیلئے وہ خود اجازت فرمائے۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ختم کردی جائے گی تو کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے اس نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی شان سب سے بڑا ہے۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْۚ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْاؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ○ (پ24 مؤمن 12)

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہوا کہ جب اللہ کو اکیلے میں پکارا جاتا ہے تو تم کفر کردیتے تھے اور اگر کسی کو اس کا شریک بنایا جاتا تو تم مان لیتے تھے پس حاکمیت اللہ ہی کی ہے جو علی ہے کبیر ہے۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِؕ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

(پ25 شوریٰ 4)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے وہی عالی مرتبہ عظمت والا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ○

(پ25 شوریٰ 51)

ترجمہ: اور کسی آدمی کے لائق نہیں ہے کہ اللہ اس سے وحی کے سوا یا پردے کے پیچھے سے کلام کرے یا کوئی فرشتہ بھیجے جو اس کے حکم سے کلام کرے بے شک وہ بلند و بالا حکمت والا ہے۔

وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ (پ25 زخرف 4)

ترجمہ: اور بلاشبہ یہ قرآن ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہے جو بلند و بالا حکمت آمیز ہے۔

علی وہ ہے جس کے رتبہ سے بڑا کوئی رتبہ نہیں اور اس کے مرتبہ سے تمام

مراتب نیچے ہوں اور یہ اس لئے کہ علی، علو سے مشتق ہے اور یہ اس علو (بلندی) سے ماخوذ ہے جو سفل (پستی) کا مقابل ہے اور وہ یا تو محسوس درجوں میں ہوتا ہے۔ سیڑھیوں اور زینوں میں اور ان تمام اجسام میں جو ایک دوسرے سے نیچے اوپر ہوں اور یا موجودات کے عقلی مراتب میں ہوں جو ایک قسم کی عقلی ترتیب سے مرتب ہوں۔ پس جس چیز کو مکان کی فوقیت ہو اس کو علو مکانی ہے اور جس کو رتبہ فوقیت ہے اس کو رتبہ کا علو ہے اور عقلی درجات، حسی درجات، درجات عقلیہ کی مثال وہ تفاوت ہے جو سبب و مسبب اور علت و معلول اور فاعل و مفعول اور قابل و مقبول اور کامل و ناقص کے مابین ہوتا ہے۔

چنانچہ تم ایک سبب فرض کرو تو وہ دوسری شے کا سبب ہو اور دوسری شے تیسری کی سبب ہو اور تیسری چوتھی کی اور مثلاً یہ دس درجوں تک چلا جائے تو دسویں شے آخری رتبے میں واقع ہوگی۔ لہٰذا وہ سب سے اسفل ہے اور پہلا سبب پہلے درجہ میں واقع ہے لہٰذا وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اور پہلا جو دوسرے سے اوپر ہوگا تو یہ فوقیت معنوی ہے مکانی نہیں۔ اور علو سے مراد فوقیت ہے۔

تدریج عقلی کے معنی سمجھنے کے بعد واضح ہو کہ موجودات کی تقسیم متفاوت درجات میں عقل کی روح سے جس طرح بھی کی جائے، اللہ تعالیٰ تمام اقسام کے درجوں سے بالاتر رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے برتر کوئی درجہ تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ وہ علی مطلق ہے اور جو اس کے سوا ہیں وہ اپنے سے نیچے والوں کی طرف سے نسبت کرنے سے علی ہیں اور اوپر والوں کے مقابلے میں سافل اور گھٹیا ہیں۔

عقلی کی تقسیم کی مثال یہ ہے کہ موجودات سبب اور مسبب پر منقسم ہیں۔ سبب مسبب سے ایک درجہ اوپر ہے۔ پس مطلق فوقیت صرف مسبب الاسباب کا حصہ ہے۔ اسی طرح موجودات مردہ اور زندہ ہیں منقسم ہے اور زندہ مخلوقات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جن کو صرف حسی ادراک حاصل ہے اور وہ حیوان ہیں۔ دوسرے وہ

جن کو حسی ادراک کے ساتھ عقلی ادراک بھی حاصل ہے اور ادراک عقلی والی موجودات کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کے معلومات میں شہوت اور غضب رکاوٹ ڈالیں اور وہ انسان ہے۔ دوسرے وہ جن کا ادراک مکدرات میں مبتلا ہوتا ممکن ہے لیکن ہمیشہ سلامتی ہی حاصل رہی ہو جیسے کہ ملائکہ۔ دوسری قسم میں وہ ذات ہے جس کے حق میں ایسی باتیں محال ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

اس تقسیم میں تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ فرشتہ انسان سے اوپر ہے اور انسان حیوان سے اوپر اور اللہ تعالیٰ سب سے اوپر۔ پس وہ علی مطلق ہے کیونکہ وہ خود زندہ اور جہان کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور علماء کے علوم کو پیدا کرنے والا اور پاک اور ہر قسم کے عیوب سے منزہ ہے۔ ادھر بے جان چیز درجات کمال میں سب سے نیچے کے درجے میں واقع ہوئی ہے۔ انتہائی رتبے میں خدا کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ غرض اسی طرح اس کی فوقیت اور علو کو سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ نام پہلے ادراک بصر کے لحاظ سے مقرر کیے گئے ہیں اور عوام کا درجہ ہے پھر جب خواص لوگ عقلی ادراکات سے بہرہ ور ہوئے اور ان کو آنکھ کے ادراک اور عقل کے ادراک میں موازنہ محسوس ہوا تو اس سے مطلق الفاظ بطور استعارہ اخذ کر لئے جن کو خواص نے سمجھ لیا اور عوام نے نہیں سمجھا۔ جن کا ادراک حواس ظاہری سے آگے ترقی نہیں کر سکتا۔ جو جانوروں کا درجہ ہے۔ چنانچہ وہ کسی عظمت کا تصور محض طول و عرض کی روح سے اور علو کا تصور ظرف مکانی کی رو سے۔ اسی طرح فوقیت کا تصور بھی ظرف مکانی کی روح سے سمجھتے ہیں۔

اس بیان سے تم خدا کے عرش کے اوپر ہونے کا مطلب سمجھ گئے ہو گے کیونکہ وہ تمام اجسام سے بڑا ہے۔ گویا وہ تمام اجسام کے اوپر ہے اور وہ ذات موجود جو اجسام کی حدود سے محدود ہونے اور مقادیر کے ساتھ متقدر ہونے سے منزہ ہے وہ رتبہ میں مستبب کے سبب اجسام کے اوپر ہے لیکن اس فوقیت کو عرش کے ساتھ جو ذکر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ کہ عرش تمام اجسام سے بالا ہے۔ پس جو عرش سے بھی بالا ہو گا وہ سب

سے بالا ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ خلیفہ سلطان کے اوپر ہے۔ جس سے بتانا مقصود ہو کہ جب وہ سلطان سے بالا ہے تو ان تمام لوگوں سے بھی بالا ہوگا جو سلطان سے نیچے ہیں یا وہ گو آدمی جو فوق کے معنی صرف ظرف مکان سمجھتا ہے واقعی ہنسی کے لائق ہے اور بالاسمہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ فلاں دو معزز شخص مجلس میں کس کس درجہ پر بیٹھتے ہیں تو اس کو کہنا پڑے گا کہ یہ شخص اس شخص کے اوپر بیٹھتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اس کے دائیں جانب بیٹھتا ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس شخص کا اس شخص کے اوپر بیٹھنا یوں ہوسکتا تھا کہ اس کے سر پر بیٹھتا یا اس جگہ بیٹھتا ہے جو اس کے سر پر بنی ہوئی ہوتی۔ پھر اگر اس کو کہا جائے کہ تم جھوٹ بولتے ہو وہ نہ اس کے اوپر بیٹھتا ہے نہ اس کے نیچے بلکہ اس کے پہلو پر بیٹھتا ہوگا تو وہ اس اعتراض سے آگ بگولا ہوکر کہے گا کہ تم بھی کیا آدمی ہو کہ کچھ کا کچھ سمجھ جاتے ہو۔ اجی اس فوقیت سے مراد رتبہ کی فوقیت اور صدر کا قرب تھا نہ کہ سر پر یا سر سے اونچے بیٹھنا۔ دیکھو صدر مدارج مجلس کا منتہیٰ ہوتا ہے جو شخص صدر سے قریب ہے وہ اس شخص کے اوپر ہے جو صدر سے دور ہے۔

اس بیان سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ جس ترتیب کی دو طرفیں ہوں اس میں بلاتعین ایک طرف کو فوق اور علو سے اور دوسری کو اس کے مقابل کے نام سے موسوم کرسکتے ہیں۔

بندہ کا علی ہونا ممکن نہیں کیونکہ وہ جو درجہ حاصل کرسکتا ہے اس سے اوپر کوئی نہ کوئی درجہ ضرور ہوتا ہے اور یہ انبیاء و ملائکہ کے درجے ہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ بندہ کوئی ایسا درجہ حاصل کرے جو انسان کی جنس سے سب سے اونچا ہو اس کے اوپر کوئی درجہ نہ ہو۔ یہ درجہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لیکن وہ علو مطلق کے مقابلہ میں قاصر ہے کیونکہ ایک تو وہ صرف بعض موجودات کے لحاظ سے علو ہے نہ کہ کل کے لحاظ سے۔ دوسرے وہ وجود اور واقع کے لحاظ سے علو ہے نہ کہ بطریق وجوب بلکہ یہ

امکان اس کے مقارن ہے کہ کوئی ایسا انسان پایا جا سکے جو اس سے بھی بالا ہو۔

پس علی مطلق وہ ہے جس کو بحسب وجوب فوقیت حاصل ہو نہ کہ بالااضافت اور نہ کہ بحسب وجود جس کے ساتھ نقیض کا امکان مقارن ہو۔

یہ لفظ علو سے بنا ہے بمعنیٰ بلندی اور کسی جگہ کا بلند ہونا اور بلندی پر آنا اور کسی چیز کے اوپر ہونا پھر بلندی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حسی جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر بلند ہونا اور ایک عقلی، جیسے ایک چیز کا رتبے میں دوسری چیز سے بلند تر ہونا اللہ تعالیٰ ہی تقدس مرتبے میں سب سے بالا تر ہے۔ کوئی بھی رتبہ اس کے رتبے سے بلند نہیں ہے۔ تمام مراتب اس کے مرتبے سے نیچے ہیں کیونکہ سبب اور علت مسبب اور معلول سے بلند تر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسبات اور معلولات کا سبب و علت ہے اور علیت و فاعلیت کے تمام مراتب اس کی ذات پر ختم ہوتے ہیں۔ لہٰذا کوئی چیز اس سے بالاتر نہیں بلکہ وہ سب سے بلند و بالا ہے۔ نیز موجودات دو قسم کی ہیں۔ ایک مردہ دوسری زندہ۔ پھر زندہ چیزوں کی تقسیم اس طرح ہے کہ جس کا ادراک حس کی حد تک ہے وہ حیوانات ہیں اور کچھ زندہ چیزیں ایسی ہیں جن میں ادراک حسی کے علاوہ ادراک عقلی بھی ہوتا ہے۔ جن چیزوں میں ادراک عقلی پایا جاتا ہے وہ پھر آگے منقسم ہوتی ہیں اس چیز کی طرف کہ اس کے معلومات کے بالمقابل ان میں شہوت و غضب بھی پائی جاتی ہے۔ وہ انسان ہے اس کی دوسری قسم وہ ہے جو شہوت و غضب کے مقابلے سے سالم و محفوظ ہے۔ اس میں کسی قسم کی میل کچیل بھی نہیں ہے پھر جو چیزیں اس سے سالم اور محفوظ ہیں وہ یا تو ممکن ہیں مگر ان میں شہوت و غضب کی ملاوٹ پائی جاتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے شہوت و غضب سے سلامتی عطا کر دی ہوتی ہے اور دوسری وہ چیز ہے جس کے حق میں شہوت و غضب میں مبتلا ہونا یا شہوت و غضب کا اس میں پایا جانا محال و ناممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے پس اللہ تعالیٰ مرتبے میں سب چیزوں سے بلند ہے کہ اس سے عالی تر اور کامل تر کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا اور عوام کی سمجھ

میں جو کہ حیوانات کے مرتبے میں ہیں حسی بلندی کے سوا اور کوئی بلندی نہیں اس کے برعکس خاصان حق جو بصیرتوں کے ادراک کی بدولت معنوی بلندی سے آگاہ ہوتے ہیں اور بلند مراتب کو حسی بلندی سے اوپر سمجھتے ہیں۔ عوام کے درجہ سے بالکل الگ ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش سے اوپر ہونے کا کیا معنی ہے کیونکہ عرش تمام اجسام سے اوپر ہے اور وہ موجود جو حد میں ہونے اور اجسام کی حدود کے اندازے سے بھی منزہ ہے اور ان کی مقادیر سے بھی اونچا ہے وہ تمام اجسام سے مرتبے میں بلند ہوگا۔ عرش سے تخصیص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام اجسام سے اوپر ہے اور جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی اوپر ہے تو وہ سب سے اوپر ہوا۔ پھر علو کسی پر غلبہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے جیسا کہ فرمایا (وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ) پس بندے کو چاہئے کہ قیاس عقلی اور ترتیب فطری کو اس کی ذات و صفات کی حقیقت کی جانب راستہ نہ دے اور معرفت کے راستے میں اس بات کو اپنے باطن سے نکال دے کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے بلکہ اپنے عاجز ہونے کا اعتراف کرے کیونکہ معرفت کا کمال بھی یہی ہے اپنی عقل کو اس کے امر حکم کے غلبے کے سامنے بالکل نیست و نابود کر دے۔ حکم کی بجاآوری اور سر تسلیم خم کرنے کے انداز میں اس کے سامنے آئے اس اسم سے موصوف ہونے کی صورت یہ ہے کہ علم و عمل کی تحصیل میں اس قدر کوشش کرے کہ اپنے بنی نوع افراد سے کمالات میں فائق و بلند ہو جائے۔ مراتب و مقامات میں عروج حاصل کرے لیکن بندے کیلئے کامل بلندی ممکن نہیں کیونکہ اس کے اوپر اپنے اپنے درجات کے مطابق انبیاء کے درجات ہیں تمام درجات سے بلند تر درجہ جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں، حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے اور مطلق اعلیٰ ذات خدائے تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وتعالیٰ شانہ کی ذات ہے۔ اس صفت سے متخلق ہونے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اپنے نفس و خواہش پر غالب رہے۔ اہل دنیا کی صحبت سے بلندی اور علیحدگی اختیار کرے۔ امر حق کے علاوہ کسی جانب بھی اپنی

ہمت نیچے نہ لائے۔ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص درگاہ حق کی جانب توجہ کرنے میں صادق ہوگیا اس کی ہیبت آسمان و زمین والوں کے دل میں بیٹھ جاتی ہے کہ سب اس سے ڈرتے ہیں۔

اَلْکَبِیْرُ

یَا کَبِیْرُ (اے بزرگی والے)

اعداد: 232 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں کبیر ہے یعنی سب سے بڑا ہے۔ اس کی ذات ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ ایسے اس کی صفات متعلقہ صفت میں اکمل اور کامل ہیں۔ اس لئے اس کے برابر کا نہ کوئی ہے اور نہ کوئی ہوسکتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی نہ ہو وہی کبیر ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ کی ذات کبیر ہے۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (پ 15 بنی اسرائیل 43)

ترجمہ: وہ پاک ہے اور جو یہ کہتے ہیں اس سے بالا ہے اس کا مرتبہ عالی بڑی شان والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ○ (پ 17 حج 62)

ترجمہ: یہی بات ہے کہ بے شک اللہ ہی ہے جو حق ہے اور بلاشبہ اس کے سوا جن کو وہ پوجتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی سب سے اعلیٰ بڑائی والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ لا وَاَنَّ

اَللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ۝ ع (پ21 لقمان30)

ترجمہ: یہ اس کی شان ہے بے شک اللہ وہ ہے جو حق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں سب باطل ہے اور بے شک اللہ ہی عالی مرتب سب سے بڑا ہے۔

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ ط حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا مَاذَا لا قَالَ رَبُّکُمْ ط قَالُوا الْحَقَّ ج وَھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ۝ (پ22 سبا23)

ترجمہ: اور اللہ کے ہاں کسی کی شفاعت نفع نہ دے گی مگر اس کیلئے جس کیلئے وہ خود اجازت فرمائے جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ختم کر دی جائے گی تو تمہارے رب نے کیا کہا ہے اس نے حق فرمایا ہے۔ وہ عالی شان سب سے بڑا ہے۔

ایک ولی اللہ کا قول ہے کہ کبیر وہ ہے جو کبریائی کی تمام صفات سے متصف ہو۔ عزت، عظمت، قدرت اور ہیبت کا مالک ہو اور یہ صفت صرف خدا میں ہے، مخلوق میں نہیں ہو سکتی۔ کبریائی اللہ ہی کو زیب دیتی ہے کیونکہ اس کے حضور میں کوئی بھی اس کی رضا کے بغیر کچھ درجہ نہیں رکھ سکتا۔

ذٰلِکُمْ بِاَنَّہٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ کَفَرْتُمْ ج وَاِنْ یُّشْرَکْ بِہٖ تُؤْمِنُوْا ط فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ ۝ (پ24 مومن12)

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہوا کہ جب اللہ کو اکیلے پکارا جاتا تو تم کفر کر دیتے اور کسی کو اس کا شریک بنایا جاتا تو تم مان لیتے تھے پس حاکمیت اللہ کی ہے جو بلند و بالا ہے کبیر ہے۔

یعنی بزرگ اور صاحب کبریا، کبریا کامل ذات سے عبارت ہے اور کمال سے کمال وجود مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کمال وجود دو چیزوں سے تعلق رکھتا ہے ایک دوام

وجود سے جب آدمی کے وجود کی مدت لمبی ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ زیادہ عمر والا ہو گیا۔ جب طویل الوجود کو کبیر یعنی بڑا کہتے ہیں تو وہ ہستی جو دائم الوجود ہو پھر ازلی و ابدی بھی ہو تو وہ اس اسم کے ساتھ موسوم ہونے کے زیادہ لائق اور مستحق ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کا وجود وہ وجود ہے کہ اس سے سارے وجود سامنے آئے پس کبیر کا معنی ہوگا کامل الذات تام الوجود اور عظیم کا معنی ہوگا کامل الصفات رفیع القدر اور عالی مرتبہ۔

کبیر سے مراد صاحب کبریا اور کبریا سے مراد ذات کمال ہے اور کمال ذات کے معنی کمال وجود اور کمال وجود میں دو باتیں شامل ہیں۔

پہلی بات اس کا ازلی و ابدی دوام ہے پس جس وجود کے شروع میں عدم ہو یا آخر میں وہ ناقص ہے اور اسی لئے جب کسی انسان کی عمر دراز ہو جاتی ہے تو اس کو کبیر کہتے ہیں جس سے مراد کبیر السن یا لمبی عمر والا ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے اس کو عظیم السن نہیں کہتے۔ کبیر اس مقام میں استعمال ہوتا ہے جہاں عظیم استعمال نہیں کیا جاتا۔ پس جب وہ شخص کبیر کہلاتا ہے جس کے وجود کی مدت ایک محدود درجہ تک لمبی ہوتی ہے تو وہ ذات جو ازل سے ابد تک قائم و دائم ہے اور جس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے وہ تو بطریق اولیٰ کبیر ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس کا وجود وہ ہے جس سے ہر موجود کا وجود ہے پس جس شے کا وجود فی نفسہٖ مکمل ہو جب وہ کامل اور کبیر ہو تو وہ ذات جس سے تمام موجودات کا وجود ہو سب سے پہلے کامل اور کبیر ہے۔

بندوں میں سے کبیر وہ کامل شخص ہے جس کی صفات کمال صرف اس میں بند نہ ہوں بلکہ دوسروں پر بھی اثر کریں۔ پس جس شخص کے پاس بیٹھنے کا موقع ملے اس کو کچھ نہ کچھ اس کے کمال کا فیض پہنچے۔

بندہ کا کمال اس کی عقل، پرہیزگاری اور علم میں ہوتا ہے۔ پس کبیر وہ عالم اور

پرہیزگار شخص ہے جو لوگوں کو ہدایت کرے اور اس قابل ہو کہ لوگوں کا پیشوا ہو جس کے نور اور علم سے لوگ روشنی حاصل کریں۔ اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "جو شخص صاحب علم ہو کر عمل بھی کرے وہ عالم بالا میں عظیم کہلاتا ہے۔"

اَلْحَفِیْظُ

یَا حَفِیْظُ (اے حفاظت کرنے والے)

اعداد: 998 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حفاظت کرتا یعنی ہر چیز کو برباد اور تباہ ہونے سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بنایا ہے اور اسے قائم و دوائم رکھنے کا ذمہ بھی خود ہی لیا ہے اس لئے وہ اپنی ہر بنائی ہوئی چیز کا محافظ ہے۔ اس لحاظ سے وہ مخلوق کا حفیظ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ (پ 12 ھود 57)

ترجمہ: بے شک میرا رب ہر چیز کی حفاظت کرنے والا ہے۔

وَرَبُّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ (پ 22 سبا 21)

ترجمہ: اور تمہارا رب ہر چیز کی حفاظت کرنے والا ہے۔

حفظ نگاہ میں رکھنا جو کچھ کہ عالم میں ہے اسے ہر طرح کی آفتوں اور ضائع ہونے سے بچانے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ وہ باقی رکھتا ہے ان تمام چیزوں کو جو ایک دوسرے کی ضد اور دشمن ہیں جیسا کہ وہ عناصر کو چیزوں کی پیدائش میں نگاہ رکھتا ہے۔ وہ ان کی ایک خاص ترکیب اور خاص مزاج اور

قوتوں کو میانہ روی کی حالت میں رکھتا ہے۔ یونہی حیوانات کی حفاظت کرتا ہے وہ اس طرح کی حیوانات کی ذوات میں ان کی حفاظت کیلئے آلات و اعضاء پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح سینگ دار میں اور پنجے وغیرہ جیسے اسلحہ و ہتھیار پھر وہ ان میں معرفت و ہدایت پیدا کر کے انہیں راہ راست پر قائم رکھتا ہے۔ نیز حیوانات میں حواس پیدا کرتا ہے جو کہ جاسوس کے فرائض انجام دیتے ہیں اور اس بات سے آگاہ کرتے ہیں کہ دشمن اور آفات اس کے قریب آ رہی ہیں جیسے کہ آنکھیں اور کان وغیرہ اسی طرح ملکوت و آسمان و زمین کا ہر ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے حتیٰ کہ وہ گھاس جو زمین سے اگتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے مغز کو چھلکے کے ذریعے اور اس کی طراوت کو رطوبت اور بخارات کے ساتھ جو کہ اس سے اٹھتے ہیں، حفاظت کرتا ہے پھر کانٹا نباتات اور پودوں کا ہتھیار ہے جس طرح کہ سینگ کاٹنے والے دانت اور پنجے حیوانات کا ہتھیار ہیں۔ اسی طرح پانی کے ہر قطرے کے ساتھ حفاظت کرنے والا ایک فرشتہ لگا ہوا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے کہ وہ قطرہ ہوا کی شکل اختیار نہ کرے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کس طرح ادا کر سکتے ہیں کہ اس عالم میں مذاہب اور دینوں کے اس قدر اختلافات کے باوجود ہمارے دلوں میں سچے دین کے بارے میں ذرا بھی کوئی خطرہ نہیں گزرتا نہ کسی قسم کا کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی ایمان کی گرہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف یا شبہ پیدا ہوتا ہے بلکہ نور ایمان دل میں ثابت اور باقی رہتا ہے اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو ایمان پر ثابت رکھ۔ حفظ بمعنی کسی چیز کو یاد کرنے کا بھی آتا ہے جو نسیان اور بھول جانے کی ضد ہے۔ اس معنی کے مطابق بھی حفیظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کیلئے درست ہے کیونکہ تمام چیزیں اس کے علم میں محفوظ ہیں اور سہو و نسیان کی بہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی چیز کا مٹ جانا بالکل ناممکن ہے۔

حفیظ بہت بڑی نگہبانی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ یہ معنی حفظ کے معنی کو سمجھنے ہی

سے سمجھ میں آسکتے ہیں اور حفظ دو طرح پر ہے۔

ایک تو موجودات کے وجود کو ہمیشہ قائم رکھنا۔ اس کے مقابلہ میں اعدام ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان، زمین، ملائکہ وغیرہ لمبی زندگی والی موجودات اور حیوانات و نباتات وغیرہ چھوٹی عمر والی موجودات کا حافظ ہے۔

دوئم، جو حفظ کے زیادہ ظاہر معنی ہیں وہ متعدی اور متضاد چیزوں کو ایک دوسرے سے بچانا ہے اور اس متعدی سے وہ متعدی مراد ہے جو پانی اور آگ کے درمیان ہے کیونکہ وہ دونوں طبعاً ایک دوسرے کے مخالف اور ایک دوسرے پر تعدی کرنے والے ہیں۔ یا تو پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور یا آگ پانی کو بخارات کی صورت میں بدل کر ہوا بنا دیتی ہے اور حرارت و برودت کا باہمی تضاد اور معاندت ظاہر ہے جو ایک دوسرے کو دباتی رہتی ہیں۔ اس طرح رطوبت اور یبوست میں جو مخالفت ہے ظاہر ہے اور تمام اجسام ارضی انہیں مخالف ارکان سے مرکب ہیں کیونکہ جاندار کیلئے حرارت عزیزی کا ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ نہ رہے تو زندگی نہ رہے اور رطوبت بھی ضروری ہے، جو اس کے بدن کی غذا ہوتی ہے جیسے خون وغیرہ۔ اور یبوست لازم ہے جس کے ساتھ اس کے اعضاء منضبط اور باہم پیوستہ و چسپاں رہتے ہیں۔ خصوصاً وہ اجزا جو سخت ہیں جیسے ہڈی اور برودت بھی ضروری ہے جو حرارت کی تیزی کو کم کرے تاکہ وہ معتدل رہے اور باطنی رطوبتوں کو فوراً جلانے اور تحلیل کرنے نہ پائے۔

یہ چاروں ارکان باہم متعادی اور متنازع ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کے چمڑے اور جاندار کے بدن اور نباتات کے جسم میں اور تمام مرکبات میں جمع کر دیا ہے۔ اگر وہ ان کی حفاظت نہ کرتا تو وہ باہم بگاڑ پیدا کر کے ایک دوسرے سے پھٹ جاتے اور ان کی باہمی ترکیب، امتزاج باطل ہو جاتا ہے اور وہ معنی باطل ہو جاتا جس کو ترکیب و مزاج کے ساتھ مربوط کرنے کیلئے وہ مستعد ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت سے پہلے تو تعدیل قویٰ سے اور پھر امداد مغلوب سے

کرتا ہے۔

تعدیل یہ ہے کہ مثلاً قوت بارد کا درجہ قوت حار کے برابر ہے تا کہ جب وہ دونوں جمع ہوں تو ایک دوسری پر غالب نہ ہوسکیں بلکہ ایک دوسری کی مدافعت کریں کیونکہ جب ان میں سے کوئی غالب نہیں ہوتی تو مغلوب کون ہو پس وہ ایک دوسری کا مقابلہ کریں اور ان کے مقابلے اور برابری کے ساتھ ساتھ بدن کا قوام باقی رہے۔

اسی سے مراد اعتدال مزاج ہے۔

دوم، مغلوب کو اس چیز کے ساتھ امداد دینا جس سے وہ اپنی طاقت تازہ کر کے غالب کا مقابلہ کرے مثلاً حرارت برودت کو فنا کرتی اور سوکھاتی ہے پس جب وہ غالب آتی ہے تو برودت اور رطوبت کمزور ہو جاتی ہے اور حرارت اور یبوست غالب آتی ہیں اور ضعیف کی امداد سرد تر جسم کے ساتھ ہوسکتی ہے اور وہ پانی ہے پیاس کا مطلب یہی ہے کہ تر و تر چیز کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سرو تر اشیاء برودت اور رطوبت کی مدد کیلئے بنائی ہیں کہ جب ایک ان میں سے غالب ہو تو اس کی مخالف چیز کو مقابلے میں کھڑا کر دیا جائے جس سے وہ دب جائے اور یہ امداد ہے اور یہ غذا دوا کے بنانے سے اور ایسے آلات و اوزار پیدا کرنے سے جو اس میں کام دیتے ہیں اور ان کو استعمال کی توفیق عطا فرمانے سے یہ امداد تکمیل کو پہنچی ہے۔ اور یہ تمام امور حیوانات اور متضاد اجزاء کے مرکبات کے بدنوں کی حفاظت کیلئے ہیں اور یہی اسباب ہیں جن کی بدولت انسان اپنے جسم کی داخلی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور وہ بعض خارجی اسباب سے بھی ہلاکت کا نشانہ بنا رہتا ہے جیسے خونخوار درندے اور جانی دشمن۔ پس ان سے محفوظ رکھنے کیلئے چند ایسے جاسوس پیدا کئے ہیں جو دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دیتے ہیں اور وہ اس کے مقدمۃ الجیش ہیں، جیسے آنکھ کان وغیرہ۔ پھر اس کیلئے طاقتور ہاتھ اور اسلحہ عطا کئے ہیں جن میں سے بعض مدافعانہ کام دیتے ہیں جیسے زرہ اور ڈھال اور بعض جارحانہ جیسے تلوار، چھری، بندوق وغیرہ پھر بسا

اوقات انسان دفع آفت سے عاجز آ جاتا ہے۔ اس کو آلہ گریز سے مدد دیتی ہے اور پاؤں سے چلنے والے جانداروں کیلئے پاؤں ہیں اور پرندے کیلئے بازو ہیں۔

اسی طرح خدائے جلّ قدرتہ کی حفاظت عالم علوی و عالم سفلی کے ذرے ذرے اور پتے پتے پر حاوی ہے۔ یہاں تک کہ میوے کے گودے کو سخت چھلکے اور پودے کی طراوت کو رطوبت کے ساتھ محفوظ رکھتا ہے اور جو میوہ صرف چھلکے سے محفوظ نہ رہے اس کی حفاظت کانٹوں کے ساتھ کرتا ہے جو اسی کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں تاکہ ان سے بعض تلف کرنے والے جانداروں کا دفعیہ ہوتا رہے۔ پس کانٹے نباتات کے ہتھیار ہیں جیسے حیوانات کے ہتھیار سینگ، پنجے اور کچلیاں ہیں بلکہ پانی کے قطرہ قطرہ کے ساتھ حفاظت اسباب ہیں جو ان کو مخالف ہوا سے بچاتے ہیں۔

دیکھو اگر پانی کو کسی برتن میں مدت تک پڑا رہنے دیا جائے تو وہ ہوا بن جاتا ہے اور ہوا اس سے تری کی صفت دور کر دیتی ہے۔

اگر تم پانی کے کسی برتن میں انگلی ڈبو دو اور پھر اس کو نکال کر الٹی کرو تو اس سے ایک قطرہ نیچے کو ڈھلک جائے گا لیکن انگلی کے سرے پر آ کر رہ جائے گا۔ انگلی سے جدا نہ ہوگا حالانکہ پستی کی طرف بہنا اس کا طبعی خاصہ ہے۔ اگر وہ بہہ جائے تو چھوٹا ہونے کے باعث ہوا کے غلبہ سے فنا ہو جائے گا۔ اسی لئے وہ برابر جھکا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ باقی تری بھی شامل ہو جاتی ہے جس سے وہ ایک بڑا قطرہ بن جاتا ہے۔ اور فوراً ہوا کو چیرتا ہوا نیچے گر جاتا ہے۔ ہوا اس کو اپنی جنس میں ملا لینے پر قادر نہیں ہو سکتی اور یہ اس کی حفاظت کی ایک صورت ہے جبکہ وہ کمزور اور اس کا مخالف (یعنی ہوا) طاقتور ہوتا ہے اور اس کو باقی تری کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ حفاظت ایک فرشتے کی طرف سے ہوتی ہے جو اس پر مامور ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ مینہ کی ہر بوند کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بوند زمین میں اپنی قرارگاہ پر جا پہنچتی ہے۔

اور حق یہ ہے، ارباب بصائر کا باطنی مشاہدہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ غرض اس حدیث پر نہ صرف تقلید کی رو سے یقین کرنا چاہئے بلکہ از روئے عقل بھی اس کو درست ماننا چاہئے۔

خدا کا آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی اشیاء کو پیدا کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق بحث کا سلسلہ بڑا طویل ہے جیسے کہ باقی تمام افعال کے متعلق ہے اور اسی سے اس اسم کے معنی معلوم کئے جاتے ہیں نہ صرف لغوی اشتقاق کے سمجھنے سے اور مجمل طور پر حفظ کے معنی معلوم ہو چکے۔

بندوں میں سے حفیظ وہ ہے جو اپنے اعضاء اور دل کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے دین کو غضب کے حملے، شہوت کے فریب، نفس کے مکر، اور شیطان کے دھوکے سے محفوظ رکھے کیونکہ وہ تباہی کے گڑھے کے قریب ہے اور ان بربادی بخش بہکانے والی چیزوں نے اس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔

اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ احکام شرع کی حدود کی حفاظت کرے۔ اپنے اعضاء کو گناہوں سے بچائے اپنے دل کو غیر کے ذکر سے بچائے رکھے اور اپنے باطن کو ملاحظہ اغیار سے محفوظ رکھے۔ اپنے تمام حالات کو حد استقامت و اعتدال سے باہر نکلنے سے محفوظ رکھے اور بے بس و عاجز لوگوں کی دستگیری کرے۔ ان کی محافظت کرے۔ قرآن و حدیث کا حافظ بنے ان کے معانی و مطالب دل کے اندر بٹھائے۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بزرگ بندے کو وراثت میں بہت سا مال ملا۔ اس نے اس مال کو دیکھ کر عرض کیا یاالٰہی تو نے مجھے ان دراہم کا محتاج پیدا کیا ہے لیکن حضور قلب کے ساتھ اس دولت کی حفاظت میں نہیں کرسکتا کیونکہ اس سے میرے دل میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اے میرے خدا تو ہی میرا حفیظ بن اور تو ہی مجھے اپنی نگاہ میں رکھ۔ اس بزرگ نے یہ کہہ کر سارا مال درویشوں اور مسکینوں

میں بانٹ دیا۔ اس کے بعد اس بزرگ کو جب بھی کسی چیز کی ضرورت پڑتی خدائے تعالیٰ غیب سے وہ چیز اسے عطا کر دیتا۔

جب بندے نے یہ جان لیا کہ میرا پروردگار میرا محافظ ہے تو اسے چاہئے کہ تمام آفات اور ڈر کی چیزوں اور نفس و ہوا کے غلبے سے اس کی حفاظت اور حمایت کی پناہ میں رہے۔

صوفیاء کے نزدیک انسان کی حفاظت دو طرح کی ہے۔ ایک ظاہر جسم کی حفاظت اور دوسرے ایمان کی حفاظت۔ ان دونوں طرح کی حفاظت پر اللہ تعالیٰ کو پورا پورا اختیار ہے چونکہ جو بندہ اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے جسم اور ایمان کی حفاظت کرتا ہے اور یہ چیز اسے ''یَا حَفِیْظُ'' کہہ کر پکارنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اَلْمُقِیْتُ

یَا مُقِیْتُ (قوائے انسانی کو توانائی دینے والے)

اعداد: 550 ☆ تاثیر: جلالی

اَلْمُقِیْتُ ایک جامع لفظ ہے جس کے کئی معنی ہیں۔ اس کا اصل مطلب ہر جاندار کو نفع بخش غذا مہیا کرنا ہے یعنی ایسی خوراک فراہم کرنا جو جزو بدن بن کر باعث نشو ونما اور جان فزا بنے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ہی درحقیقت روزی رساں ہے اور روزی پہنچانے میں نگہبان بھی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی جس قسم کی بھی مخلوقات ہیں اللہ اسے روزی دے کر ان کے جسم میں قوت اور توانائی پیدا کرتا ہے جس سے ان کی جسمانی قوت برقرار رہتی ہے اور پھر انسانوں کیلئے ایسی خصوصیات

میں قوت پیدا کر دیتا ہے جس سے روح میں قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسے ہدایت زہد و تقویٰ اور علم وغیرہ۔ یہ تمام ایسی عبادات ہیں کہ جن سے انسانی روح میں توانائی پیدا ہوتی ہے اور وہ حق پر قائم رہتی ہے۔ المختصر اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے مقیت ہے کہ وہ ہمارے جسم میں توانائی پیدا فرماتا ہے اور پھر وہ اس لحاظ سے مقیت ہے کہ وہ ہماری روح میں تازگی پیدا کرتا ہے پھر وہ اس لحاظ سے مقیت ہے کہ وہ جمادات اور نباتات کو ان کی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے قوت دے کر ان کی نشو ونما کرتا ہے۔

ایک اور قول کے مطابق مقیت یعنی روزی کا خالق اور ابدان تک ان کی خوراک پہنچانے والا ہے۔ یہ لفظ قوت سے بنا ہے۔ قوت دراصل اس خوراک کو کہتے ہیں جس سے انسان کا بدن قائم رہتا ہے۔ جیسے مختلف کھانے لفظ مقیت کا مصدر اقاتت ہے بمعنی خوراک عطا کرنا، مذکورہ خوراک بدن سے تعلق رکھتی ہے اور روح کی خوراک معرفت ایمان ہے۔ لفظ مقیت بمعنی توانا، حفاظت کرنے والا اور گواہ و حاضر بھی آتا ہے۔ بعض اوقات مقیت بمعنی قادر اور عالم بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (پ5 نساء85)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

پس اسم مقیت علم و قدرت کے دونوں معنوں کا جامع ہے بندے کو چاہئے کہ تن اور جان کی روزی اور قوت اس سے چاہے اور اس کے علم پر اکتفا کرے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ روزی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا اس زندہ ذات کا ذکر کرنا جو موت سے پاک ہے بعض حضرات اس طرح حکایت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی خوراک کیا ہے فرمایا اللہ لوگوں نے کہا ہم کھانے کی وہ مقدار دریافت کرتے ہیں جس کے بغیر چارہ نہیں۔ فرمایا اللہ کے بغیر چارہ نہیں۔ لوگوں نے کہا ہم اس چیز کے بارے

میں پوچھتے ہیں جس سے لوگوں کے بدن اور جسم قائم ہیں۔ فرمایا تمام اجسام اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کو پہنچانتے ہو۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو چاہئے کہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں۔ غافلوں کو راہ ہدایت بتائیں۔ اپنے نفس کے حالات پر خبردار رہیں۔ نیز یہ کہ اپنے تمام اعضاء کی صحت و طاقت جملہ قویٰ کی بقاو قوت کیلئے سوال اسی مالک سے کریں اور التجا کریں۔

اے میرے رب میرے پروردگار میرے اعضا، میرے حواس، میری خدمات، میری معلومات، میرے مشاہدات کو تو ہی اپنی رحمت و طاقت سے بڑھا۔

اَلحَسِیبُ

یَاحَسِیبُ (اے حساب لینے والے)

اعداد: 80 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز حساب لے گا یعنی جو کچھ اس نے ہمیں دیا ہے اس کے متعلق وہ پوری طرح باز پرس کرے گا۔ اس لئے اسے حسیب کہا جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کی بنا پر اپنی ساری مخلوق سے حساب لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ یعنی جو مال اس نے ہمیں دنیا میں دیا ہے اس کے متعلق ہم سے پوچھے گا کہ ہم نے اس مال کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کیا ہے کہ نہیں۔ اسی طرح جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم دے رکھا ہے اس کے متعلق دریافت کرے گا کہ تو نے علم کو میرے احکامات کے مطابق استعمال کیا تھا؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ذرّے ذرّے کا حساب لے گا۔

ایک اور قول کے مطابق حسیب بمعنی محاسب ہے یعنی حساب لینے والا اور

خدائے تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق سے حساب لے گا اور دنیا اور آخرت میں ان کے سانس تک گنے گا۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (پ4 نساء6)

ترجمہ: اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا (پ 5 نساء 86)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○ (پ22 احزاب 39)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور کا خوف نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

ایک اور مقام پر حسیب کا لفظ حساب ہی کیلئے یوں بھی آیا ہے:

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ج وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ (پ7 انعام 96)

ترجمہ: صبح نکالتا ہے اور رات کو آرام دیتا ہے۔ سورج اور چاند حساب کیلئے ہیں۔ یہ مقرر شدہ اندازہ ہے وہ غالب ہے علم والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کوئی مخلوق اس کے حساب سے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ایمان عمل کا حساب لے گا۔

اس کہ علاوہ حسیب کافی کے معنوں میں بھی آتا ہے یعنی کفایت کرنے والا ہے کیونکہ وہ بندوں کو چیزیں عطا فرماتا ہے تاکہ وہ ان کی دنیا اور آخرت میں کفایت کر سکیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسیب سے مراد ہے کافی۔ جو

کوئی اس کا ہو جائے، وہ اس کیلئے کافی ہو اور اللہ تعالیٰ سب کیلئے حسیب اور کافی ہے۔ اس وصف کی حقیقت خدا کے سوا اور کسی کیلئے متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ کفایت کے محتاج کو جو اس کی حاجت ہوگی تو اپنے وجود اور دوام وجود اور کمال وجود کیلئے ہوگی۔ اور خدا کے سوا ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو تنہا کسی چیز کیلئے کافی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کیلئے کافی ہے نہ کہ صرف اشیاء کیلئے یعنی وہ اکیلا ہی کافی ہے کہ اس کے ساتھ اشیاء کا وجود متصل ہو اور اس کے ساتھ ان کا وجود ہمیشہ رہے اور اس کے ساتھ ان کا وجود مکمل ہو اور تم کو یہ ظن بھی نہیں کرنا چاہئے کہ جب تمہیں کھانے، پینے کی اور زمین، آسمان اور سورج وغیرہ کی ضرورت ہوئی تو تم اس کے سوا کسی اور کے محتاج ہوئے اور وہ تمہارے لئے کافی نہ تھا کیونکہ اسی نے کھانے پینے کی چیزیں اور زمین و آسمان اور سورج وغیرہ چیزیں بنائی ہیں۔ وہی تمہارے لئے کافی ہیں اور یہ بھی خیال تک نہ کرو کہ جو بچہ ماں کا محتاج ہے جو اس کو دودھ پلاتی ہے اور پرورش کرتی ہے اللہ اس کا حسیب اور کافی ہے بلکہ اللہ ہی اس کیلئے کافی ہے جس نے اس کی ماں کو پیدا کیا اور اس کے پستانوں میں دودھ بنایا اور بچے کو دودھ پینے کی ہدایت کی اور ماں کے دل میں شفقت اور محبت ڈال دی۔ یہاں تک کہ اس نے بچے کو دودھ پینے دیا۔ پس انہیں اسباب سے کفایت حاصل ہوئی ہے اور اللہ اکیلا بچے کیلئے ماں کو پیدا کرنے والا ہے۔

اگر تم سے کہا جائے کہ اکیلی ماں بچے کیلئے کافی ہے تو تم فوراً ہاں میں ہاں ملا دو گے۔ اتنا کہنے کی توفیق نہ ہوگی کہ ماں اس کیلئے کافی نہیں ہے کیونکہ وہ دودھ کا محتاج ہے اور جب دودھ نہ ہو تو ماں کہاں کافی ہوگی۔ اگر کہو گے یہ کہ ہاں بچہ دودھ کا محتاج تو ہے مگر دودھ بھی تو ماں ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ پس وہ ماں کے سوا اور کسی کا محتاج نہ ہوا۔ مگر تم کو یاد رکھنا چاہئے کہ دودھ ماں کی طرف سے نہیں ہے بلکہ کیا ماں اور کیا دودھ دونوں خدا کی طرف سے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے ہیں۔ پس وہ اکیلا ہر

شخص کیلئے کافی ہے اور اس کے سوا اور کوئی ایسی شے نہیں ہے جو تنہا کسی چیز کیلئے کافی ہو بلکہ اشیاء ایک دوسری سے متعلق ہوتی ہیں اور سب کی سب خدا کی قدرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ (اسماء الحسنٰی)

کافی کیلئے حسیب کا لفظ قرآن مجید میں یوں استعمال ہوا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ؑ (پ 10 توبہ 59)

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا کہ جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا ہے اس سے راضی ہو جاتے اور کہتے کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔ ہمیں عنقریب اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول دے گا بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

بندہ کو اس وصف میں کوئی دخل نہیں ہے مگر بطریق مجاز بعید اور بلحاظ سرسری نظر اور ظن عام کے مجاز ہونا اس لحاظ سے ہے کہ گو وہ اپنے بچے کی تعلیم و تربیت کیلئے ہے لیکن وہ فی الحقیقت کافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی فی الحقیقت کافی ہوسکتا ہے کیونکہ بنفسہ تو خود اس کا اپنا وجود بھی قائم نہیں ہے اور نہ بنفسہ اپنے آپ کیلئے کافی ہے تو غیر کیلئے کب کافی ہوسکتا ہے۔

بندہ کا کافی ہونا خلق عام کے لحاظ سے اس لئے ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ وہ مستقل بالکفایت ہے تو بھی وہ اکیلا کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ایسے محل کا محتاج ہے جو اس کے فعل اور کفایت کو قبول کرسکتا ہو۔ کم از کم ایک کا محتاج ہوگا جو محل علم ہے تا کہ وہ تعلیم میں کافی بن سکے۔ اور ایک معدہ چاہئے جو کھانا پہنچنے کی جگہ ہوتا ہے تا کہ وہ بدن میں کھانا پہنچانے کیلئے کافی ہوسکے۔ علاوہ ان کے وہ اور بہت سی اشیاء کا محتاج ہوگا جن کا کوئی شمار نہیں ہے اور ان میں سے کوئی شے بھی اس کے اختیار میں نہیں ہے اور خدا کا کافی ہونا اس لئے صحیح ہے کہ وہ خالق فعل ہے اور خالق محل ہے اور شرائط

قبول کا خالق ہے۔

بندہ کا کافی کہلانا سرسری نظر سے اس لئے ہے کہ بسا اوقات ایک فاعل پر نظر پڑتی ہے اور اس کے سوا اور کسی کا خیال بھی دل میں نہیں گزرتا۔ پس وہ دیکھتا ہے یہ فاعل ہی کافی ہے حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب بندے نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے تو چاہئے کہ اسی کو کافی جانے اور اسی کی تدبیر پر بھروسہ کرے اور تمام امور میں اسی پر توکل کرے۔ قرآن مجید میں فرمایا (وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ) جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کیلئے کافی ہوتا ہے۔ بندہ جب یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی کے سانس بھی گن رہا ہے اور ایک ایک سانس کا حساب لے گا کہ میں نے اس میں کیا کیا تو چاہئے کہ اپنے افعال ضابطے کے اندر رکھے۔ اپنے اموال کو ٹھیک کرے جب وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ شرف وکمال تو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے تو اس پر اپنے نفس کی کمینگی اور عیب ظاہر ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اپنی ذات پر تکبر نہیں کرتا اور نہ اپنے افعال کو دیکھ کر خود پسندی میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ محتاج لوگوں کی حاجات کی کفایت کا ذریعہ بنے، اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اس سے پہلے کہ اس کا حساب لیا جائے اور اپنے نفس کو معرفت وطاعت سے شریف اور نیک بنائے۔

اَلْجَلِیْلُ

یَا جَلِیْلُ (اے جلال و جمال والے)

اعداد: 73 ☆ تاثیر: جلالی

اللہ تعالیٰ کی شان اپنے ذاتی کمالات کی بنا پر جامع اور اکمل ہے اور اپنی صفات میں ہر لحاظ سے کامل اور عظیم ہے۔ اس میں جمال اور جلال کی خوبیاں بیک وقت موجود ہیں۔ اس لئے اسے جلیل کہا جاتا ہے۔ اللہ اپنی صفت جلال کی بنا پر مخلوق کے افعال کو سیدھے راستے پر قائم رکھتا ہے اور صفت جمال کی بنا پر ان پر رحمت اور کرم کرتا ہے اور انہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ کسی مخلوق کو اس کے حضور میں دم مارنے کی جرأت نہیں۔ اگر کوئی اس کے حضور میں اکڑنے کی کوشش کرے تو وہ اس کی گرفت میں آجاتا ہے۔ اس لئے اس کے جلال اور عظمت سے ڈرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم اور سختی کی بنا پر جلیل ہے۔

جلیل وہ ذات ہے جس کی شان بہت بلند وارفع ہو اور جس کا حکم تمام مخلوق پر غالب ہو کہ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور کوئی اس کے حکم پر غالب نہ ہو سکے اور ذات وصفات خداوندی اور افعال میں کوئی اس کا ثانی اور ہمسر نہ ہو اور عظمت وجلال کی تمام صفات اس میں پائی جاتی ہوں اور صفات عظمت وجلال سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ وہ تمام موجودات سے بے نیاز، شہنشاہ مطلق ہر عیب اور نقص سے پاک اور تمام موجودات سے زیادہ علم وقدرت کا مالک ہو اور وہ تمام اوصاف جو اسماء حسنیٰ میں مذکور ہوئے اس میں کامل طور پر پائے جاتے ہوں اور یہ تمام صفات مجموعی طور پر بجز ذات خداوندی کے کسی میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ تمام عالم میں جو بھی کمال وخوبصورتی اور

حسن و جمال پایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات کا ایک نور ہے کہ نور خداوندی کے اثر سے وہ چیز جلوہ گر ہو رہی ہے۔ یعنی کوئی شے بھی جلوہ خداوندی سے خالی نظر نہیں آتی۔ وہ شے خود بخود جلوہ فرما نہیں ہے۔ نہ اس کا یہ جلوہ ذاتی ہے بلکہ وہ ایک جلوہ خداوندی کا پرتو ہے اور اسی کے جلوہ سے اس میں حسن و جمال پیدا ہو گیا ہے۔ اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو جمیل بھی کہا جاتا ہے۔

اسماء الحسنٰی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ جلیل کے معنی جلال کی صفتوں سے موصوف اور جلال کی صفتیں ہیں۔ غنی، ملک، تقدس، علم، قدرت وغیرہ

پس ان سب صفات کا جامع جلیل مطلق ہے اور جو ان میں سے بعض کے ساتھ موصوف ہو اس کی جلالت اسی قدر ہے جتنی صفتوں سے وہ موصوف ہو۔

جلیل مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے گویا کبیر کا مطلب کمال ذات ہے اور جلیل کا کمال صفات ہے اور صفات سب کی سب اور اک بصیرت کی طرف منسوب ہیں۔ بایں ہئیت کہ وہ بصیرت پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ اور بصیرت ان پر حاوی نہیں ہوتی۔ صفات جلال جب اس بصیرت کی طرف منسوب کی جائیں جو اس کو ادراک کرتی ہے تو ان کو جمال کہتے ہیں اور ان سے متصف ہونے والا جمیل کہلاتا ہے۔

اسم جمیل اصل میں صورت ظاہری کیلئے موضوع ہے جو نظر سے محسوس ہوتی ہے جب کہ وہ اس طرز کی ہو کر نگاہ پسند کرے۔ پھر وہ صورت باطنی کیلئے منقول کیا گیا ہے جو بصیرت (عقلی نگاہ) سے ادراک کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے فلاں شخص سیرت جمیلہ رکھتا ہے۔ اس میں خلق جمیل ہے اور صورت نظر عقلی سے ادراک کی جاتی ہے نہ کہ ظاہری نظر سے۔ غرض کہ باطنی صورت جب کہ کامل، متناسب اور ان تمام کمالات کی جامع ہو جو اس کے لائق ہوں اور جیسی چاہئیں تو وہ صورت بصیرت باطنہ کیلئے جو ادراک کرتی ہے، پسندیدہ اور دلکش ہے جس کے نظارے سے ایک ایسی لذت، لطف اور سرور حاصل ہوتا ہے جو بصارت ظاہری کے ذریعے سے ظاہری صحیح و

ملیح شکلوں کا نظارہ کرنے والے کو حاصل نہیں ہوتا۔

جمیل مطلق خاص اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ دنیا میں جو جمال و کمال اور حسن و دلربائی ہے وہ اسی کی ذات کے انوار اور صفات کے آثار سے ہے اور ایسا موجود اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے جس کو کمال مطلق حاصل ہو اور اس کا کوئی ثانی وجوداً یا امکاناً نہ ہو۔ اسی لئے اس کا عارف اور اس کے جمال کا مشاہدہ کرنے والا، اس قسم کی لذت اور سرور محسوس کرتا ہے جس کے آگے جنت کی نعمتیں اور ظاہری صورتوں کی خوش نمائیاں ہیچ ہیں بلکہ صورت ظاہری کے جمال کو معانی باطنہ کے جمال سے جو کہ بصیرت کے ذریعہ سے ادراک میں آ سکتا ہے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اس امر کو ہم نے احیاء العلوم کی کتاب المحبۃ میں بیان کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ وہ جلیل اور جمیل ہے اور ہر جمیل دیدار کرنے والے کیلئے محبوب و معشوق ہوتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ محبوب ہو مگر ان لوگوں کے نزدیک جو اس کی معرفت سے بہرہ رکھتے ہیں جیسے ظاہری دلپسند صورتیں محبوب ہوتی ہیں مگر ان لوگوں کے نزدیک جو آنکھیں رکھتے ہیں نہ کہ اندھوں کے نزدیک۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جلال اور جلالت بمعنی بزرگی اور بزرگ درجے والا ہونا اللہ تعالیٰ جلیل مطلق ہے۔ جلال و کمال کی صفتوں کا جامع ہے۔ گروہ اولیاء کی اصطلاح میں صفات قہریہ کے آثار کے ظہور کو جلال، صفات لطیفہ کے آثار کے ظہور کو جمال کہتے ہیں۔

جمیل بھی اسماء حسنیٰ میں آیا ہے اگرچہ اس روایت میں مذکور نہیں ہے۔ لفظ جمیل دراصل اس خوبصورتی کیلئے وضع کیا گیا ہے جو ظاہری صورتوں میں پائی جاتی ہے اور آنکھ سے محسوس ہوتی ہے جس کا حسن بڑا نمکین اور آنکھ کو بڑا پسند آتا ہو اور دل کے بہت موافق ہو۔ اصل میں جمیل کا معنی یہ ہے جو بیان ہوا اس کے بعد اس لفظ کا استعمال باطنی صورتوں کی خوبصورتی کیلئے ہونے لگا جو بصیرت سے محسوس ہوتی ہے۔

چنانچہ کہتے ہیں سیرت جمیل و خلق جمیل اور جمیل مطلق صرف اس کی ذات ہے جس طرح جلیل مطلق بھی وہی ہے کیونکہ عالم میں جس جگہ بھی کوئی حسن یا جمال یا کمال یا جلال پایا جاتا ہے اسی کی تو وہ صرف اس کی تعظیم کرتا اور صرف اسی کو دوست رکھتا ہے۔ بزرگی میں اس کی قدر کو سب سے ارفع جانتا ہے اور اپنے وجود مجازی میں اسی کے انوار جلال و جمال اور اس کی عظمت اور کبریائی کو اپنا ورد زبان بناتا ہے اور اس کے آگے درست دعا و راز کرتا ہے۔ اس کے آگے مطلق نیست بن جاتا ہے تاکہ اس میں ہست مطلق ظہور پذیر ہو جائے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

شرقنی و غربنی　　اخرجنی عن وطنی
اذا تغیبت بدا　　وان بدا غیبنی

ترجمہ:

(1) مجھے وہ مشرق کی جانب لے گیا اور مغرب کی جانب لے گیا حتیٰ کہ مجھے اپنے وطن سے ہی نکال کر لے گیا۔

(2) جب میں غائب ہو گیا تو وہ ظاہر ہو گیا اور اگر وہ ظاہر ہوا تو مجھے غائب کر دیا۔

گم شدم در گم شدن دین منست　　نیستی از ہستی آئین منست !
تو درو گم شو کہ تجرید ایں بود　　گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

ترجمہ:

(1) گم ہونے میں گم ہو جانا میرا دین ہے، ہست سے نیست ہو جانا میرا دستور ہے۔

(2) تو اس میں گم ہو جا کہ تجرید یہ ہے۔ گم ہونے کو بھی گم کر دے کیونکہ تفرید یہ ہے۔

اس صفت سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے نفس کو صفات کمال سے آراستہ کرے اپنی صفات باطنہ کو نیک کرے اخلاق زمیمہ کو مہذب بنائے تاکہ خود بھی جلیل و جمیل بن جائے اور خدا و مخلوق سب اس سے دوستی کرنے لگیں۔

اَلْکَرِیْمُ

یَا کَرِیْمُ (بے انتہا عطا کرنے والا)

اعداد: 270 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ کریم ہے کیونکہ اس سے جو مانگتا ہے اسے عطا کر دیتا ہے۔ جتنا مانگتا ہے اتنا ہی دے دیتا ہے۔ مانگنے سے بھی دیتا ہے اور بلا مانگے بھی دیتا ہے۔ ہر کسی کو دیتا ہے۔ ہر وقت دیتا ہے۔ کسی کو اس کے فطری حق سے محروم نہیں رکھتا۔ اس کی عطا کے خزانے بھرپور ہیں، کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ اس کے در سے کوئی خالی نہیں لوٹتا۔ بار بار مانگنے سے کبھی نہیں اکتاتا۔ مخلوق کی کوتاہیوں کو دیکھتے ہوئے بھی درگزر کر دیتا ہے۔ گویا کہ اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے کرم کی التجا کرتے رہنا ضروری ہے۔

کریم کا لفظ کرم سے ہے کرم کا مطلب عظمت، شرف، عزت اور جودوسخا کے ہیں۔ سعادت دارین میں ہے کہ کریم کا مطلب ہے وہ ذات جو انتقام پر قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دے۔ وعدہ پورا کرے اور دیتے وقت امید سے بڑھ کر دے۔ یہ پروا نہ کرے کہ کتنا دیا۔ کسے دیا حساب نہ کرے۔ یہ پسند نہ کرے کہ حاجت مند اپنی حاجت کسی اور کے پاس لے جائے۔ پس کریم مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ارشا باری تعالیٰ ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ (پ 30 انفطار 6)

ترجمہ: اے انسان تجھے کس چیز نے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ اس نے کریم طبع رسول کو بھیجا۔

وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۙ (پ 25 دخان 17)

ترجمہ: اور ان کے پاس ہمارے کریم رسول موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔

اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بھی کریم ہے کہ وہ اجر کریم عطا فرمائے گا۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ

(پ 27 حدید 11)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دے پس اللہ اس کیلئے اسے بڑھا دے اور اس کیلئے اجر کریم بھی ہے۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ (پ 27 حدید 18)

ترجمہ: بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیا ان کیلئے کئی گنا اضافہ ہے اور ان کیلئے اجر کریم بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ اس نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ۙ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ (پ 27 واقعہ 77-78)

بے شک یہ قرآن کریم ہے جو کتاب مکنون میں موجود ہے۔

وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ

(پ 19 نمل 40)

ترجمہ: اور جس نے شکر کیا پس اس نے اپنے لئے شکر کیا اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا رب غنی ہے، کریم ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ جواد مطلق یعنی کریم

اور غنی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کریم، وہ ہے کہ جب قدرت پائے، تو معاف کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کو پورا کر دکھائے اور جب دینے لگے تو توقع سے بڑھ کر دے۔ یہ نہ دیکھے کہ کس کو دیتا ہے اور کتنا دیتا ہے۔ جب اس کو چھوڑ کر کسی اور کے سامنے حاجت پیش کی جائے تو اس کو منظور نہ کرے۔ جو شخص اس سے التجا کرے اس کو یوں ہی نہ ٹالے بلکہ ان کو وسیلوں اور سفارشوں کا بھی محتاج نہ رکھے۔ پس جس میں یہ تمام صفات سچ مچ جمع ہوں، بناوٹی نہ ہوں وہ کریم ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ کریم وہ ذات ہے کہ جب کوئی غلطی کرے تو اس سے درگزر کرے جب وعدہ کرے تو پورا کرے اور جب کسی کو عطا کرے تو امید سے زیادہ دے اور اس کی پروا بھی نہ کرے کہ کتنا دیا ہے اور کسے دیا ہے اور اس کے علاوہ اگر اور سے حاجت کا طلب گار ہو تو وہ ناراض ہوتا ہو اور جب کوئی اس کی نافرمانی کرے تو عتاب کرے اور جو اس سے التجا کرے اور اس کی درگاہ میں گڑگڑائے تو اسے ضائع نہ ہونے دے اور تمام وسیلوں اور سفارشیوں سے مخلوق کو بے پروا کر دے اور ہر ایک اس کا قرب حاصل کر سکتا ہو۔ ابن عطا فرماتے ہیں جو مخلوق کو اس کی آرزوؤں سے ناامید نہ کرتا ہو اور مجموعی طور پر یہ صفات بجز ذات خداوندی کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ہمارا حساب کون لے گا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ خود ہی حساب لے گا۔ یہ سن کر اعرابی خوش ہوا اس کے منہ پر تبسم بکھر گیا۔ لوگوں نے پوچھا تمہارے تبسم کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے کہا کہ کریم جب عیب دیکھتا ہے تو اسے چھپا دیتا ہے۔ جب قادر ہوتا ہے تو معاف کر دیتا ہے۔ بندے کو چاہئے کہ شکر و

کرم عفو درگزر اور جود وسخاوت کو اپنا دستور بنائے اور دل میں ایسے کریم کی محبت و دوستی کو بٹھائے۔ اس اسم سے متصف ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان صفات کے حاصل کرنے کی کوشش کرے اور ان صفات کے ساتھ متصف ہونے کیلئے زور لگائے تاکہ اسے بھی ان صفات میں سے کچھ یا زیادہ حاصل ہو جائے۔ اس طور پر جو اس کے حال کے لائق ہے۔ ان صفات سے باقی تمام لوگوں سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام متصف ہوتے ہیں اور سید الانبیاء علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا سب سے کامل تر و کریم تر ہستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہیں پھر آپ کی امت کے اولیاء و علماء اپنے اپنے درجات و مراتب کے مطابق اہل کرم ہیں۔ (اشعۃ اللمعات مترجم جلد سوم)

حضرت امام غزالی کا فرمان ہے کہ ان صفات سے مزین ہونے کا فخر کبھی کبھی بندہ بھی حاصل کر لیتا ہے لیکن صرف بعض امور میں اور ایک قسم کی تکلیف سے حاصل کرتا ہے۔ اسی لئے کبھی کبھی وہ کریم کی صفت سے موصوف کیا جاتا ہے لیکن کریم مطلق کی نسبت سے وہ ناقص ہے اور بندہ اس صفت سے کیوں نہ موصوف ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''انگور کی بیل کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم مسلمان آدمی ہو سکتا ہے۔''

کہتے ہیں کہ انگور کی بیل کو کرم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک پاکیزہ اور اچھے پھل والا درخت ہے جس کا پھل قریب ہی سے باآسانی ہاتھ آ جاتا ہے، نہ کانٹے ہیں اور نہ کوئی اور آزار رساں چیز ہے بخلاف کھجور کے۔

شمس المعارف میں ہے کہ کریم وہ ذات ذوالمنن ہے جو قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیتی ہے اور وعدہ کو وفا کرتا ہے اور اتنا دیتی ہے کہ غنی کر دیتی ہے۔ یہ امور صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ فعل تکرم سے پہلے کرم رب العالمین ہے جو ایک نعمت اور اس کی ایجاد ہے جس سے روح کا امتداد میثاق گری اور عالم کو عدم سے وجود میں لانا

ہے اور دوسرا کرم عقل سے مقید کرنا ہے پھر اور کرم نبیوں کی دعوت اور حکمت کا ظہور ہے جو ہمارے دلوں میں ودیعت کی جس طرح ہم سب مسلمان ایمان لائے۔ اگر اللہ کا کرم ہم پر نہ ہوتا تو ہماری مجال نہ تھی کہ ہم ایمان لا سکتے۔ یہ اس کا بے حد کرم ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا ہے۔ کفار اس کے غیر کی پرستش کرتے اور اس کی نافرمانیاں کرتے ہیں لیکن وہ عذاب میں جلدی نہیں کرتا ہم پر اس کا خصوصی کرم ہے کہ ہمیں ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب دیتا ہے اور ایک بدی کرنے پر ایک ہی بدی کا گناہ دیتا ہے۔ جب گنہگار اس کی طرف رجوع ہو کر توبہ کرتا ہے تو کریم اس کی جملہ برائیاں نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ میرے کریم بہت آپ کے کرم ہم پر۔

بعض کتب نازل شدہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے بندہ نے انصاف نہیں کیا۔ مجھے اس پر عذاب کرتے شرم آتی ہے لیکن وہ میری نافرمانی کرتے ہوئے شرم نہیں کرتا۔

ایک بزرگ عارف نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ایک بہت ہی حقیر چیز کی مجھے ضرورت ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ تجھ سے ایسی حقیر حقیر چیز کا سوال کروں لیکن تیرے سوا کسی اور سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے حکم ہوا مجھ ہی سے مانگو۔ اگرچہ آٹے کیلئے نمک اور بکری کیلئے چارہ کی ہی حاجت ہو۔ اس اسم کے دوامی ذاکر کی اللہ حفاظت کرتا اور ابواب رزق مفتوح کرتا ہے۔

اَلرَّقِیْبُ

یَا رَقِیْبُ (اے نگہبان) ☆ اعداد: 312 - تاثیر: جمالی

حفاظت کی غرض سے نگہبانی اور نگرانی کرنے والے کو رقیب کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رقیب ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوق کی ہر چیز کا نگہبان اور محافظ ہے۔ ہر ادنیٰ اور

پوشیدہ چیز کی نگہبانی کرتا ہے۔کوئی چیز کسی وقت بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا (پ 4 نساء 1)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگرانی کررہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال اور افعال کی نگرانی کررہا ہے۔ یہی بات ایک اور مقام پر یوں بیان ہوئی ہے:

مَا قُلۡتُ لَھُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِیۡ بِہٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیۡ وَرَبَّکُمۡ ۚ وَکُنۡتُ عَلَیۡھِمۡ شَھِیۡدًا مَّا دُمۡتُ فِیۡھِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡھِمۡ ؕ وَاَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَھِیۡدٌ ○

(پ 7 مائدہ 117)

ترجمہ: میں نے تو انہیں وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے جب تک میں ان میں رہا میں ان پر گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگران ہے اور تو ہر چیز پر شاہد ہے۔

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ انہوں کہا کہ اے اللہ میری امت کے کاموں کا اصل نگران تو ہی ہے۔

ایک اور آیت میں یوں بیان ہوا ہے کہ،

وَیٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ اِنِّیۡ عَامِلٌ ؕ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ یَّاۡتِیۡہِ عَذَابٌ یُّخۡزِیۡہِ وَمَنۡ ھُوَ کَاذِبٌ ؕ وَارۡتَقِبُوۡۤا اِنِّیۡ مَعَکُمۡ رَقِیۡبٌ ○ (پ 12 ھود 93)

ترجمہ: اور اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کیے جاؤ اور میں اپنے طریقے پر عمل کرتا رہوں گا۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلت

کا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور تم انتظار کرو۔ بے شک میں تمہارا نگران ہوں۔

اس آیت میں حضرت شعیب علیہ اسلام نے اپنی قوم کو باخبر کیا کہ تمہارے اعمال کا اصل نگران اللہ تعالیٰ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا (پ22 احزاب 52)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر چیز کو جانتی ہے اور ہر چیز کی حفاظت کرتی ہے اور اس سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں۔ اس لئے اسے رقیب کہا جاتا ہے۔ اس لے رقیب، علیم اور حفیظ کا مجموعہ ہے۔ جو شخص اس اسم کی مداومت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنے نفس کی نگہبانی کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

رقیب کے معنی علیم و حفیظ یعنی ہر شے کی حالت سے بخوبی واقف اور اس کا نگہبان۔ پس جو ذات کسی شے کی ایسی نگہبان ہو کہ اس سے کسی وقت بھی غافل نہ ہو اور اس پر لازمی اور ہمیشہ نظر رکھے، اس کو رقیب کہتے ہیں۔ گویا اس صفت کے مفہوم میں علم اور حفظ داخل ہیں لیکن اس اعتبار سے کہ وہ لازم و دائم ہیں اور اس شے سے نسبت رکھتے ہیں جس سے خدا آفات کو دفع کرتا ہے۔

صراح میں ہے رقیب بمعنی نگہبان و نگاہ میں رکھنے والا کام بنانے والا علامہ طیبی نے کہا رقیب بمعنی حفیظ ہے کہ تمام اشیاء کی نگہبانی کرتا اور ہر ایک شے کا ملاحظہ کرتا ہے تو زمین و آسمان میں ایک ذرے کی مقدار چیز بھی اس سے غائب نہیں۔

رقابت میں مبالغے کا مفہوم بھی ہے یعنی بہت زیادہ حفاظت کرنے والا اس اعتبار سے دونوں کے درمیان فرق ہوگا۔ بندے کے اس صفت سے متعلق اور محقق ہونے کی وجہ ظاہر ہے یعنی بندہ اپنی نگہبانی کرے اپنے آپ کو نفسی و قلبی عوارض یعنی

فریب اور مکاری وغیرہ سے بچے۔ ہمیشہ حق تعالیٰ کی نگاہ میں باادب رہے اور نامناسب امور سے پوری طرح پرہیز کرے اور یہ بات ذہن میں رکھے کہ حق تعالیٰ میرے ہر ظاہری اور باطنی حال پر رقیب و گواہ ہے اور اس بات کی فکر میں رہے کہ نفس و شیطان تاک میں بیٹھے ہیں۔ فرصت کی تلاش میں ہیں اور مجھے غفلت میں ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ جب میں غافل ہو جاؤں تو اپنا کام کر دیں اور اپنے غصے کا نشانہ بنائیں تو بندے کو چاہئے کہ ان سے ہمیشہ محتاط رہے۔ ان کے مکروفریب سے ہوشیار رہے اور دل میں ان کے آنے کے راستے بند کر دے مراقبے کا یہی معنی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بندہ کیلئے مراقبہ کا وصف اس وقت محمود ہے جبکہ وہ خدا کیلئے اور اپنے دل کیلئے ہو۔ اور یہ اس طرح ہے کہ مراقبہ کرنے والا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہر امر میں اس کا قریب اور شاہد ہے اور یقین رکھے کہ نفس بھی میرا دشمن ہے اور شیطان بھی۔ اور یہ دونوں موقع کے انتظار میں ہیں کہ اس کو غفلت اور دین کی مخالفت پر آمادہ کریں۔ لہذا وہ ان سے بچنے کی تدبیر کرے کہ ان کی گھاتوں، مکروں اور جست کرنے کے موقعوں کو تاڑتا رہے حتیٰ کہ ان کے تمام راستے اور سوراخ بند کر دے۔ یہ مراقبہ ہے۔

حضرت امام بونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رقیب وہ محافظ حقیقی ہے جو پوشیدہ اور ادنیٰ چیز کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ وہ دائم الوجود ہے۔ زمانہ اور مکان اسے محدود نہیں کر سکتے۔ یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ باری تعالیٰ نے آسمانی مخلوق پیدا کر کے ان میں فنا کے رقیب کو توحید میں عطا کیا اور ان کو برزخ کی طرح منتقل کیا یہاں بھی ان پر رقیب مقرر کیا پھر ان کو عالم فطرت میں لا کر امانت کو ان پر رقیب کیا پھر حشر کی طرف لے جا کر وہاں تجلی کو ان پر رقیب کیا فرماتا ہے (اِلَیۡہِ یَرۡجِعُ الۡاَمۡرُ کُلُّہٗ) اسی کی طرف سب کام واپس جاتے ہیں۔

اَلْمُجِیْبُ

یَامُجِیْبُ (دعائیں قبول فرمانے والا)

اعداد: 55 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ اپنی مخلوق کی دعاؤں کو سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ اس لئے اسے مجیب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہر سائل کے سوال کا جواب دیتا ہے اور ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ

(پ 20 نمل 62)

ترجمہ: بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے اور اس سے مصیبت کو دور کرتا ہے، جب وہ دعا کرتا ہے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود ہے بہت تھوڑے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا کہ:

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (پ 2 بقرہ 186)

ترجمہ: جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہوں پس میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں۔

سورت ھود کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت مجیب کا لفظ یوں بیان ہوا ہے:

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ○ (پ 12 ھود 61)

ترجمہ: اور ثمود کی طرف ان کے قومی بھائی صالح آئے۔ کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں۔ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے اور زمین پر آباد کیا۔ پس استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو بے شک میرا رب قریب ہے۔ مجیب ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ مجیب ہے کہ وہ مظلوموں کی پکار کو سن کر ان کے ظلم کا تدارک کرتا ہے۔ اللہ مجیب ہے کہ وہ دکھیوں کی صدا کو سن کر ان کے دکھ کا ازالہ کرتا ہے۔ اللہ مجیب ہے کہ جب کوئی پریشان حال اسے مدد کیلئے بلاتا ہے تو وہ اس کی مدد فرما دیتا ہے۔ اللہ مجیب ہے کہ وہ اپنے ولیوں کو اپنا بنا کر ان کی ہر صدا پر لطف و کرم کا اظہار فرماتا ہے۔ اللہ مجیب ہے کہ وہ اپنے فقیروں کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھتا ہے۔ اللہ مجیب ہے کہ وہ اس کی بھی سنتا ہے کہ جو اسے مانتا ہے اور اس کی بھی سنتا ہے جو اسے نہیں مانتا۔ اس لئے میرے دوست! پہلے اسے مجیب کہہ کر پکار پھر اس کے حضور اپنے دل کی التجا کر ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔

سعادت دارین میں لکھا ہے کہ بندے کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل پیرا ہو۔ منع کرے تو باز آ جائے بلائے تو حاضر ہو پھر اللہ تعالیٰ کی عطا شدہ قدرت سے ہر سائل کو عطا کرنے کی عادت اختیار کر لے۔ اگر اختیار نہیں تو لطف و کرم سے جواب دے۔ کتنے ہی متکبر کمینے ہیں ہدایت قبول کرنے سے گریزاں رہتے اور کوئی دعوت دی جائے حاضر نہیں ہوتے بلکہ اپنی شان و بڑائی کی حفاظت کرتے اور دعوت

دینے والے سائل کے دل کی پرواہ نہیں کرتے اگر ان اسباب پر غور کرے اور اس اسم مبارک کو دیکھے تو پتہ چلے۔

معارف الاسماء میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جو نافرمانی اور سرکشی سے دور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قریب و مجیب ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور جو احکام الٰہی کو فراخ دلی اور استحکام سے قبول کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا مجیب ہونا ان پر سراسر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس اسم پاک سے تخلق حاصل کرنے والوں کیلئے لازم ہے کہ جب بھی موقع ملے دل کھول کر یا ہاتھ اٹھا کر پوری توجہ، پوری رغبت اور پورے یقین قبولیت سے دعا کیا کریں۔ نامنظوری یا عدم قبولیت کا وہم بھی دل میں نہ آنے دیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ مجیب کا لفظ اجابت سے بنا ہے بمعنی جواب دینا۔ اجابت کا معنی دعا کرنے کا بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جواب دیتا ہے جو بھی اسے پکارتا ہے وہ ہر دعا کو قبول فرمانے والا ہر سوال پر عطا فرمانے والا اور وہی پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو سننے والا ہے جبکہ وہ قال اور حال کی زبان سے دعا کرتا ہے بلکہ دعا کرنے سے پہلے ان کی دعائیں قبول فرمانے والا اور طلب کرنے سے پہلے انہیں عطا کرنیوالا، اجابت میں یہ بھی ہے کہ وہ مخلوق کی دعائیں سنتا اور ان کی حاجتوں کیلئے کافی ہوتا ہے جو اس نے بندوں کے کاموں کی تدبیر کیلئے تدبیریں کر دی ہیں ان کی پیدائش سے پہلے وہ اس طرح کہ اس نے اسباب پیدا کر دیئے ان کے رزق کے انتظامات کئے زمین و آسمان میں ایسے آلات پیدا فرمائے جن سے بندوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں تو بندے کیلئے چاہئے کہ امر و نہی میں حق تعالیٰ کی دعوت قبول کرے۔ بندوں کی حاجات کے پورا کرنے میں کوشش کرے جہاں تک اس سے ہو سکتا ہے ان کی ضروریات کو پورا کرے اگر عاجز اور بے بس ہو تو نرمی اور نرم بات سے ان کو جواب دے ان کی باتیں سنے ان کی طرف سے ہدیہ قبول کرے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مُجیب وہ ہے جو سائل کے سوال کو پورا کرے۔ دعا کرنے والے کی دعا کو قبول فرمائے۔ لاچار لوگوں کی ضرورت مہیا کرے بلکہ التجا سے پہلے انعام دے اور دعا سے پیشتر بخشش کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ وہی حاجت مندوں کی حاجت کو ان کے سوال سے پہلے جانتا ہے بلکہ ازل ہی سے اس کو اس کا علم ہے۔ مخلوقات کی حاجت روائی کیلئے کھانے اور غذائیں بنائی ہیں۔ اور تمام کے امور کیلئے اسباب و آلات میسر کردیئے۔

بندہ کو چاہئے کہ سب سے پہلے خدا کے امرونہی کیلئے مجیب بنے۔ پھر بندوں کیلئے مجیب بنے۔ یعنی خدا نے جو اس کی نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے سائل کا سوال پورا کرے۔ اپنے مقدور بھر سائل کی مدد کرے یا اگر کچھ بھی مقدور نہ ہو تو نرمی سے جواب دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (اور سائل کو نہ جھڑکنا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ یعنی ''اگر بکری کے پائے پکا کر بھی مجھے دعوت دی جائے تو میں قبول کرلوں اور اگر ایک ذراع (جانور کی پنڈلی) بھی مجھے ہدیہ میں دی جائے تو میں بخوشی لے لوں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتوں میں تشریف لے جانا اور ہدیئے قبول فرمانا محض دلداری کی غرض سے تھا۔ بعض لوگ جو ہر قسم کے ہدیئے کے قبول کرنے اور دعوت کے منظور کرنے سے اپنی شان کو برتر سمجھتے ہیں اور اپنی شان و عظمت کو اس سے بچانا چاہتے ہیں اور التجا کرنے والے کے دل کی کوئی پروانہیں کرتے خواہ اس کو سخت صدمہ پہنچے۔ ایسے لوگوں کا اس اسم کے معنی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اَلْوَاسِعُ

یَا وَاسِعُ (اے وسعت دینے والے)

اعداد: 137 ☆ خاصیت: جمالی

واسع کا مطلب وسعت اور کشادگی والا ہے چونکہ اللہ کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں اس لئے اسے واسع کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا علم وسیع ہے۔ اس کی بادشاہت لامحدود ہے اس کے غنا کی کوئی حد نہیں۔ اس کی ذات کے پاس سب کچھ ہے۔ اس کی حکومت لازوال ہے۔ اس کی نعمتیں بے پناہ ہیں۔ اس کے انعام واکرام لاتعداد ہیں۔ اس کا احسان سب احسانوں سے عظیم ہے۔ اس کی عطا ہر ایک کیلئے یکساں ہے۔ اس کے وجود کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کا غلبہ سب پر غالب ہے۔ وہ اپنے حسن و جمال میں یکتا ہے۔ وہ اپنے جلال میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس کی بزرگی سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ اپنے کمالات قدرت میں اتنا وسیع ہے کہ اس کا کوئی کنارہ نہیں۔ وہ اپنے نور میں اتنی وسعت رکھتا ہے کہ انسانی عقل وہاں تک پہنچ نہیں سکتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنی ذات اور صفات میں ہر لحاظ سے بے پناہ وسعت کا حامل ہے۔ اسی لئے وہ اپنی اس صفت کی بنا پر ''یَاوَاسِعُ'' کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں اس کی وسعت کے بارے میں حسب ذیل آیات ہیں، اللہ تعالیٰ علمی لحاظ سے بڑی وسعت والا ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (پ 1 بقرہ 115)

ترجمہ: اور مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں پس تم جس طرف بھی منہ کرو

گے تو اسی طرف اللہ متوجہ ہے۔ بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (پ 2 بقرہ 261)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ واسع ہے علم والا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ج یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

(پ 3 آل عمران 73)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء الحسنٰی میں لکھا ہے کہ واسع، سعۃ (وسعت) سے مشتق ہے۔ اور وسعت کبھی علم میں ملحوظ ہوتی ہے جبکہ علم وسیع ہو اور صاحب علم معلومات کثیرہ پر حاوی ہو اور کبھی احسان اور عطائے نعمت سے منسوب کی جاتی ہے۔ خواہ کوئی لحاظ کرو اور کسی تقدیر کو لو، بہرحال واسع مطلق اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اگر اس کے علم کو لو تو اس کی معلومات کے سمندر کا کوئی کنارہ ہی نہیں۔ بلکہ اس کے کلمات لکھنے کیلئے سمندروں کو سیاہی کی جگہ استعمال کیا جائے تو سمندر ختم ہو جائیں گے۔ اگر اس کے احسان اور نعمت کو دیکھا جائے تو اس کی مقدورات کی کوئی انتہا نہیں۔ ہر وسعت تو کیسی ہی بڑی ہو وہ ایک نہ ایک طرف تک ضرور اختتام کو پہنچیں گی اور جو ذات کسی طرف بھی اختتام پذیر نہیں ہے وہ وسعت کے اسم کی زیادہ حقدار ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی واسع مطلق ہے۔ کیونکہ ہر واسع اپنے سے زیادہ واسع کے مقابلہ میں غیر واسع یعنی تنگ ہے اور جو وسعت نہ کسی طرف پر منتہی ہو جائے ممکن ہے کوئی اور وسعت اس سے بھی زیادہ بڑی ہو لیکن جس ذات کی نہ کوئی نہایت ہو اور نہ کوئی طرف ہو اس سے زیادہ وسعت تصور ہی میں نہیں آسکتی۔

شیخ عبدالحق کا کہنا ہے کہ یہ لفظ سعت سے بنا ہے بمعنی فراخی و فراخ کرنا اور سب کو پہنانا اس فراخی کی نسبت علم کی طرف بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس

کا علم تمام معلومات کو وسیع و محیط ہے۔ احسان کی طرف بھی اس کی نسبت کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں اس کا احسان وسیع ہے اور اس کی نعمت ہر طرف پھیلی ہوئی ہے پھر اس کی نسبت قدرت، ملک و غنا کی طرف بھی کرتے ہیں۔ ان تمام صفات میں واسع مطلق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ جو کہتے ہیں سعت بمعنی دولت مندی و توانائی و دسترس بھی آتا ہے تو وہ اسی تعلق کی بنا پر آتا ہے اور بندے کے ذمے لازم ہے کہ جب اس نے خدا کو پہچان لیا اور اس کے علم قدرت ملک اور بے نیازی کو بھی جان لیا کہ جہالت بے بسی، فقر اور محتاجی کی تنگی میں نہ پڑا رہے بلکہ بے نیاز ہو جائے اور تمام کاموں میں اسی کے حضور التجا کرے اور تنگی کے وقت اسی سے پناہ چاہئے اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ علوم و معارف میں وسعت پیدا کرے۔ اخلاق جود و سخاوت اختیار کرے۔ سینے کو کشادہ کرے دل کو فراخ کرے اس پر جو حوادث بھی نازل ہوں اور جو اذیت بھی پہنچے اس سے دل تنگ نہ ہو اور کوئی چیز کسی سے ہٹا کر نہ رکھے۔ سب کے ساتھ ہر لحاظ سے کشادہ رو رہے۔

بندے کی وسعت علوم اور اخلاق میں ہوتی ہے۔ پس اگر اس کے علوم بکثرت ہوئے تو اپنے وسعت علم کے موافق وہ واسع ہے اور اگر اس کے اخلاق وسیع ہو گئے حتیٰ کہ نہ محتاجی کا خوف اس کو تنگدل کر سکے نہ حاسد کا غصہ اور نہ حرص کا غلبہ تو وہ بھی واسع ہے مگر یہ سب وسعتیں کسی نہ کسی حد پر ختم ہو جاتی ہیں۔ حقیقی واسع اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اَلْحَکِیْمُ

یَا حَکِیْمُ (اے حکمت والے) ☆ اعداد: 78 – تاثیر: جمالی

حکیم وہ ہوتا ہے جس کے حکم میں سراسر حکمت ہو۔ اعمال میں افضلیت ہو۔ اس لئے اللہ کا ہر حکم جو وہ اپنی مخلوق کیلئے جاری کرتا ہے اس میں سراسر مخلوق کی بھلائی

مقصود ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے احکامات بظاہر بھلے معلوم نہیں ہوتے لیکن ان میں انسانی بہتری کیلئے بے شمار اچھائیاں ہوتی ہیں۔ انسان کی عقل اور فکر محدود ہے۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی ہر حکمت کو نہیں سمجھ سکتا مگر اس کے باوجود جسے اللہ تعالیٰ کسی حد تک علم کی باریکی عطا فرماتا ہے وہ حکیم کہلواتا ہے۔ مگر انسان کی حکومت ایک حد تک محدود ہوتی ہے۔ اس لئے انسان اپنی حکمت میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے لیکن اللہ تعالیٰ حکمت کے عطا کرنے میں محتاج نہیں۔ انسانی حکمت زوال پذیر ہے لیکن اللہ کی حکمت کو کبھی زوال نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے حکمت عطا فرماتا ہے اسے دنیا میں دوسروں سے برتر و بلند کر دیتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حکیم کے معنی صاحب حکمت اور حکمت سے مراد ہے افضل چیز کو افضل علم سے جاننا اور تمام اشیاء سے بزرگ اللہ تعالیٰ ہے۔

لہٰذا وہ حقیقی حکیم ہے کیونکہ وہ سب سے بڑی شے کو افضل علم کے ساتھ جانتا ہے یعنی سب سے بڑی ذات خدا کی ہے اور افضل عیم وہی ہے جو ازلی و دائم ہو اور اس کا زوال متصور نہ ہو۔ واقع کے ایسا مطابق ہو کہ اس میں کسی قسم کے خفا اور شبہ کا دخل نہ ہو۔ ایسے علم کے ساتھ خاص خداوند تعالیٰ متصف ہے۔

اس شخص کو بھی حکیم کہہ دیا کرتے ہیں جو عجیب عجیب صنعتی اشیاء بنائے اور ان کی بناوٹ میں خوبیاں اور استحکام پیدا کرے۔ اس صفت کا کمال بھی خاص خدا کیلئے ہے لہٰذا وہ حکیم مطلق ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی نے فرمایا ہے کہ حکیم، حکمت سے بنا ہے۔ حکمت کمال علم اور حسن عمل، ایقان اور علم و عمل کے احکام سے عبارت ہے۔ علم محکم کو بھی حکمت کہتے ہیں۔ پس یہ لفظ احکام کے اضافے کے ساتھ علیم کے معنی میں آتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں حکیم حاکم کا مبالغہ ہے اور حکیم اسے کہتے ہیں جو حقائق اشیاء کا عالم ہو اور جو مصنوعات کی باریکیوں کو بہتر طور پر جانتا ہو اور کسی چیز کے بنانے میں بہت محکم اور

پائیدار ہو ان تمام معنی میں کمال صرف خدائے تعالیٰ کی ذات پاک کیلئے ہے۔ چنانچہ وہ جو کام بھی کرتا ہے بہ تقاضائے حکمت کرتا ہے اور دانش اور بینش سے کرتا ہے وہ اپنے کاموں میں سستی و کمزوری سے منزہ و مبرا ہے۔ وہ اسرار کے حقائق و دقائق کو جاننے والا ہے اور جو شخص جان لیتا ہے کہ پروردگار تعالیٰ حکیم ہے اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اس کے حکم سے راضی ہو اور اس بات کو جانے کہ ہر بات میں اس نے بہت اعلیٰ اعلیٰ حکمتیں رکھی ہیں۔ اگر چہ ظاہراً معلوم نہیں ہوتیں تو اسے چاہئے کہ کسی بات پر اعتراض نہ کرے نہ غصہ کرے اور یہ جانے کہ وہ فاعل مختار اور حاکم علی الاطلاق ہے۔

قرآن مجید میں حکیم کا لفظ بعض مقامات پر دوسری صفات کے ساتھ مل کر آیا ہے۔ اسم علیم کے ساتھ یوں بیان ہوا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (پ8 انعام 128)

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (پ 8 انعام 139)

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ع (پ 14 حجر 25)

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ 5 نساء 26)

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ 10 انفال 71)

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ 10 توبہ 60)

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ 11 توبہ 97)

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ 18 نور 18)

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ 18 نور 59)

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ 26 حجرات 8)

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ 10 توبہ 28)

اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ع (پ 12 یوسف 6)

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (پ 4 نساء 17)

وَكَانَ اللّٰہُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (پ 5 نساء 111)

وَكَانَ اللّٰہُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (پ 6 نساء 170)

اِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (پ 4 نساء 11)

اِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (پ 5 نساء 24)

اِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (پ 29 دھر 30)

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (پ 1 بقرہ 32)

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (پ 13 یوسف 83)

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ (پ 25 زخرف 84)

اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ (پ 26 ذریت 30)

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 20 عنکبوت 42)

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 21 روم 27)

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 22 فاطر 2)

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 25 جاثیہ 37)

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 27 حدید 1)

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 28 حشر 1)

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 28 الصف 1)

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 28 جمعہ 3)

اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 20 عنکبوت 26)

وَاِنَّ اللّٰہَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 3 آل عمران 62)

بَلْ هُوَ اللّٰہُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ 22 سبا 27)

اَللّٰہُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ25 شوری 3)

وَاللّٰہُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (پ 2 بقرہ 240)

وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ع (پ 2 بقرہ 228)

وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (پ 6 مائدہ 38)

وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (پ 10 انفال 67)

اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (پ 2 بقرہ 209)

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (پ 2 بقرہ 220)

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (پ 10 توبہ 76)

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (پ 21 لقمان 27)

فَاِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (پ 10 انفال 49)

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (پ 3 بقرہ 260)

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (پ 1 بقرہ 125)

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (پ 1 بقرہ 129)

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ لا (پ 24 مومن 8)

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (پ 28 ممتحنہ 5)

فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (پ 7 مائدہ 118)

لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ط (پ 3 آل عمران 18)

وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (پ 6 نساء 165)

وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (پ 26 فتح 17)

وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (پ 26 فتح 19)

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ (پ 23 زمر 1)

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ (پ 26 احقاف 2)

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ لا (پ 4 آل عمران 126)

وَکَانَ اللّٰہُ وَاسِعًا حَکِیْمًا (پ 5 نساء 130)

اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ (پ 25 شوریٰ 51)

وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (پ 7 انعام 18 'پ 22 سبا 1)

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ لا

(پ 11 ھود 1)

تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حٰمٓ السجدۃ ۴۲:)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص تمام اشیاء کو جانتا ہو، مگر خدا کو نہ جانتا ہو وہ حکیم کہلانے کا مستحق نہیں ہے کیونکہ وہ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ افضل شے کو نہیں جانتا اور حکمت کے تمام علوم سے زیادہ افضل علم ہے اور علم کی بزرگی اس چیز کی بزرگی پر موقوف ہے جس کی نسبت علم ہو اور خدا سے بڑھ کر کوئی شے بزرگ نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص خدا کو پہچانتا ہے وہ حکیم ہے گو باقی تمام مروجہ علوم سے بے بہرہ ہو اور ان کے متعلق کچھ بیان کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

یاد رکھو کہ خدا کی حکمت اور بندے کی حکمت میں فرق ہے۔ جو خدا کی نسبت بندے کے علم اور خود خدا کے علم میں فرق ہے خیال کرو ان دونوں علموں میں کس قدر فرق ہے اور اس سے سمجھ سکتے ہو کہ ان دونوں حکمتوں میں کس قدر فرق ہے۔ تاہم یہ علم تمام علوم سے زیادہ نفیس اور زیادہ موجب خیر ہے (وَمَنْ اُوْتِیَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا) یعنی جس شخص کو حکمت دی گئی، اس کو خیر کثیر دی گئی۔

جو شخص خدا کو پہچان لیتا ہے تو اس کا طرز کلام دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ وہ جزئیات اور گھٹیا باتوں میں بہت کم غور وخوض کرتا ہے بلکہ اس کا ہر کلام مجمل اور کلی اور معنی خیز ہوتا ہے۔ وہ دنیوی فوائد کا کم خیال کرتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے عاقبت میں فائدہ دینے والی بات کہتا ہے اور چونکہ اس کی یہ حالت لوگوں کے نزدیک اس کی معرفت الٰہی کی نسبت زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا لوگ اس کے کلمات کلیہ کو اکثر حکمت کہا کرتے ہیں اور ان کے قائل کو حکیم کا خطاب دیتے ہیں۔

اس اسم سے متخلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ قوت نظریہ کی تکمیل اور قوت عملیہ

کی تحسین میں پوری پوری کوشش کرے اور ان علوم وفنون کو اچھی طرح جانے جو اس کے نفس کی تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس اسم کے مطابق بندے کو یہ بھی چاہئے کہ بے وقوفی اور لغو باتوں سے پرہیز کرے۔ کوئی بھی کام حقانی اشارے اور ربانی تقاضے کے بغیر نہ کرے تا کہ اسم الحکیم کے اطلاق کا مستحق بنے۔

حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے علاقہ مغرب کے بارے میں سنا کہ وہاں ایک شخص ہے جو علم وحکمت میں مشہور ہے میں اس کی زیارت کیلئے گیا میں چالیس دن اس کے دروازے پر پڑا رہا۔ وہ شخص وقت نماز مسجد میں آتا اور پھر حیرانی اور گم سم حالت میں گھر واپس چلا جاتا۔ میری طرف کوئی توجہ نہ کرتا۔ اس کی اس حالت سے مجھے تنگی لاحق ہوئی۔ میں نے کہا اے جوانمرد میں چالیس دن سے یہاں کھڑا ہوں میری طرف تو نے کوئی توجہ نہیں کی اور مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ مجھے کوئی نصیحت کر اور حکمت ونصیحت کی بات سکھا تا کہ میں اسے یاد رکھوں۔ اس نے کہا تو اس پر عمل کرے گا۔ میں نے کہا ہاں اگر خدا نے توفیق دی اس نے فرمایا دنیا کو دوست نہ رکھ فقر کو دولت مندی شمار کر۔ مصیبت کو نعمت جان اور روک رکھنے کو عطا سمجھ۔ غیر حق سے انست کر نہ ہی غیر حق سے محبت کر دین کیلئے خواری کو عزت سمجھ۔ زندگی کو موت سمجھ اور طاعت کو حرمت وعظمت جان اور توکل کو اپنا ذریعہ معاش بنا۔

اَلْوَدُوْدُ

یَا وَدُوْدُ (اے محبت کرنے والے) ☆ اعداد: 20 - تاثیر: جمالی

اللہ ودود ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر کے پھر ان سے محبت کرتا ہے۔ عام طور پر محبت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے محبوب اپنے محبّ پر تھوڑا سا مہربان ہوتا ہے جس سے محبّ محبوب سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اگر محبوب

محب کی محبت کا جواب محبت میں دے تو محبت میں گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ اپنے کسی بندے پر مہربان ہوتا ہے تو وہ اللہ کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ بندے کی محبت نہیں ہوتی بلکہ اللہ ہی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ اللہ کی محبت اپنے نیک بندوں کیلئے مخصوص ہے۔

ودود، وہ ہے جو تمام مخلوق کیلئے بہتری چاہتا ہو۔ لہذا ان کے ساتھ بھلائی کرے اور ان کی تعریف بھی کر دیا کرے۔ یہ اسم رحیم کے معنی کے قریب ہے لیکن رحمت کی نسبت مرحوم کی طرف ہوتی ہے اور مرحوم وہ ہوتا ہے جو محتاج اور لاچار ہو۔ رحیم کے افعال تو مرحوم کو ضعیف چاہتے ہیں۔ ودود کے افعال نہیں چاہتے بلکہ ود (دوستی) کا نتیجہ یہ ہے کہ بلاتحریک۔ آپ سے آپ نعمت بخشی جائے پس جس طرح خدا کی رحمت کے معنی یہ ہے کہ وہ مرحوم کیلئے بھلائی اور حاجت روائی کا ارادہ کرتا ہے اور رحم کے باعث دردِ دل کے عارض ہونے سے وہ منزہ ہے۔ اس طرح اس کی مودت (دوستی) یہ ہے کہ وہ بخشش، نعمت، احسان اور انعام کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دوستی کیلئے اختیار میلان سے مبّرا ہے۔ اس کی رحمت و مودت جو مرحوم و موودود کے حق میں صادر ہوتی ہے۔ تو رقت یا دوستی کے میلان کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس کے ثمرہ اور فائدہ کیلئے ہوتی ہے۔ پس فائدہ ہی رحمت و مودت کا نچوڑ ہے اور یہ خاص خدا کا حق ہے۔ مرحوم و موودود کا نہیں۔ خدا فائدہ رسانی کا ذمہ دار نہیں ہے۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ

(پ 12 ھود 90)

ترجمہ: اور اپنے رب سے استغفار کرو اور اسی کے حضور توبہ کرو بے شک میرا رب رحیم ہے اور محبت کرنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

(پ 16 مریم 96)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیئے قریب ہے کہ رحمٰن ان میں محبت پیدا فرمادے گا۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (پ 30 بروج 14)

ترجمہ: اور وہ غفور ودود ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ وکی پیش وزبر وزیر ہے۔ اس سے مودت بھی بنا ہے یعنی دوستی کرنا، بعض نے فرمایا کہ مضبوط دوستی قائم کرنے کا نام مودت ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں سے دوستی کرتا ہے اور مومن اس سے دوستی رکھتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا (يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ) یعنی وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرتا ہے ان کیلئے خیر چاہتا ہے انہیں نعمت سے سرفراز کرتا ہے ان پر احسان فرماتا ہے اور ان کی صفت وثنا کرتا ہے اور ایمان والے اس سے دوستی رکھتے ہیں یعنی اس کی فرمانبرداری کرتے اس کی تعظیم بجالاتے اور اس کی ہیبت دل میں رکھتے ہیں اور اس کی ذات میں مستغرق رہتے ہیں اور فرمایا (وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ) الودود یہاں اسم غفور کو اسم ودود سے پہلے بیان فرمایا تاکہ عاصی گناہ گار جو غبار معصیت سے آلودہ ہوتے ہیں۔ وہ بھی ناامید نہ ہوں یعنی اللہ تعالیٰ پہلے عاصیوں کے حال کے رخسار پر سے غفور ومغفرت کے ساتھ غبار معصیت صاف کرتا ہے اور ان کے اوپر معصیت کا گردوغبار جھاڑتا اور انہیں پاک کرتا ہے اس کے بعد اپنے محبوبوں اور معشوقوں کے دائرے میں لاتا ہے۔

از من گناہ آید و من آنم　　　　ورتو کرم آید و تو آنی

مجھ سے ہی گناہ ہی سرزد ہوتا ہے اور میں وہی گناہ گار ہوں تجھ سے کرم ہی سامنے آتا ہے اور تو وہی کرم نواز ہے۔ اس اسم سے ہونے کی وجہ ظاہر ہے پھر اس سے متخلق ہونے کا مطالب یہ ہے کہ اہل دین سے دوستی کرے خیر وبھلائی میں سے جو کچھ اپنے لئے چاہتا ہے دوسرے مسلمانوں کیلئے بھی پسند کرے بلکہ اپنے نفس پر ایثار

کرنے میں انہیں ترجیح دے۔ اس اسم میں کمال پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ اسے ایثار واحسان سے کوئی چیز بھی نہ روک سکے اور غضب و کینہ وایذا ایثار کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے اور جو شخص اس سے تعلق کاٹے یہ اس سے تعلق جوڑے جو اسے محروم کرے یہ اسے عطا کرے جو اس پر ظلم کرے یہ اس سے درگزر کرے۔ اس محبت کا فرد اعلیٰ یہ ہے کہ محبوبان حق کی محبت میں بالکل ثابت قدم رہے اور محبوبوں کے طریقے کے مطابق چلنے میں پوری کوشش صرف کرے۔ استقامت و پامردی دکھائے اور اس کے دوستوں کی دوستی کو اپنی نجات کا وسیلہ عظمیٰ جانے۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کے تمام محبوبوں سے محبوب ترین اور تمام محبوں سے محب ترین حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وطاعت کو لازم جانے کیونکہ وہ عین محبت حق و طاعت حق ہے۔

ایک عجیب حکایت مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں میں سے ایک عاشق کو 70 ہزار دینار بطور وراثت ملے۔ اچانک اس کے سامنے حضور نبی پاک علیہ السلام کا ایک بال مبارک کسی کے ہاتھ میں سامنے آیا۔ اس عاشق نے وہ 70 ہزار دینار دے کر آپ کا موئے مبارک خرید لیا۔

جمادے چند دادم جان خریدم بحمد اللہ عجب ارزان خریدم

میں نے چند پتھر دیئے اور جان خرید لی۔ الحمد اللہ کہ میں نے عجیب سستا سودا کر لیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے صحیح ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اس کے رگ وریشے میں حضرت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سرایت کر چکی ہو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی دوستی کا نشان یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت سے محبت ہو اور ان تمام سے بھی جو آپ سے نسبت رکھتے ہیں۔

دوستے را دوست داری دوستش را دوست دار
دوست را بر دیدہ دار و دیدہ را بر دوست دار

اگر تو دوست سے دوستی رکھتا ہے تو اس کے دوست سے بھی دوستی کر۔ دوست کو آنکھ پر رکھ اور آنکھ کو دوست پر رکھ۔

ایک کتے نے دو تین دن اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا ساتھ اختیار کیا تو اسے انسانی صورت مل گئی اور ہمیشہ کی نعمتیں مل گئیں تو آدمی کیوں ناامید ہو۔ پیر ہری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں جب پتھر کو پھل لگ سکتا ہے اور کتے کو دیدار نصیب ہوسکتا ہے تو عبداللہ کو ناامیدی سے کیا سروکار۔

اسماء الحسنٰی میں لکھا ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے ودود وہ ہے جو مخلوق کیلئے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے اور اس سے بھی اعلیٰ وہ شخص ہے جو ان کو اپنے پر مقدم سمجھے۔ چنانچہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ کاش میں دوزخ کا پل بن جاتا تاکہ لوگ مجھ پر سے صحیح وسلامت گزر جاتے۔ اس صفت کا کمال یہ ہے کہ غصہ، کینہ اور جو تکلیف پہنچی ہو۔ وہ اس ایثار احسان کا مانع نہ ہو۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ میں جب کہ کسی کور باطن کافر کے پتھر مارنے سے آپ کا اگلا دانت ٹوٹ گیا تھا اور چہرہ مبارک خون آلودہ ہوگیا تھا کہ (اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ) یعنی الٰہی میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ کچھ جانتے نہیں۔ پس ان لوگوں کی بدسلوکی آپ کو اس ارادہ سے باز نہ رکھ سکی جو آپ ان کی فائدہ رسانی کے ت رکھتے تھے اور جیسے کہ آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم ... ارشاد فرمایا تھا کہ ''اگر تم چاہو کہ مقربین سے بھی سبقت لے جاؤ تو بدسلوکی ... لے سے نیک سلوک کرو۔، نہ دینے والے کو دے، ظلم کرنے والے کو

اَلْمَجِیْدُ

یَامَجِیْدُ (اے بزرگی والے) اعداد: 57 – تاثیر: جمالی

مجید کا مطلب انتہائی بزرگی والا ہے یعنی اللہ اپنے مرتبے اور مقام کے لحاظ سے سب سے بلند پایہ ہے اور اپنے شرف کے لحاظ سے بھی سب سے اعلیٰ ہے اس لئے اسے مجید کہا جاتا ہے یہ لفظ مجد سے بنا ہے جس کا مطلب عالی مرتبت ہے۔

ایک اور قول کے مطابق مجید ماجد کا مبالغہ ہے یعنی جو انتہائی عزت و شرف کا مالک ہو کہ اس کے بعد عزت و شرف کا کوئی مقام نہ ہو۔ جو اعلیٰ قدر، سب سے زیادہ عطا فرمانے والا اور بلحاظ ذات سب سے زیادہ اشرف ہو گویا کہ مجید میں جلیل، وہّاب اور کریم تینوں اسماء کے معنی پائے جاتے ہیں۔

امام بونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مجید وہ ذات بزرگ ہے جو بے انتہاء ہی بخشش والی ہے جس کے شرافت ذاتی کے ساتھ ساتھ افعال بھی شریف ہوں۔ اسے مجید کہتے ہیں۔ العدۃ مجد الا ماجد اور مجید ہے مجید اسم مبالغہ ہے جس کے معنی جلیل اور کریم ہیں سعادت دارین میں ہے کہ مجید وہ ہے جس کی ذات شریف، افعال خوبصورت اور جود و عطا وسیع ہو، گویا شرف ذات کے ساتھ جب حسن افعال مل جائے، اسے مجد اور ماجد بھی کہہ لیتے ہیں۔

قرآن پاک میں مجید کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے آیا ہے اس کے علاوہ قرآن پاک کیلئے استعمال ہوا ہے کہ قرآن بلند شان والا ہے پھر عرش عظیم کو عرش مجید کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں برتر و عالی ہیں۔ اس لئے ان کے مقام کو ظاہر کرنے کیلئے ان کیلئے مجید کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بعض علماء لغت کا کہنا ہے کہ مجید کے معنوں پر اگر غور کیا جائے تو یہ اسم اپنے مفہوم میں جلیل، وہاب اور کریم کے اسماء کا

جامع ہے۔

سورت ھود میں مجید کا لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے یوں آیا ہے:

قَالُوْا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (پ12 ھود 73)

ترجمہ: فرشتے بولے کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب ہے۔ حضرت ابراہیم اور ان کے گھر والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں بے شک وہ تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔

قرآن مجید کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے کہ:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۙ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۠ (پ30 بروج 21-22)

ترجمہ: بلکہ یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے جو لوح محفوظ میں موجود ہے۔

قٓ، وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ (پ26 ق 1)

ترجمہ: ق، قسم ہے قرآن مجید کی۔

عرش کو بھی مجید کہا گیا ہے۔

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ (پ30 بروج 15)

ترجمہ: وہی عرش مجید والا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مجید کے لفظ میں جو وسعت اور گہرائی ہے اس کا مصداق اللہ کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم چونکہ پروردگار کا کلام اور اس کی صفت ہے اس لحاظ سے اس کے ساتھ اس لفظ کا استعمال اصل میں موصوف کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح پروردگار کا عرش وہ اگرچہ مخلوق ہے لیکن پروردگار سے اپنی نسبت خاص اور قرب کی وجہ سے وہ ان بلندیوں کا حصہ ہے جو پروردگار کی صفات بن گئی ہیں۔ اس لحاظ سے اس کے ساتھ اس لفظ کا استعمال درحقیقت پروردگار کے ساتھ ہی استعمال ہے ورنہ کسی اور مخلوق کیلئے چاہے وہ اپنے

مرتبہ اور فضیلت میں کتنی بھی بلند کیوں نہ ہو اس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ اب جہاں تک پروردگار کے بلند مرتبہ ہونے کا تعلق ہے اس کے فضائل و کمالات کی وسعت کا تعلق ہے اور اس کی عطا و بخشش کے ہمہ گیر ہونے کا تعلق ہے تو یہ ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ جو شخص بھی خدا کی ذات پر یقین رکھتا ہے اس کیلئے اس کو محسوس کرنا کوئی مشکل بات نہیں۔ آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، سیارے اور پھر اس کائنات کی وہ وسعتیں جہاں تک ابھی انسان کا علم نہیں پہنچ سکا اور خود انسان کی قوت ادراک جو قدرت کا سب سے بڑا عطیہ ہے اور جس نے اس دنیا کو ایجادات سے مالا مال کر دیا انسان تمام چیزوں کے احاطہ سے اپنے آپ کو قاصر پاتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ اس تمام کائنات کے خالق و مالک کی وسعتوں اور اس کے مراتب کی بلندی کا احاطہ کر سکے۔ اس لئے یہ کہہ کر آدمی عقل و خرد کے ہتھیار ڈال دیتا ہے کہ الٰہی تو مجید ہے اور تیری مجد و عطاء پر ہم یقین رکھتے ہیں لیکن اس کی وسعتوں کو جاننے سے قاصر ہیں۔

اَلْبَاعِثُ

یَابَاعِثُ (اے مبعوث فرمانے والے)

اعداد: 573 - تاثیر: جمالی

اَلْبَاعِثُ بعث سے بنا ہے جس کا مطلب معبوث کرنا اور اٹھانا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفت باعث سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے جس نے لوگوں کی ہدایت کیلئے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے لوگوں کو توحید خداوندی پر آمادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بھی باعث ہے کہ وہ روز قیامت مردوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود

پر فائز فرمائے گا۔ ان باتوں کا مفہوم قرآن کی حسب ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ اپنی شان باعث کی وجہ سے موت کے بعد اٹھائے گا۔

وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ (پ 12 ھود 7)

ترجمہ: اور اگر آپ یہ کہیں کہ بے شک تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ط (پ 28 مجادلہ 6)

ترجمہ: جس دن اللہ ان تمام کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا کیونکہ اللہ نے انہیں محفوظ کر رکھا ہے جسے وہ بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بھی باعث ہے کہ اس نے لوگوں کی ہدایت کیلئے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ

(پ 2 بقرہ 213)

ترجمہ: ابتداء میں سب لوگ ایک امت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے نبی مبعوث فرمائے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○

(پ 20 قصص 59)

ترجمہ: اور آپ کا رب کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی بڑی بستی میں رسول نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور نہ ہی ہم ان بستیوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جب تک کہ

ان کے رہنے والے ظالم نہ ہوں۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پ 28 جمعہ 2)

ترجمہ: وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی سے ایک رسول معبوث فرمایا۔ وہ انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور انہیں پاکیزہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

(3) اللہ تعالٰی اس لحاظ سے بھی باعث ہے کہ وہ لوگوں کو موت کے بعد زندہ کرے گا۔

وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ (پ 17 حج 7)

ترجمہ: یہ کہ قیامت آنے میں کوئی شبہ نہیں اور بے شک جو کوئی قبروں میں ہے اللہ اسے زندہ کردے گا۔

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۝ص (پ 7 انعام 36)

ترجمہ: بے شک وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور اللہ ان فوت شدہ کو زندہ کردے گا پھر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ (پ 28 تغابن 7)

ترجمہ: اہل کفر کا زعم ہے کہ انہیں ہرگز دوبارہ زندہ نہ کیا جائے گا۔ آپ فرمادیں کیوں نہیں میرے رب کی قسم تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا پھر تمہیں تمہارے اعمال بتا دیئے جائیں گے اور ایسا کرنا اللہ تعالٰی کیلئے بالکل آسان ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بھی باعث ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ صلے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پ 15 بنی اسرائیل 79)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھیں جو آپ کیلئے نفل ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر معبوث کردے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کا مطلب مردوں کو قبروں سے اٹھانے والا ہے یا دنیا میں جو واقعات اور حادثات پیدا ہوتے ہیں ان کا محرک وہی ہے۔ اس اعتبار سے یہ لفظ بڑا پرمعنی ہے یعنی یہ لفظ اللہ کی شان قدرت کا مظہر ہے اس لئے اسے پڑھنے والا اللہ کے ہر اس راز سے آگاہ ہوجاتا ہے جس کا کسی چیز کو دوبارہ قائم کرنے سے تعلق ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے پکارنے والا زندہ دل ہوجاتا ہے۔ اس کا دل حقیقت کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور نیک کاموں کی طرف سے جو شیطان غفلت پیدا کرتا ہے اس اسم کی بدولت سستی اور غفلت دور ہوجاتی ہے۔

اَلشَّھِیْدُ

یَا شَھِیْدُ (اے حاضر اور گواہی دینے والے)

اعداد: 319 - تاثیر: جمالی

شہید وہ ہوتا ہے جو حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے ہر چیز کا شاہد یعنی گواہ ہو۔ شہید کا لفظ شہود سے بنا ہے جس کا مطلب گواہ دینا ہے مگر بعض کا کہنا ہے کہ حاضر،

ظاہر اور باطن پر مطلع کیلئے شہید کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ علامہ یوسف نبھانی کا قول ہے کہ اس کا معنی خصوصی اضافت کے ساتھ علیم کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب مطلق علم کا اعتبار کیا جائے تو علیم ہے اور جب اس کو غیب اور امور باطنہ کی طرف منسوب کیا جائے تو خبیر ہے اور جب اس کو امور ظاہرہ کی طرف منسوب کیا جائے، شہید ہے۔

امام بونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اسم شہید بھی اسم علیم ہی کی طرح ہے۔ اس لئے کہ اس میں غیب اور شہادت دونوں صفات موجود ہیں۔ غیب سے باطن اور شہادت سے ظاہر مراد ہے۔

قرآن مجید میں اسم شہید اللہ تعالیٰ کیلئے صفاتی طور پر 22 جگہ پر آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدًا (پ5 نساء 33)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَیْھِنَّ فِیْٓ اٰبَآئِھِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِھِنَّ وَلَآ اِخْوَانِھِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِھِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِھِنَّ وَلَا نِسَآئِھِنَّ وَلَا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ وَاتَّقِیْنَ اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدًا ○

(پ22 احزاب 55)

ترجمہ: اور تم کو اپنے باپ اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی عورتوں اور اپنی کنیزوں کے سامنے پردے کے بغیر آنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کئے رہو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ (پ17 حج 17)

ترجمہ: بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ (28 مجادلہ 6)

ترجمہ: اور اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (پ22 سبا 47)

ترجمہ: اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (پ6 نساء 166)

ترجمہ: اللہ اس کتاب کے ذریعے جو اس نے آپ پر نازل کی ہے گواہی دیتا ہے کہ اس کے نازل ہونے سے علم دیا گیا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۭ (پ26 فتح 28)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کی کتاب اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (پ11 یونس 29)

ترجمہ: تو اس پر ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے تم جو ہماری پوجا کرتے تھے ہم بالکل اس سے بے خبر تھے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (پ13 رعد 43)

ترجمہ: اور کافروں کا کہنا ہے کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص گواہ کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا (پ15 بنی اسرائیل 96)

ترجمہ: فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا ہے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (پ 21 عنکبوت 52)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس کے علم میں ہے اور جن لوگوں نے باطل کو قبول کیا اور اللہ کے ساتھ کفر کیا وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔

اَلَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ

(پ 30 بروج 9)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی مملکت اسی کی ہے اور ہر چیز پر شاہد ہے۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

(پ 24 حمٓ سجدہ 53)

ترجمہ: ہم انہیں عنقریب آفاق میں اور خود ان کی ذاتوں میں نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر حقیقت ظاہر ہو جائے کہ قرآن دراصل حق ہے۔ کیا آپ کے رب کا بلاشبہ ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں ہے۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

(پ 7 مائدہ 117)

ترجمہ: اور جب تک میں ان میں رہا ان پر گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز پر شاہد ہے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ز وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ○

(پ 5 نساء 79)

ترجمہ: اے سننے والے تجھے جو اچھائی پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچے تو وہ تمہارے نفس کی وجہ سے ہے اور ہم نے آپ کو لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا م بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

(پ 26 احقاف 8)

ترجمہ: میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر وہ کافی ہے اور وہ غفور ہے رحیم ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے وہ اس کے حالات کے مطابق اس کا گواہ ہے کیونکہ دنیا کی کوئی چیز کوئی سکوت، کوئی حرکت اس کی شہادت کے باہر نہیں۔ اس لئے وہ شہید ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ شہادت غیب کی ضد ہے کیونکہ ہر پوشیدہ چیز کیلئے غیب کا لفظ استعمال ہوتا ہے جبکہ سامنے موجود چیزوں کیلئے شہادت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ہمارے ظاہری امور سے اچھی طرح واقف ہے اس لئے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

شہید کا لفظ شہود سے نکلا ہے بمعنی حاضر ہونا یا شہادت سے نکلا ہے بمعنی گواہی دینا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ظاہر و باطن اور غیب و شہادت سب پر حاضر و مطلع ہے اور قیامت کے دن مخلوق کے اعمال و افعال پر گواہی دینے والا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ اپنی وحدانیت پر شاہد و گواہ ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے

کہ بے شک وہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں یا اپنے رسول کو مدد دینے اور یوم میثاق میں پیغمبروں سے ایمان پر گواہی لینے والا ہے کہ جب تمہارے بعد میرا رسول آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا یہ آیت اس عہد پر دلالت کرتی ہے۔

بعض نے فرمایا شاہد بمعنی ظاہر کرنے والا بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے بطریق وحی والہام احکام دین اسلام کو ظاہر کرنے والا ہے۔ بعض نے شہید بمعنی مشہود لہ بھی کیا ہے یعنی انبیاء و اولیاء، علماء اور ملائکہ اس کی ذات کی وحدانیت اور اس کی صفات کے کمال کی گواہی دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کی ذات و صفات کی حقیقت پانے سے عاجز و قاصر ہیں۔

بندے کو چاہئے کہ مراقبے کے ذریعے خدائے تعالیٰ کے حضور اطلاع اور اعمال پر اس کی شہادت سے غافل نہ ہو اور رسول کے تشریف لانے پر اللہ تعالیٰ کی شہادت اور اس کے صدق کی تصدیق کرے اور دین اسلام کے احکام کا متبع بنے۔ اس کی ذات وصفات کے کمال کا اعتراف کرے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی اول معنی کے لحاظ سے علیم وخبیر کی طرف رجوع کرتا ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے بندے کو چاہئے کہ اہل شہادت سے تزکیہ و تصفیہ اور عدل و انصاف کا نور دنیا و آخرت میں حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میثاق انبیاء پر شاہد بنے تاکہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہو جائے۔ (شرح مشکوٰۃ)

اَلْحَقُّ

یَا حَقُّ (اے سچے، ثابت اور موجود)

اعداد: 108 ☆ فطرت: مشترک

اللہ حق ہے اور حق کا مطلب حق ہی ہے یعنی جو ہر لحاظ سے سچا ہو اور اس کا وجود ہر لحاظ سے موجود ہو اور اسے ایک لمحہ کیلئے بھی زوال اور عدم نہ ہے۔ ہر شے کا ظہور اسی ذات سے وابستہ ہے او ہر شے اسی پر منتہی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ وہ ازل تا ابد ہر وقت حقانیت سے بھرپور ہے اور اس کے سامنے کوئی باطل قوت نہیں ٹھہر سکتی۔ حق کو نہ فنا ہے نہ زوال نہ عدم ہے نہ تغیر۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ج فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ صلے ج فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○ (پ 11 یونس 32)

ترجمہ: یہ اللہ ہے جو سچا رب ہے پھر حق کے بعد گواہی کے سوا کیا ہے پس تمہیں کس طرف پھیرا جارہا ہے۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (پ 11 یونس 30)

ترجمہ: یہاں ہر نفس جو اس نے آگے بھیجا ہے اس کی آزمائش کرے گا اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا سچا مولیٰ ہے اور جو بہتان وہ باندھتے تھے سب جاتے رہیں گے۔

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَهُ الْحُكْمُ قف وَهُوَ اَسْرَعُ

الْحٰسِبِيْنَ (پ 7 انعام 62)

ترجمہ: پھر اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا برحق والی ہے۔ حکم اسی کا ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ز وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ (پ 16 طٰہٰ 114)

ترجمہ: پس اللہ بلند و بالا ہے جو سچا بادشاہ ہے اور قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کی جائے جب تک کہ اس کی وحی آپ کی طرف پوری نہ ہو جائے اور عرض کیجئے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرمادے۔

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ○ (پ 12 ھود 45)

ترجمہ: اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل و عیال سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں کا حاکم ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لا (پ 17 حج 6)

ترجمہ: یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور بے شک وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بلاشبہ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ لا (پ 26 محمد 2)

ترجمہ: اور جو لوگ صاحب ایمان ہو گئے اور صالح عمل کرتے رہے اور اس پر ایمان لائے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور ان کے رب کی طرف سے وہی حق ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیوں کو مٹا

دیا اوران کے احوال کی اصلاح کر دی۔

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ○ (پ 18 نور 25)

ترجمہ: اس دن انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ بے شک اللہ صریحاً حق ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ○(پ 17 ج 62)

ترجمہ: یہی بات ہے کہ بے شک اللہ ہی ہے جو حق ہے اور بلاشبہ اس کے سوا جن کو وہ پوجتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی سب سے بڑائی والا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ باطل کے مقابلے میں ہے اور تمام اشیاء اپنی اضداد کے مقابلے میں ظاہر ہوتی ہیں۔

جس چیز کی نسبت خبر دی جاتی ہے، وہ یا تو مطلقاً باطل ہوگی یا مطلقاً حق ہوگی یا ایک وجہ سے حق اور ایک وجہ سے باطل ہوگی۔ پس بذات ممتنع وہی ہے جو مطلقاً باطل ہو اور واجب بذات وہی ہے جو مطلقاً حق ہو اور ممکن بذات مگر واجب بغیرہ وہ ہے جو ایک وجہ سے باطل اور ایک وجہ سے حق ہو۔ پس چونکہ اپنی ذات کی حیثیت سے اس کا وجود نہیں ہے اس لئے وہ باطل ہے اور غیر کی جہت سے وجود کا استفادہ کرتا ہے اس لئے وہ اس وجہ سے وجود کا افادہ کرنیوالے سے متصل ہے، موجود ہے۔ لہٰذا وہ اس وجہ سے حق ہے اور اپنے نفس و ذات کی جہت سے باطل ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ یعنی ''اس کی ذات کے سوا باقی ہر شے ہلاک ہونے والی ہے۔'' اور وہ اسی طرح ازلاً و ابداً ایک ہی حال پر قائم ہے۔ مختلف حالات قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کے سوا ہر شے ازل سے ابد تک من حیث الذات

وجود کی مستحق نہیں ہے اور اپنے غیر کی جہت سے مستحق ہے۔ لہٰذا وہ بذاتہٖ باطل ہے اور لغیرہٖ حق ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ حق مطلق وہ ہے جو موجود حقیقی بذاتہٖ ہے اور جس سے ہر حق اپنی حقیقت اخذ کرتا ہے۔

حق کے ایک اور معنی بھی ہیں یعنی وہ امر معقول جس کی عقل تصدیق کرے اور وہ موجود ذہنی ہے جس کی نسبت یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ وہ حق ہے۔ پس وہ اپنی ذاتی حیثیت سے امر موجود کہلاتا ہے او جب عقل سے اس کو نسبت دی جائے جس نے اس کی حالت معلوم کی ہے تو اس کو حق کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی تمام موجودات میں سے حق کہلانے کا زیادہ حقدار اللہ تعالیٰ ہے اور معلومات میں سے حق کہلانے کی زیادہ حقدار خدا کی معرفت ہے کیونکہ وہ فی نفسہٖ حق ہے۔ یعنی ازلاً وابداً معلوم کے مطابق ہے۔ اور اس کی مطابقت لذاتہٖ ہے۔ لغیرہٖ نہیں ہے۔ اس کا علم ایسا نہیں ہے جسے اس کے غیر کے وجود کا علم ہو کیونکہ غیر کے وجود کا علم اسی وقت تک رہتا ہے جب تک کہ وہ غیر موجود رہتا ہے۔ جب وہ معلوم ہو گیا تو اس کے وجود کا اعتقاد بھی باطل ہو گیا۔

اقوال کو بھی حق کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں قول حق ہے اور فلاں قول باطل ہے۔ اس لحاظ سے تمام اقوال سے زیادہ حق لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ کیونکہ وہ ازلاً وابداً لذاتہ صادق ہے، نہ کہ لغیرہٖ۔

غرض کہ خارجی موجودات کو حق کہیں یا ذہنی موجودات کو جن کو معرفت کہتے ہیں خواہ زبانی موجود کو حق کہیں جس کو نطق کہتے ہیں۔ بہر حال حق کہلانے کی زیادہ حقدار وہی شے ہے جس کا وجود ازلاً وابداً لذاتہ ثابت ہو اور اس کی معرفت ازلاً وابداً لذاتہ حق ہو اور اس کی شہادت ازلاً وابداً لذاتہ حق ہو اور یہ تمام امور موجود حقیقی کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی سے نہیں۔

اس اسم سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو باطل سمجھے۔ خدا کے سوا کسی کو حق نہ جانے۔ بندہ اگرچہ حق ہے مگر بنفسہٖ حق نہیں ہے بلکہ خدا کے ساتھ حق ہے

کیونکہ وہ اسی کے ساتھ موجود ہے۔ بذاتہ موجود نہیں ہے بلکہ بذاتہ باطل ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو نہ بنایا ہوتا تو اس کو خود بخود بن جانے کا کوئی حق نہ تھا۔

سعادت دارین میں لکھا ہے کہ اس کا معنی باطل کا مقابل جس چیز کی خبر دی جاسکتی ہے یا مطلقاً باطل ہے۔ یا مطلقاً حق، یا من وجہ حق اور وجہ باطل۔ پس جو ممتنع بذاتہ ہے وہ مطلقاً باطل ہے۔ واجب بذاتہ مطلقاً حق ہے کیونکہ حقیقت میں موجود بذاتہ وہی ہے جس سے ہر حقیقت اپنا وجود پاتی ہے اور جو اپنی ذات میں ممکن اور غیر کی وجہ سے واجب ہے وہ ایک وجہ سے حق اور دوسری وجہ سے باطل ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے اس کا کوئی وجود نہیں لہٰذا باطل ہے اور غیر کی وجہ سے اس کا وجود ہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے حق ہے اور کبھی عقل میں آنے والی چیز جو عقل کے مطابق ہو، حق کہلاتی ہے۔ اس کا ذاتی نام موجود اور اسی کو جب اس عقل کی طرف منسوب کریں جس نے اس کی حقیقت کو جانا اسے حق کہا جاتا ہے۔ صفت حق اقوال پر بھی بولی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے قول حق۔ قول باطل۔

شمس المعارف میں ہے کہ اسم حق دراصل اللہ تعالیٰ کی زمینی تلوار ہے جس سے باطل کے پہاڑ قطع کیے جاتے ہیں۔ باطل کی ضد کا نام حق ہے۔ حق تعالیٰ نے موجودات کو جس طرح چاہا ظاہر کیا اور ہر موجود کیلئے اپنے اسماء میں سے ایک اسم ظاہر پر حق کو محیط کر کے توحید فطرت کی جانب متوجہ ہوا او اپنے اسم حق کے معانی و مفاہیم موجودات پر بسط فرمائے الحاصل اسم حق کا ذاکر عجائبات الٰہی مشاہدہ کرتا ہے۔

شرح اسماء الحسنٰی مطبوعہ تاج کمپنی میں لکھا ہے کہ کبھی حق باطل کے مقابلہ پر بھی استعمال ہوتا ہے یعنی جو شے صحیح اور درست ہو کیونکہ ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دن کے وجود کا علم اس وقت ممکن ہے جبکہ رات کے وجود سے واقفیت ہو۔ اسی طرح حق اسی وقت پہچانا جاسکتا ہے جبکہ انسان باطل سے واقف ہو۔ آدمی صدق کو اسی وقت پہچان سکتا ہے جبکہ اسے کذب و افترا کا علم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صدق کے ساتھ

کذب کا حق کے ساتھ باطل کا اور نیکی کے ساتھ بدی کا ذکر فرماتے ہیں۔ لہٰذا کوئی شے ایسی نہیں جو ہر لحاظ سے حق ہو یا ہر لحاظ سے باطل ہو کیونکہ ہر باطل میں کچھ نہ کچھ خوبیاں بھی ضرور ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہر حق میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہوتی ہے۔ اگر وہ ایک وجہ سے حق ہے تو ایک اعتبار سے باطل ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی شے ہر لحاظ سے باطل ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ لیکن ہر لحاظ سے حق ہونا یہ ممکن ہے اور خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ واجب الوجود ہے اور ہماری بحث ممکنات سے ہے نہ کہ واجب الوجود ہے۔

بندے کا اس اسم میں یہ حصہ ہے کہ اپنے آپ کو باطل (فانی) سمجھے اور اللہ کے سوا کسی کو حق (باقی) نہ سمجھے کیونکہ بندہ اپنی ذات میں حق (دائمی) نہیں بلکہ اللہ کے وجود سے موجود ہے۔ اپنی ذات سے نہیں اور اہل تصوف پر جبکہ اپنی ذاتی فنا غالب ہوتی ہے تو ان کی زبانوں پر اکثر حالات میں اسمائے باری تعالیٰ میں سے حق جاری رہتا ہے کیونکہ وہ فانی کے بجائے ذات حقیقی کا لحاظ کرتے ہیں اور متکلمین چونکہ ابھی تک افعال سے دلیل پکڑتے ہیں لہٰذا ان کی زبان پر اکثر اسم الباری جاری رہتا ہے جو خالق کا ہم معنی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ حق بمعنی ثابت و ہست ہے۔ اس کے بالمقابل لفظ باطل آتا ہے بمعنی نیست و ناچیز و معدوم۔ یاد رہے ثابت و ہست مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی موجودات امکان کی حیثیت سے معدوم ناچیز اور نیست ہیں اور حد ذات میں ان کیلئے کوئی وجود و ثبوت نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے (اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ) سنو اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل و فانی ہے۔

تفصیل کلام یہ ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں۔ حق مطلق و باطل مطلق۔ ایک اعتبار سے حق دوسرے اعتبار سے باطل۔ پس ممتنع بالذات باطل مطلق ہے اور ممکن لذاتہ ایک اعتبار سے حق ہے اور ایک کے اعتبار سے باطل۔ اس ممکن کا اپنی ذات

کے لحاظ سے بالکل کوئی وجود نہیں۔ پس ممکن اپنی ذات میں باطل ہے اس کا وجود غیر سے حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اس میں جانب وجود کو لگا دیا گیا ہے۔ پس اس اعتبار سے ممکن بھی حق ہے یہی معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے قول مبارک (كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ) اس کے سوا ہر چیز فانی ہے، کا۔ پس معلوم ہوگیا کہ حق مطلق وہی موجود حقیقی ہے کیونکہ وہی اپنی ذات سے موجود ہے۔ یعنی اس کا وجود کسی سے مستعار نہیں ہر چیز اسی سے وجود حاصل کرتی ہے۔ حق مطلق خدائے عزوجل تعالیٰ و تقدس ہے۔ پھر حق بمعنی صدق وراستی اور اقوال و اعتقاد میں درستی کے معنی میں بھی آتا ہے اور مذاہب کو بھی حق کے ساتھ موصوف کرتے ہیں کیونکہ ان کی نسبت بھی چونکہ ثبوت کے اعتبار سے حق کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس وجہ سے انہیں بھی حق کہہ دیا جاتا ہے۔ حق بمعنی لائق و مستحق کے بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ الوہیت کے لائق و مستحق ہے۔ اس کے اقوال و افعال بطلان وکذب کے شائبے سے بھی منزہ ومبرا ہیں۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ متابعت حق پر شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے سے موصوف ہوجائے تاکہ اس شریعت کا نور وحضور اس کے دل پر غالب آجائے اور وہ اس نور و حضور کی وجہ سے حق تعالیٰ کے وجود اور اس کے ذکر وحضور میں مستغرق ہوجائے یہاں تک کہ حقانیت سے متصف ہوجائے۔

اَلْوَكِيْلُ

یَا وَکِیْلُ (اے کارساز) ☆ اعداد: 66 - تاثیر: جمالی

انسانی زندگی کا سارا دارومدار اللہ تعالیٰ کی عنایات پر ہے۔ اس لئے وہی ہمارے تمام معاملات کو درست فرماتا ہے۔ خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ دینی ہوں یا دنیوی۔ یعنی ہمارے ہر کام کو احسن طریقے سے سرانجام دیتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ

تعالیٰ ہمارا وکیل ہے۔ اللہ کے سوا کسی کا کوئی اور کارساز نہیں۔

بندوں کے کاموں کو قائم فرمانے والا اور ان کیلئے ان اشیاء کو مسخر فرمانے والا جن چیزوں کی انسانوں کو ضرورت پیش آتی ہے۔ یا بندوں کے ذمہ کاموں کو سپرد فرمانے والا یا ان کے تمام امور کا ذمہ دار۔ انسان کو بھی وکیل اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذمہ کام سپرد کیا جاتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے امور کا آپ ذمہ لیا ہے اسی لئے وہ ہر لحاظ سے وکیل ہے۔

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (پ 4 آل عمران 173)

ترجمہ: اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (پ 5 نساء 81)

ترجمہ: اور اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ کارسازی کیلئے کافی ہے۔

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (پ 21 احزاب 3)

ترجمہ: اور اے میرے محبوب اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی کافی ہے۔

وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ٥
(پ 22 احزاب 48)

ترجمہ: ان کی یعنی کافروں کی طرف سے ملنے والی اذیت کو خاطر میں نہ لایا جائے اور اللہ پر توکل کیا جائے اور اللہ کارسازی کیلئے کافی ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ٥
(پ 6 نساء 171)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کیلئے ہے اور اللہ کارساز ہونے میں کافی ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا

(پ5 نساء 132)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ کارسازی میں کافی ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰی بِرَبِّكَ وَكِیْلًا

(پ15 بنی اسرائیل 65)

ترجمہ: بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا اور اے میرے محبوب تیرا رب بندوں کی کارسازی کیلئے کافی ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ (پ17 انعام 102)

ترجمہ: یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو اور ہر چیز کا کارساز ہے۔

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ؕ (پ12 ھود 12)

ترجمہ: اور اللہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ز وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ (پ24 زمر 62)

ترجمہ: ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ وکیل وہ ہے جس کے سپرد امور کئے جائیں لیکن اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک تو وہ جس کے سپرد بعض امور ہوں، اور وہ ناقص ہے۔

دوم، جس کے سپرد تمام امور ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔

ایک اور طریق سے بھی اس کی دو قسمیں ہیں

ایک تو وہ جو بذاتہ موکول الیہ (جس کے سپرد کیا جائے) ہونے کا مستحق نہ ہو

بلکہ وہ موکول الیہ بنانے سے بنا ہو۔ اور وہ ناقص ہے کیونکہ وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اموراس کے سپرد کئے جائیں اور اس کو مختار بنایا جائے۔

دوم، وہ جو بذاتہ اس بات کا مستحق ہے کہ اموراس کے سپرد ہوں اور دل اس پر آسرا رکھتے ہوں۔ کسی دوسرے کے اختیار دینے اور سپرد کرنے سے نہیں بلکہ (وہ (خود اور بذاتہ وکیل ہو) وہ وکیل مطلق ہے۔

ایک اور لحاظ سے وکیل کی دو قسمیں ہیں۔

ایک تو وہ وکیل جو سپرد شدہ امور کو بلا کسی قسم کی کمی کے پورا کردے۔

دوم، وہ جو پورا نہ کرے۔

وکیل مطلق وہ ہے جس کے سپرد تمام اشیاء ہیں او وہ تمام کے اہتمام میں لگا ہوا ہے اور سب کو اپنی اپنی جگہ پورا کررہا ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس سے تم خود سمجھ سکتے ہو کہ بندہ کو اس اسم کے معنی میں کس قدر دخل حاصل ہے۔

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ وکیل اسے کہتے ہیں جس کے ذمے کوئی کام لگا دیں اور عمل دخل کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دیں۔ خداوند تعالیٰ نے خود بخود ہی بندوں کے کام اپنے ذمے لے رکھے ہیں اور دنیا کی ابتداء وانتہا میں بندوں کے کاموں کیلئے خود ہی سر پرست بن چکا ہے وہ اس طرح کہ بندے جس چیز کے محتاج ہیں وہ انہیں عطا کرتا اور سب کی ضروریات اپنی عنایت وکرم سے پوری کرتا ہے بغیر اس کے کہ کوئی اپنا کام اس کے حوالے کرے یا اسے اپنا وکیل بنائے اور وکیل ایسا بھی ہوتا ہے جس کی قدرت جس کام کیلئے وہ بنا ہوتا ہے پوری نہیں اترتی۔ وکیل مطلق جس کے حوالے تمام کام ہوں اور جو تمام کاموں کیلئے کافی ووافی ہو اور کرم وعنایت سے ہر کام پورا کرے، صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ اس لئے بندے کو چاہئے کہ اپنے تمام کام اس کے حوالے کرے اور خود کلیتہ اس پر متوکل ہوجائے اور اس کی استعانت اور مدد پر اعتماد کرتے ہوئے غیر سے بالکل کٹ جائے۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ضامن ہونے پر اعتماد رکھا جائے۔ اکثر طور پر توکل کا استعمال رزق کے بارے میں ہوتا ہے مگر مفہوم اور معنی عام ہے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ضعیفوں و درماندہ لوگوں کے کام کرنے میں سعی کرے ان کی مشکلات حل کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے مطالب و مقاصد پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گویا کہ ان کا وکیل وہی ہے۔ نیز خدائے تعالیٰ کو نفس کے خلاف اپنا وکیل بنائے اور حقوق الٰہی اور اس کے اوامر ونواہی کے پورا کرنے میں اپنے نفس کا دشمن بنا رہے۔

اور اسی نام سے بندے کا نصیب بھی ظاہر ہے کہ تمام امور اسی کے سپرد کئے جائیں اور ہر کام میں اسی پر توکل کیا جائے اور دوسرے انسانوں کی مدد کرے اور ان کی حاجت روائی میں گریز نہ کرے کیونکہ ہر ایک خدا کی جانب سے ایک دوسرے کا وکیل ہے۔

اَلْقَوِیُّ

یَاقَوِیُّ (اے قوت والے) ☆ اعداد: 116- خاصیت: جلالی

اللہ قوی ہے کیونکہ اس کی طاقت سب سے برتر اور مضبوط ہے یعنی اس کی ذات اور صفات میں کوئی ضعف اور کمزوری نہیں۔ وہ اپنے افعال اور اختیارات میں ہر لحاظ سے قوت والا ہے کیونکہ اس کی قوت ہمیشہ ایک سی رہتی ہے کبھی کم نہیں ہوتی اور ہر کسی پر حاوی ہے لیکن اللہ کے سوا ہر شے ضعیف اور ناتواں ہے اس لئے صرف اللہ ہی قوی ہے اللہ تعالیٰ نے جو قوت مخلوق کو عطا کر رکھی ہے وہ عارضی اور فانی ہے کیونکہ وہ جب چاہے جس سے چاہے اس سے اپنی عطا کردہ قوت چھین سکتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی اللہ قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت قوی کے بارے میں قرآنی آیات

حسب ذیل ہیں:

اِنَّ رَبَّکَ ھُوَالْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ (پ 12 ھود 66)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب طاقتور اور غلبے والا ہے۔

وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ (پ 17 حج 40)

ترجمہ: اور البتہ اللہ اس کی مدد کرتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوت والا غلبے والا ہے۔

مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ (پ 17 حج 74)

ترجمہ: انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا بے شک اللہ قوی ہے عزیز ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (پ 27 حدید 25)

ترجمہ: بے شک اللہ قوت والا ہے غلبے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (پ 28 مجادلہ 21)

ترجمہ: بے شک اللہ قوت والا ہے غلبے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (پ 10 انفال 52)

ترجمہ: بے شک اللہ قوت کے ساتھ شدید عذاب دینے والا ہے۔

شمس المعارف میں ہے کہ قوی وہ ذات مستحکم جو پوری قوت رکھتا ہو یقین کر لیا جائے۔ قوت اور قدرت یہ دونوں اپنے موصوف کی صفتیں ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے (وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا) اللہ تعالیٰ نے جس امر کا ارادہ کیا، اسے اپنی حکمت سے وجود کی حیثیت دے کر ایجاد کیا اور وجود شے پر قوت احسان کر کے اس کے مزاج میں بھی ایک مناسب قوت ودیعت کی جس کی وجہ سے توحید اور امانت کا بار اٹھانے کے قابل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کو عظمت اور رفعت کے ساتھ پیدا کر کے اپنی عظمت وجلال کی اس پر تجلی کی اور توحید پر قائم رہنے

کی اسے قوت دی پھر لوح کو پیدا کر کے اسے بھی توحید کا حکم دیا پھر آسمان و زمین پیدا کر کے ان کو بھی توحید کا حکم فرمایا جو توحید کی تاب لا سکے وہ دریائے جبروت میں سرگزشت ہو گئے۔ ان سرگشتگان کو پھر اللہ کریم نے انوار الٰہی کی تب و تاب سے انہیں توحید کی دولت دی جس کے باعث یہ سرگشتہ و گم ہو گئے۔ اس نے اپنے انوار سے ان کو ایک نور بخشا تب انہوں نے توحید کی نفس اور اجسام کی صورت میں جلوہ گر ہوئے۔ اللہ کی ہیبت سے آسمان و زمین، پہاڑ، دریا اور ہوا سب کے سب اپنے محل اور مقام پر قائم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کیلئے رات اندھیری اور دن روشن ہے۔ جنت درخشاں اور دوزخ مشتعل ہے۔ کان سنتے اور آنکھیں دیکھتی ہیں۔ زبانیں گویا اور حواس حرکت کرتے ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قوت، قدرت تامہ کاملہ بالغہ پر اور متانت شدت قوت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اعتبار سے کہ قوت بالغہ کاملہ رکھتا ہے قوی ہے اور اس حیثیت سے کہ شدید القوت ہے متین ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف اس طرح بیان فرمایا (ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنَ) یعنی بڑی سخت قوت اور طاقت والا یہ معنی قدرت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ قدرت کا ذکر آگے آرہا ہے پھر اللہ تعالیٰ عجز، بے بسی، ضعف اور فرادماندگی سے منزہ و مبرّا ہے۔ بعض کہتے ہیں قوی متین بمعنی خالق قوت و متانت ہے۔ اس اعتبار سے فعیل بمعنی مفعل ہوگا۔ جب یہ حقیقت بندے پر منکشف ہوگئی تو چاہئے کہ تمام کاموں میں قوت و نصرت اسی سے چاہئے اور اپنے آپ کو بلکہ سب کو بلکہ تمام چیزوں کو اسی کا مسخر و مطیع جانے اور جرأت و بے ادبی کی حالت میں اس کی قوت و قدرت سے ڈرے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہش پر قوی و غالب ہو۔ اس بارے میں سخت مضبوط ہو کر یقین میں قوی اور متین بن جائے۔ شرع کے احکام جاری کرنے میں سستی اور کاہلی کو بالکل قریب نہ آنے دے۔

اَلْمَتِیْنُ

یَا مَتِیْنُ (اے مضبوط طاقت والے)

اعداد: 500 ☆ خاصیت: جلالی

متین کا مطلب کمال قوت والا ہے یعنی طاقت میں اتنا مضبوط ہو کہ اس کے مقابلے میں طاقت میں ہر دوسری چیز کم ہو۔ اس کی مضبوطی کو کوئی روکنے والا نہ ہو اور نہ ہی اس کی قوت کو ضعف آئے۔ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ ہر صفت میں کمال صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لئے وہی ذات متین ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاُمْلِیْ لَھُمْ قف اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ (پ9 اعراف 183)

ترجمہ: اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر زبردست مضبوط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا متین ہونا قوت کی شدت پر دلالت کرتا ہے اگر وہ اپنی قوت کا اظہار کرنا چاہے تو زبردست طریقے سے کر سکتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر دہراتا ہے۔

وَاُمْلِیْ لَھُمْ قف اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ (پ 29 قلم 45)

ترجمہ: اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر زبردست مضبوط ہے۔

متین اللہ تعالیٰ کا اسم اس لئے بھی ہے کہ وہ مستقل بالذات ہے۔ قائم بالذات خود ہے۔ اور کسی دوسری ذات کا محتاج نہیں۔

قرآن مجید میں یہ اسم قوت کے ساتھ بھی آیا ہے

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (پ27 ذریت 58)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی رزاق ہے قوت والا زبردست مضبوط ہے۔

متین وہ ذات ہے جسے قوت میں اتنا کمال حاصل ہو کہ اس کے کسی کام میں بھی کوئی معارض و مقابل نہ ہو سکے اور اس کے حکم کو کوئی روکنے والا نہ ہو اور کبھی اس کی قوت میں ضعف نہ آئے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کیونکہ ہر صفت میں کمال صرف اسی کو حاصل ہے اور قوت قدرت کاملہ کو ثابت کرتی ہے اور متانت شدت قوت پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کامل القوت اور جامع القدرت ہے۔

ایک اور قول کے مطابق قوی وہ ذات ہے جسے اپنے افعال میں مشقت و کلفت اور تعب لاحق نہ ہو۔ قوی اور متین میں تھوڑا سا فرق ہے۔ قدرت میں بالغ و تام کو ''قوی'' کہتے ہیں اور قدرت میں مضبوط اور شدید کو متین بولتے ہیں۔

اس اسم پاک سے تخلق کرنے والوں کو عقائد میں پختگی، اعمال میں مواظبت حاصل کرنی چاہیے۔ باوجود ہر قسم کی طاقت و حکومت وغیرہ کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود کو کمتر اور ذلیل و کمزور سمجھنا چاہیے۔ (معارف الاسماء)

اس اسم کے تخلق کے بارے میں سعادت دارین میں لکھا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے قوی ہونے کا یقین ہے وہ ہر چیز میں اس کی قوت و طاقت کی طرف رجوع کرے گا اور اس کی طاقت و قدرت سے ہر دوسری قوت و طاقت سے غائب ہو جائے گا کیونکہ ہر شے کی طاقت اسی سے ہے۔ اس اسم پاک سے قربت حاصل کرنے سے ایسا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ تدبیر و تقدیر کے بکھیڑوں سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ دعویٰ ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ کا احسان نظر آتا ہے۔ مخلوق کا ڈر اور دنیا کے غم و الم ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی ذات سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے۔ یہاں تک اس سلسلہ میں تم کسی ملامت گر کی ملامت سے ڈرتے نہیں اور کسی صورت اس تعلق میں کمزوری

نہیں آتی جو اس کی عظیم قوت اور اس کی مضبوطی کو پہچان لے اور نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ اس کے سوا کسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی پر اعتماد و یقین رکھتا ہے۔ اس اسم سے قربت حاصل کرنا، اس کے تعلق و تخلق سے اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں تاکید معنوی پائی جاتی ہے۔

اَلْوَلِیُّ

یَا وَلِیُّ (اے دوستی والے) ☆ اعداد: 46- تاثیر: جمالی

اَلْوَلِیُّ لفظ ولا سے بنا ہے جس کا مطلب محبت، دوستی، نزدیکی رشتہ داری، مدد اور ملکیت ہے۔ یہ لفظ کثیر المعانی ہے۔ اس طرح الولی کے معنی محبت کرنے والا، دوستی کا حق ادا کرنے والا اور مدد کرنے والا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے ولی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے اور دوستوں کے دشمنوں کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے سے مراد دوست اور مددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ مومنوں اور متقیوں کا دوست ہے اس لئے اسے اس صفت سے پکارا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے (اللہ تعالیٰ مومنوں اور متقیوں کا دوست ہے)۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط

(پ 3 بقرہ 257)

ترجمہ: اللہ اہل ایمان کا دوست ہے جو انہیں ظلمت سے نکال کر نور میں لاتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (پ 3 آل عمران 68)

ترجمہ: بے شک تمام لوگوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہی

قریب تھے اور ان کی اتباع کرتے تھے اور یہ نبی اور ان پر جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان کا دوست ہے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (پ25 جاثیہ 19)

ترجمہ: اور اللہ اہل تقویٰ کا دوست ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (پ25 شوریٰ 9)

ترجمہ: کیا انہوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو دوست بنالیا ہے۔ پس اللہ ہی والی ہے اور وہ مردہ چیزوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (پ1 بقرہ 107)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ تمہارا کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار ہے۔

وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (پ6 نساء 173)

ترجمہ: اور وہ اللہ کے سوا اپنے لئے کسی کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا

(پ15 کہف 26)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ جتنا عرصہ وہ ٹھہرے اللہ جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا غیب اسی کیلئے ہے۔ کیا خود دیکھتا ہے اور کیسا خوب سنتا ہے اس کے سوا ان کیلئے کوئی دوست نہیں ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

(پ10 توبہ 74)

ترجمہ: پھر اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کیلئے بہتر ہے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دینے والا ہے اور زمین میں نہ ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (پ 5 نساء 45)

ترجمہ: اللہ اپنے ولیوں کیلئے کافی ہے اور اللہ مددگار بننے میں کافی ہے۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ (پ 7 انعام 70)

ترجمہ: اللہ کے علاوہ ان کا کوئی ولی اور سفارشی نہیں ہے۔ اگر وہ کوئی چیز معاوضے میں دینا چاہیں تو اسے قبول نہ کیا جائے گا۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ (پ 7 انعام 51)

ترجمہ: اور انہیں قرآن کے ذریعے ڈرائیں جن لوگوں کو یہ خوف ہو کہ انہیں اپنے رب کی طرف سے جمع کیا جائے گا۔ اس کے سوا ان کیلئے نہ کوئی دوست اور سفارشی ہوگا تاکہ وہ متقی ہو جائیں۔

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ○

(پ 21 سجدہ 4)

ترجمہ: تمہارے لئے اس کے کوئی اور دوست اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہے کیا پھر بھی تمہیں نصیحت حاصل نہیں ہوتی۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○

(پ 15 بنی اسرائیل 111)

ترجمہ: اور اسی طرح کہو کہ تمام حمد اللہ ہی کیلئے ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں

اور نہ اس کی بادشاہت میں کوئی دوسرا شریک ہے اور نہ ناتوانی کی وجہ سے اس کا کوئی مدد کرنے والا ہے اور اس کی بڑائی کے لئے ہر وقت تکبیر کہتے رہو۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (پ5 نساء75)

ترجمہ: اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی دوست بنا دے اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی مددگار بنا دے۔

دنیا میں اعتقادی لحاظ سے دو قسم کے انسان ہیں۔ ایک اہل ایمان اور دوسرے منکرین ایمان۔ اللہ پر ایمان لانے کا مقصد ہی ہر لحاظ سے اللہ پر بھروسہ کرنا ہے۔ جب اہل ایمان کو منکرین ایمان تنگ کرتے ہیں ان سے زندگی کا اسباب چھینتے ہیں ان سے جنگ کرتے ہیں گویا کہ زندگی کے ہر شعبے میں انہیں نیچا اور بے یارومددگار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان کی مدد کرتا ہے۔ ان کی زندگی کا کارساز بنتا ہے۔ دشمنوں سے ان کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے، ان کے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ولی یعنی دوست ہے، کارساز ہے۔ لہٰذا جو بندہ اسے اس صفت سے پکارتا ہے وہ اسے اپنا دوست اور کارساز بنالیتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ولی بمعنی محب و ناصر حق سبحانہ تعالیٰ مومنوں و متقیوں کا محبّ ہے۔ ان کی مدد فرماتا اور ایمان والوں سے دوستی لگاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ ولی بمعنی متولی یعنی امورات کی سرپرستی کرنے والا بھی آتا ہے۔ حق تعالیٰ صالحین کے امور کا لطف و اصلاح کے ساتھ متولی اور کارساز ہے کیونکہ انہوں نے اسی پر توکل کیا ہوتا ہے۔ اپنے سارے کام اسی کے حوالے کئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سب امور کا

متولی ہے اور جس جس چیز کے محتاج ہیں ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے جیسے دنیا میں روزی پہنچانا اور آخرت میں نجات و سرفرازی عطا کرنا ولی بمعنی قریب بھی آتا ہے۔ اس کی رحمت اس کے مخلص بندوں کے قریب ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو بے شک میں قریب ہوں۔ بندے کو چاہئے کہ اپنے ایمان کے تمام شعبوں کو مکمل کر کے اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کی دوستی کے مزید لائق بنائے۔ تمام کاموں میں اس سے مدد و نصرت چاہے اور اس کی سرپرستی و محبت پر شکر گزار رہے۔ اس کے قریب سے آگاہی حاصل کرے دل کو غیر کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ خدائے سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے دوستوں سے دوستی کرے اس کے دین کی اشاعت میں مدد کرے، اس کے دوستوں کی بھی مدد کرے۔ مخلوق کی حاجتیں پوری کرنے میں پوری کوشش سے کام لے۔ مخلوق کے انتظامات کرنے میں چستی دکھائے تا کہ وہ بھی اس اسم سے مشرف ہو جائے اور اس کا نام بھی ولی اللہ ہو جائے۔

ولایت کے نشانات میں سے ایک نشان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق و نصرت ہمیشہ اس کے ساتھ رکھے، اسے ذلیل و خوار نہ کرے۔ یہاں تک کہ بندہ اگر معصیت و برائی کا ارادہ بھی کرے تو اسے بچالے اور اگر اچانک کسی گناہ میں پڑ بھی جائے تو اسے فوراً توبہ و انابت کی توفیق دے اور برائی سے نکال کر نیکی کی طرف لے آئے یہ معنی ہے اس حدیث کا (اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبۡدًا لَمۡ یَضُرَّہٗ ذَنۡبٌ) جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو گناہ اسے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

ولایت کے نشانات میں سے ایک نشان یہ بھی ہے کہ اسے اپنے دوستوں کے دلوں میں جگہ دیتا ہے کیونکہ ان کے دل خدا کی نگاہ کا مرکز ہوتے ہیں اور بندہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات کو ان کے دلوں میں پاتا ہے تو اس کا پرتو اس پر بھی پڑتا ہے۔

بندوں میں سے ولی وہ ہے جو اللہ اور اس کے دوستوں سے پیار کرے اور ان کو

مدد دے اور اللہ کے دشمنوں سے بغض رکھے۔ اللہ کے دشمن نفس اور شیطان ہیں۔ پس جو شخص ان دونوں سے تعلق توڑ دے اور اللہ کے کام میں مدد دے اور اس کے اولیاء کو دوست رکھے اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے وہی بندوں میں سے ولی ہے۔

اَلْحَمِيْدُ

يَا حَمِيْدُ (اے حمد والے) ☆ اعداد: 62 - تاثیر: جمالی

حمید، حمد سے مشتق ہے چونکہ حمد کے لائق صرف وہی ذات ہے اس لئے اسے حمید کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جو تعریف کا مستحق ہو کیونکہ وہ ہر کمال اور خوبی سے متصف ہے۔ غرضیکہ حمید وہ ہے جس کی صفت و ثناء بیان کی جائے۔ اللہ تعالٰی ہی حمید ہے کیونکہ ازل سے ابد تک اپنی صفت و ثناء کر رہا ہے اور کرتا رہے گا اور اس کے بندے بھی ہمیشہ ثناء گو ہیں اور اس کا تعلق ان صفات جلال، بلندی اور کمال سے ہے جو ذکر کرنے والوں کے ذکر کی طرف منسوب ہوتی ہیں کیونکہ حمد کا مفہوم ہے، صفات کمال کا صفات کمال کی حیثیت سے ذکر کرنا۔

اللہ تعالٰی کی صفت حمید کے بارے میں آیات حسب ذیل ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

(پ 2 بقرہ 267)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین میں سے نکالا ہے اور اپنی کمائی میں سے ناقص چیز خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو حالانکہ اگر تمہیں کوئی ناقص چیز

دے تو تم نہ لو گے جب تک کہ تم اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان لو کہ بے شک اللہ غنی ہے تعریف کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ط وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (۱۲)

(پ 21 لقمان 12)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی یہ کہ اللہ کا شکر کرو اور جو شکر ادا کرتا ہے تو بلاشبہ اس کا شکر کرنا اسی کیلئے بہتر ہے اور جس نے انکار کیا تو بے شک اللہ غنی ہے حمد کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا٘ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ○ (پ 28 تغابن 6)

ترجمہ: یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ کیا بشر ہمیں راہ ہدایت پر چلائیں گے پس وہ منکر ہوئے اور پھر گئے اور اللہ نے بھی ان سے توجہ ہٹائی اور اللہ بے نیاز ہے تعریف کیا گیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○ (پ 27 حدید 24)

ترجمہ: جو لوگ خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں اور جو منہ پھیر لے تو بیشک اللہ وہ ہے جو غنی ہے حمد کیا گیا ہے۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ع

(پ 17 حج 64)

ترجمہ: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے اور بے شک اللہ ہی غنی ہے تعریف کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ

(پ 22 فاطر 15)

ترجمہ: اے لوگوتم سب ہی اللہ سے مانگنے والے ہو اور اللہ وہ ہے جو غنی ہے حمید ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (پ 13 ابراہیم 8)

ترجمہ: اور حضرت موسیٰ نے کہا کہ اگر تم اور جو کچھ زمین سے ہے وہ سب کا سب ناشکری کرنے لگے تو پھر بھی اللہ بے پروا ہے تعریف کیا گیا ہے۔

فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا

(پ 5 نساء 131)

ترجمہ: تو بے شک آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا ہے اور اللہ غنی ہے تعریف کیا گیا ہے۔

الٓرٰ ۫ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ

(پ 13 ابراہیم 1)

ترجمہ: الـــر یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف جو اس کی راہ ہے اس پر نکال کر لے آئیں وہ غلبے والا تعریف کیا گیا ہے۔

وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (پ 22 سبا 6)

ترجمہ: اور قرآن عزت والے حمد والے کی طرف جانے والے راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ط وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ○ (پ25 شوریٰ 28)

ترجمہ: اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد ان پر بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے اور وہی کارساز ہے تعریف کیا گیا ہے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ○

(پ30 بروج 8)

ترجمہ: اور ان کو مومنوں کا اللہ پر ایمان لانا اچھا نہ لگا تھا اللہ عزیز ہے حمید ہے۔

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ط اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ (پ12 ھود 73)

ترجمہ: فرشتے بولے کیا تمہیں اللہ کے حکم پر تعجب ہے۔ حضرت ابراہیم پر اور ان کے گھر والوں پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بے شک۔ وہ تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔

تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ (پ24 حٰمٓ 42)

ترجمہ: یہ قرآن کو حکمت والے حمد والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

حمید، وہ ہے جو تعریف کے لائق ہو اور جس کی ثنا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ازل سے خود اپنی تعریف کے ساتھ حمید ہے اور اب تک اپنے بندوں کی تعریف کے ساتھ حمید رہے گا۔ اور یہ معنی جلال و کمال کی صفتوں سے ذکر کرنے والوں کے ذکر کے لحاظ سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ حمد اسی کو کہتے ہیں کہ اوصاف کمال کا اس حیثیت سے کہ وہ کمال ہیں ذکر کیا جائے۔

حمد ومحمدۃ بمعنی صفت کرنا اور صفت کیا جانا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی صفت کرتا اور ازل میں اپنے کلام سے اپنی ثنا کرنے والا ہے۔ اسی طرح اپنی آیات قدرت بکھیر کر ہمیشہ اپنی صفت کرتا رہے گا۔ (لَااُحْصِىْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ) ترجمہ: میں تیری ثنا کی گنتی نہیں کرسکتا جیسی کہ تو نے خود اپنی ذات کی ثنا کی ہے۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت خود کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء اور حضرات اولیاء کی بھی ثنا کرنے والا ہے۔ وہ اس طرح کہ انہیں ایمان احسان اور عرفان کی دولت عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کی ثنا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق بھی اس کی صفت و ثنا کرتی ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا (وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ) ترجمہ: نہیں ہے مخلوقات میں سے کوئی چیز مگر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح کرتی ہے یا حمید بمعنی وہ ذات جو تمام حمدوں کی مستحق ہے کیونکہ وہ ہر کمال سے موصوف ہے اور ہر نعمت عطا کرنے والا ہے اور ہر حمد وثنا اس کی ذات اقدس کی جانب رجوع کرتی ہے۔

اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ تمام اوقات و حالات میں ہمیشہ حق کی تعریف کرے اور اس امر کی کوشش کرے کہ دوسروں کو بھی کمال تک پہنچائے اور انہیں بھی نعمتیں عطا کرے تاکہ خدا کے نزدیک محمود وممدوح بن جائے اور اس کے بندوں کی نگاہوں میں بھی محمود ممدوح وہ ہے جس کی صفات، اخلاق و عادات، اعمال و اقوال اور عادات و اطوار اچھے ہوں۔ ان میں نقصان و سرکشی کا شائبہ تک نہ ہو تو ایسی کامل ہستی وہ سید رسل ہیں جن کا نام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر وہ ہستیاں جو اپنے اپنے مقامات و مراتب کے مطابق درجات قرب پر فائز ہیں جیسے انبیاء، اولیاء علماء وصلحا کہ ان میں سے ہر ایک اندازہ کمال و فیضان کے مطابق محمود وممدوح ہے اور حمید مطلق اللہ تعالیٰ ہے جل جلالہ وعم نوالہ

بندوں میں سے حمید وہ ہے جس کے عقائد و اخلاق اور اعمال و اقوال سب کے سب بلاشائبہ قابل تعریف ہوں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے قریب کے انبیاء اور ان کے سوا اولیاء و علماء ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے عقائد و اخلاق اور اعمال و اقوال کی خوبی کے موافق حمید ہے چونکہ کوئی شخص گو اس کے محامد کتنے ہی بکثرت ہوں مذمت اور نقص سے خالی نہیں ہے۔ لہٰذا حمید مطلق خاص اللہ تعالیٰ ہے۔

اَلْمُحْصِیْ

یَامُحْصِیْ (شمار کر کے احاطہ کرنے والا)

اعداد: 148 ☆ خاصیت: جلالی

مُحْصِیْ کا لفظ حصار سے بنا ہے جس کا مطلب گھیر لینا ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں اور ہر چیز کی حدود، انتہا، تعداد اور کیفیت اس کے علم میں ہے۔ یہ صفت اللہ کے سوا کسی میں نہیں کیونکہ انسانی علم محدود ہے اور اللہ کا علم لامحدود ہے۔ اس لئے اس کی ذات نے ہمارے ہر طرف ہر چیز کو گھیرے میں لیا ہوا ہے اور اس کی یہی صفت محصی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ ط وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (یٰسٓ 22 12)

ترجمہ: بے شک ہم فوت شدہ کو زندہ کریں گے ان کے آگے اور پیچھے کی باتوں کو لکھ لیتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو روشن کتاب میں محفوظ کر رکھا ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کیلئے حساب لینا مشکل نہیں بلکہ جو کام انہوں نے کئے ہیں انہیں ہم نے شمار کر رکھا ہے یعنی شمار کے اعتبار سے ہر بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا کہ:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ (پ16 مریم 93-94)

ترجمہ: تمام جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب رحمٰن کے بندے بن کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اس نے انہیں شمار کر رکھا ہے اور ان کی گنتی گن رکھی ہے۔

"مُحْصِيْ وہ ذات ہے جو اپنی معلومات کا پورے طور پر احاطہ کرے اور محصی مطلق وہ ہے جس کے علم میں ہر معلوم کی حد، اس کی گنتی، غرضیکہ ہر حالت کا پورا نقشہ ہو چونکہ انسان اپنی معلومات میں اس قسم کا علم پہنچانے سے عاجز ہے اس لئے اس کو محصی نہیں کہا جائے گا۔"

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ (پ29 جن 28)

ترجمہ: تا کہ وہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے وہ اس کے احاطہ میں ہے اور اس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ ہر شے کا عدادو شمار اس کے علم میں ہے۔ آسمان کے تارے، زمین کے ذرے، سمندر کے قطرے، درختوں کے پتے، نفوس اور نفوس کے انفاس، اشخاص کے افعال و حرکات و سکنات غرض کہ ہر ایک چیز جو شمار میں آنے والی ہے اللہ

تعالیٰ ان سب کو گن لینے والا شمار کرنے والا ہے۔ اعداد و شمار کے متعلق ''مُحْصِی'' کا وہی تعلق ہے جو معلومات سے ''علم'' کا ہے۔

اس بات کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۙ (پ 30 بناء 29)

ترجمہ: اور ہم نے ہر چیز کو شمار کر کے لکھ رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر شے کی حد و انتہا اور اس کی تعداد و کیفیت موجود ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ انسان بعض اشیاء کے علم کا تو احاطہ کر سکتا ہے لیکن اکثر اشیاء کے احاطہ سے وہ عاجز ہوتا ہے اور ان سے جاہل ہوتا ہے کیونکہ احاطہ علم پر موقوف ہے اور علم انسانی محدود ہے جبکہ علم ربانی کی کوئی حد نہیں۔ یہی باعث ہے کہ انسان بہت سی اشیاء کو بھول جاتا ہے اور قیامت کے دن بھی بھولے گا لیکن اللہ تعالیٰ ایک چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ظاہر کر دے گا۔

اس کے بارے میں یہ آیت ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ

(پ 28 مجادلہ 6)

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ ان تمام کو دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا کیونکہ اللہ نے انہیں محفوظ کر رکھا ہے جسے وہ بھول گئے ہیں۔

علامہ نبھانی کا قول ہے محصی سے مراد عالم ہے لیکن جب علم کو معلومات کی طرف اس طرح منسوب کریں کہ تمام معلومات کو شامل ہو اور شمار کرے اور ان کا احاطہ کرے اسے احصاء کہا جاتا ہے اور محصی مطلق وہ ذات ہے جس کے علم میں ہر چیز کی حقیقی تعریف اس کی تعداد اور حد واضح ہو۔

اصل میں اس صفت کا تعلق چیزوں کو شمار کرنے سے ہے یعنی کائنات میں جو بھی اشیاء ہیں ان کی گنتی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ وہی جانتا ہے کہ ان کی لمبائی چوڑائی اور کیفیت کیا ہے۔

بندہ کیلئے اس میں یہ درس ہے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور یہ سوچے کہ اس نے آج کتنے افعال بد کئے ہیں جن کا ترک کرنا ضروری ہے۔

بندے کے اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ جیسا کہ اس صفت علم کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے جس قدر ہوسکے کمال پیدا کرے۔ اس اسم سے موصوف ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنے اعمال گنتا رہے۔ قبل اس کے کہ اس کے اعمال کو گنا جائے۔ محاسبہ شروع ہونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ اس محاسبے میں سستی سے کام نہ لے بلکہ کوشش کرے تاکہ اپنے اعمال و احوال کی باریکی اور اپنے ظاہر اور باطن سے آگاہ رہے۔

اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کی صفت سے پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں عقل کی قوت کو زیادہ کر دیتا ہے۔

اَلْمُبْدِئُ

یَامُبْدِئُ (اے اول بار پیدا کرنیوالے)

اعداد: 56 ☆ خاصیت: جلالی

مبدی کا لفظ ابد سے بنا ہے جس کا مطلب نئی چیز کو وجود میں لانا ہے چونکہ ہر چیز کا اس کی خلقت سے پہلے وجود نہ تھا مگر اللہ نے اسے پہلی مرتبہ وجود دیا اس لئے وہ مبدی ہے۔ لوگوں کو ابتداً پیدا کرنے والا اللہ ہے پھر ہر انسان کو وجود عطا کرنے

والا اللہ ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے کا حمل ٹھہرنا پھر وہاں بچے کو خوراک پہنچنا، اس کے بعد بچے کا پیدا ہونا پھر بچے کے اندر قوت اور صلاحیت کا پیدا ہونا سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یعنی انسان کو سالم اور صحیح انسان بنانا اللہ تعالیٰ کی صفت مبدی کا کمال ہے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا اظہار ہوا ہے۔

اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (پ 11 یونس 4)

ترجمہ: بے شک وہ پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر دوبارہ بنائے گا۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (پ 20 نمل 64)

ترجمہ: بھلا کون تخلیق کے سلسلے میں پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ زندہ کرے گا اور کون ہے جو آسمانوں اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (پ 20 عنکبوت 19)

کیا انہوں نے یہ بات نہیں دیکھی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے پھر دوبارہ اس کو پیدا فرمائے گا بے شک اس طرح کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

اَلَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ج (پ 21 سجدہ 7)

ترجمہ: اسی نے ہر چیز کو کیا خوب طریقے سے پیدا کیا ہے اور انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ج (پ 30 بروج 13)

ترجمہ: بلاشبہ وہ پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ مبدی ہے کیونکہ وہ انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے تمام اشیاء کو عدم سے وجود دیا اور پیدا کیا۔ ہر چیز کی ہیئت، صورت اور بناوٹ جدا جدا ہے اور اول بار جس طرح کا کسی کو اللہ نے بنا دیا ہے اس جیسا اسی چیز کو پہلی مرتبہ کوئی نہیں بنا سکتا جبکہ پہلے اس کا وجود نہ ہو اس لحاظ سے اسے مبدی کہا جاتا ہے۔

اسماء الحسنٰی غزالی میں لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے موجد۔ لیکن اگر اس ایجاد سے پہلے ویسی ایجاد نہ گزر چکی ہو تو اس کو ابداء کہتے ہیں اور اگر اس سے پہلے بھی ویسی ایجاد گزر چکی ہو تو اس کو اعادہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی نے لوگوں کو ابتدا سے پیدا کیا ہے اور وہی ان کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور تمام اشیاء کا اسی سے آغاز ہوا اور اسی تک انجام ہوگا۔

ایک اور قول کے مطابق ابداء کے معنی لغت میں نئی شے کو وجود میں لانے کے ہیں اور چونکہ مخلوقات کی خلقت سے قبل اس کا وجود نہ تھا اس لئے خدا کا نام مبدی ہوا اور اسی باعث انسان کو مبدی نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمیشہ اپنی صنعت و حرفت میں معمولی سی ترمیم کے ساتھ اپنے سے اول کی نقل کرتا ہے اور جب کسی شے سابق کو توڑ دینے کے بعد بعینہٖ اسی طرح وجود میں لایا جاتا ہے تو اسے اعادہ یعنی لوٹانا بولتے ہیں جس سے معید بنا ہے یعنی ہر شے کو اس کی حالت اول پر لوٹانے والا۔ اسی اسم سے یہ بات بھی حل ہوگئی کہ قیامت کے روز اسی جسم کو لوٹا جائے گا کوئی نیا جسم نہ ہوگا۔

اس اسم کا ذکر انسان میں یہ خاصیت پیدا کرتا ہے کہ اس کا ذاکر جس کام کا بھی آغاز کرے وہ اللہ کا تصور ذہن میں لاتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اسم توکل کی خوبی پیدا کرنے کیلئے بہت ہی بے نظیر ہے۔

اَلْمُعِیْدُ

یَامُعِیْدُ (اے دوبارہ پیدا کرنے والے)

اعداد: 124 ☆ تاثیر: جمالی

معید وہ ذات ہے جو کسی شے کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ اسے پہلے کی طرح زندہ کرنے پر قادر ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں موت آئے گی اور پھر زندہ کرے گا اس لئے اسے معید کہا جاتا ہے۔ یہ نام قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے مشتق ہے۔

اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (پ 11 یونس 4)

ترجمہ: بے شک وہ پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (پ 11 یونس 34)

ترجمہ: فرمایئے کہ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو مخلوق کی پیدائش کی ابتدا کرے پھر اسے دوبارہ لوٹا دے۔ فرما دیجئے کہ مخلوق کی ابتدائی پیدائش اور اس کا اعادہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے پھر تم کدھر جاتے ہو۔

اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَمَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ (پ 20 نمل 64)

ترجمہ: بھلا کون ہے جو تخلیق کے سلسلے میں پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ زندہ کرے گا کون ہے جو آسمان اور زمین سے تمہیں رزق

دیتا ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ○ (پ 20 عنکبوت 19)

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ بات نہیں دیکھی کہ اللہ کس طرح تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر دوبارہ اس کو پیدا فرمائے گا، بے شک اس طرح کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○ (پ 21 روم 11)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر دوبار بھی وہی زندہ کرے گا پھر لوٹ کر اس کی طرف جانا ہوگا۔

وَھُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ ؕ وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ع

(پ 21 روم 27)

ترجمہ: اور وہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر دوبارہ وہ بھی وہی پیدا کرے گا اور اس طرح کرنا اس پر بالکل آسان ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اس کی شان اعلیٰ ہے وہ ہی عزت والا حکمت والا ہے۔

اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ۚ (پ 30 بروج 13)

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ ؕ کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ ○ (پ 17 انبیاء 104)

ترجمہ: جس دن آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح بوریاں لپیٹی جاتی ہیں جیسے کہ ہم نے پہلے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح ہم بنا دیں گے۔۔ یہ ہم پر وعدہ پورا کرنا ضروری ہے۔ ہم اس کو پورا کرنے والے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ معید اعادت سے بنا ہے بمعنٰی کسی چیز

کو واپس کرنا، عدم سے وجود میں لانا اور طرح طرح کی مصنوعات اور عجیب چیزوں کو اپنے فیض سے باہر لانے والا اور عدم کے بعد دوبارہ زندگی کی طرف لانے والا۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس کی قدرت تمام کو شامل ہے وہ ہستی جو اشیاء کو عدم سے وجود میں لاسکتی ہے مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

غرضیکہ وہ ذات جس نے ہمیں اولاً خاک سے پیدا کیا اور اس طرح شائستہ اور پاک پیدا کیا۔ اگر وہ ہمیں مرنے کے بعد درست اور ٹھیک طور پر پیدا فرما دے تو اس کی قدرت کے آگے ابتداً پیدا کرنے سے عجیب تر نہیں ہے اور معید کو پروردگار تعالیٰ کے انعامات، فوائد، اپنے الطاف و افضال پر جو وہ بندے پر کرتا ہے پھر بندے کی بعض کوتاہیوں و مجبوریوں کی بنا پر عدم و انحطاط کی جانب لے جاتا ہے پھر عفو و کرم و احسان سے بندے کی جانب دوبارہ رجوع فرماتا ہے، پر بھی حمل کیا گیا ہے۔ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو دیتا پھر لے لیتا ہے تاکہ نعمت کی قدر پہچانے اور اس کا شکر ادا کرے۔ اس معنی کے مطابق مبدی کا معنی ہوگا انعامات کو پیدا کرنے والا یعنی بندے کو وجود اور لوازم وجود عطا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ بندے پر اس کے پیدا ہونے سے پہلے اپنی نعمتوں کی بارش برسا رہا ہے۔ لہٰذا بہر تقدیر اور بہر صورت بندے کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتا رہے اور ہر حالت میں اس کی رضا کا متلاشی رہے اور اس زندگی کی نعمت کے شکریئے کے طور پر جو اسے اس جہاں میں نصیب ہوئی ہے آخرت کی زندگی کو سازگار و تابناک بنائے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ خیرات کے ابتداء کرنے اور احسانات کی بنیاد رکھنے میں سعی و کوشش کرے اور جو کچھ اس کی کوتاہی اور بے اعتدالی کی بنا پر اس سے ضائع ہو چکا ہے واپس لانے کی کوشش کرے۔

معید میں چونکہ دوبارہ واپس لوٹانے کا فلسفہ مضمر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے پکارنے سے ہر ایسا کام جس کا تعلق لوٹنے سے ہوگا فوراً ہوگا۔

اَلْمُحْیِیُ

یَامُحْیِیُ (اے زندگی دینے والے)

اعداد: 68 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ محی ہے، وہی ہر شے میں زندگی اور روح پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ کے سوا کسی میں یہ صفت نہیں کہ وہ کسی چیز میں سوائے اللہ کے حکم کے زندگی ڈال دے۔ المحی کا لفظ احیاء سے ہے جس کا مطلب زندگی دینا ہے۔ اس لئے اس کا مطلب زندگی عطا کرنے والا ہوگا۔ زندگی کا عطا کرنا چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے وہ محی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت احیاء کا بیان مندرجہ ذیل آیات میں ہوا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۙ (پ 17 حج 6)

ترجمہ: یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور بے شک وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بلاشبہ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پ 21 روم 50)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی علامتوں کو دیکھو وہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیسے کرتا ہے۔ بے شک وہی ہے جو مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ (پ 23 یٰسین 79)

ترجمہ: فرمادیں کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی ہر چیز کی پیدائش کو جاننے والا ہے۔

فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(پ 25 شوریٰ 9)

ترجمہ: کیا انہوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو دوست بنا لیا ہے پس اللہ ہی ہے جو مردہ چیزوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ط اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ط اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ 24 حمٓ سجدہ 39)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ زمین کو تو اس حال میں دیکھے کہ وہ خشک بے سبزہ ہو تو پھر جب ہم اس پر بارش کا پانی برسا دیتے ہیں تو وہ سرسبز ہو جاتی ہے اور پھولنے لگتی ہے۔ بے شک اسی نے زمین کو زندہ کیا، جو مردے کو زندہ کرتا ہے بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ج وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ج اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ

(پ 25 جاثیہ 24)

ترجمہ: اور انہوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی زندگی ہے جس میں ہم نے مرنا جینا ہے۔ زمانے کے علاوہ ہمیں کوئی چیز ہلاک نہیں کرتی اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ط رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ

(پ 25 دخان 8)

ترجمہ: اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی اور موت دینے والا ہے۔ تمہارا رب ہے اور تم سے پہلے تمہارے آباؤ اجداد کا رب ہے۔

محی بمعنی جسم میں زندگی کو پیدا کرنے والا، ممیت بمعین زندگی کو جسم سے دور کر دینے والا۔ یاد رہے کہ زندہ کرنا اور مارنا دو قسم کا ہے۔ ایک صوری و جسمانی دوسرا دلوں کو ایمان و معرفت سے زندہ کرنے والا اور کفر و ظلمت سے مارنے والا کہ یہ روحانی و معنوی زندگی و موت ہے۔ دونوں طرح کی زندگی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بندے کو چاہئے کہ اس زندگی کی نعمت کے شکرانے میں مشغول رہے۔ اس فانی زندگی کو حیات ابدی حاصل کرنے میں صرف کرے اور کسی بھی سبب کو حیات و موت میں موثر حقیقی نہ جانے۔

اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے دل کو معارف الٰہیہ کے ساتھ زندہ کرے اور نفس کی قوت غضبیہ و شہویہ کے مارنے میں لگا رہے۔ پھر طالبوں و مریدوں کے دلوں کو انوار ہدایت سے زندہ کرنا اور گمراہی کی ظلمتوں سے ان کے نفوس کو مارنا کہ شیخ و مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ تو یہ بھی اسی باب میں سے ہے اور بھوکوں کو غذا دینا جو ابدان کے باقی اور زندہ رہنے کا سبب ہے نیز کافروں کے خلاف جہاد کرنا جو ناپاک لوگوں کو نیست کرنے کے مترادف ہے، بھی ان دو عظیم الشان اسماء کے ساتھ متخلق ہونے میں داخل ہے۔

اَلْمُمِيْتُ

یَامُمِیْتُ (اے مارنے والے)

اعداد: 490 ☆ خاصیت: جلالی

اَلْمُمِيْتُ کا لفظ موت سے ہے جس کا مطلب مارنے والا ہے۔ اس کا عام معنی تو زندگی کو ختم کر دینا ہے لیکن جب اس لفظ کا اطلاق صفات باری پر کیا جاتا ہے تو اس

سے یہ مراد ہوتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ زندگی کا خالق ہے اسی طرح موت کا بھی خالق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور قیامت آ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس موت کو بھی ختم کر دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد ہمیشہ کی زندگی شروع ہو جائے گی اور اس کے بعد کسی کو موت نہ ہوگی۔

موت کی مختلف کیفیات ہیں۔ موت کی پہلی کیفیت عدم کا طاری کرنا ہے یعنی تخلیق سے پہلے کا وقت ہے جبکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے زندگی کو وجود نہ دیا تھا کائنات پر عدم کی حالت تھی گویا موت کا سناٹا تھا جس میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ تھا اس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (پ البقرہ 28)

ترجمہ: تم خدا کے کس طرح منکر ہوتے ہو کیونکہ تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی دی پھر تم پر موت طاری کرے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

موت کی دوسری صورت ہر ذی روح پر وارد ہوتی ہے جس سے انسان پر موت آتی ہے۔ اس کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان پر موت وارد ہوتی ہے اس کے بارے میں حسب ذیل آیات ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهِيْمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ (پ 3 بقرہ 258)

ترجمہ: اے محبوب آپ نے اسے نہیں دیکھا جو اپنے رب کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا یہ کہ اللہ نے اسے بادشاہت دے رکھی تھی جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ (پ11 توبہ 116)

ترجمہ: بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی مملکت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہے۔

وَھُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ ۫ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝ (پ17 حج 66)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہیں حیات دی ہے پھر وہی تمہیں موت دے گا پھر وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا بلاشبہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔

وَھُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَہُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ18 مومنون 80)

ترجمہ: زندگی اور موت دینا اسی کے اختیار میں ہے اور رات دن کی گردش اسی کے قبضے میں ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ

(پ21 روم 40)

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْہِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ع (پ25 جاثیہ 26)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہی تمہیں زندگی عطا کرتا ہے پھر وہی تمہیں مارتا ہے پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جس کے متعلق شک نہیں ہے تم سب کو جمع کرے گا لیکن ان کی اکثریت لاعلم ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ممیت شان قدرت سے تعلق رکھتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کو زندہ کرتا ہے اور پھر مارتا ہے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی اور نہ موت دے سکتا ہے اور نہ زندگی عطا کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ممیت ہے کیونکہ وہی حیات اور موت کا مالک ہے، موت اس کی مخلوق ہے، ملک الموت اسی کے احکام کی تکمیل کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت و حیات پر اسی کا قادرانہ حکم نافذ ہوتا ہے، موت کو اس کے دامن جلال تک پہنچنے کا یارا نہیں۔

اس اسم کی رو سے بندے کے ذمے یہ ہے کہ وہ ہر شے میں مولیٰ کا تابعدار بن جائے اور تمام امور خدا تعالیٰ کے سپرد کرے اور آرام و تکلیف کو اسی کی جانب سے سمجھے اور اسی سے تکلیف کے دفعیہ کی درخواست کرے۔

اَلْحَیُّ

یَاحَیُّ (اے ہمیشہ زندگی والے)

اعداد: 18 ☆ خاصیت: جلالی

حی وہ ذات ہوتی ہے جس میں زندہ رہنے کی قوت بہ نفس نفیس موجود ہو۔ اس لئے حی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ وہ ذات ہمیشہ سے زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گی اور ہر چیز کی زندگی اسی کی عطا سے ہے چونکہ اللہ بذات خود حی ہے اور کائنات کی ہر چیز کو حیات بخشنے والا ہے۔ اللہ کی اس صفت سے ہر شے میں حیات ہے۔

ایک اور قول کے مطابق حی حیات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام الحی اس لئے ہے کہ وہ لوازم حیات، علم و قدرت سمع و بصر اور ارادت و کلام والا ہے۔ وہ حیات

ذاتیہ کا مالک ہے۔ اسی نے ان کمالات کا مظاہرہ عالم ظہور میں دکھلایا ہے۔

حضرت امام بونی کا قول ہے کہ حیات کے معنی سر الٰہی کے ساتھ گویائی کے ہیں۔ وہی ظاہراً اور باطناً حرکت ہے اسی سے لطف حرارت اجرائی اہواء حرارت نفس و معدن سر اور تدریج قدیم سرطور ترابی ملکوت اور حیات جمادات وغیرہ کی ہے۔ حکمت اور قدرت الٰہی ظاہر ہوتی ہے۔ اثبات توحید اور اقرار اللہ کا یہ رازدار ہے۔ حی کے فاعل مدرک کے بھی آتے ہیں۔ بشروط اسم کا ذاکر اگر اپنی سانس جاری رکھے اور کھانا کم کھائے کیونکہ سیر شکمی کے باعث نور حکمت کی گنجائش نہیں ہوتی۔

علامہ یوسف نبھانی کا قول ہے کہ الحی وہ ذات ہے جو فاعل اور بہت علم والی ہو۔ یہاں مل کہ جس میں فعل و علم بالکل نہ ہو وہ مردہ ہے اور علم و ادراک کا کمتر درجہ یہ ہے کہ صاحب علم اپنے آپ کو جانتا ہو اور جو اپنا شعور بھی نہ رکھے وہ جماد ہے، مردہ ہے۔ پس کامل و مطلق زندہ وہ ذات ہے جس کے علم میں تمام معلومات اور جس کے فعل میں تمام موجودات ہوں اور وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت حی کے متعلق ایک عالم دین کا قول ہے کہ حی وہ ذات ہے جو تمام امور انجام دیتی ہے اور ادراک کرتی ہے کیونکہ جس میں نہ کوئی ادراک ہو اور نہ کوئی فعل انجام دیتی ہو، وہ مردہ ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے موت وفنا محال ہے۔

حی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ (پ 3 آل عمران 2)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ قائم ہے۔

یہی بات ایک اور آیت میں یوں بیان ہوئی ہے کہ:

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَـهُ الدِّيْنَ ۗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (پ 24 مومن 65)

ترجمہ: وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اس کے دین کو اخلاص

کے ساتھ اختیار کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو رب العالمین ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زندہ اور جاوید ذات ہے جس کی وجہ سے تمام دنیا کا نظام قائم ہے اور حقیقت میں وہی معبود برحق ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ط وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ○ (پ 19 فرقان 58)

ترجمہ: اور آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے پر بھروسہ کریں اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے آگاہ ہونا کافی ہے۔

یہاں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ بھروسہ صرف اس ذات پر کیا جائے جو زندہ و جاوید ہے۔ زندگی اور موت کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (پ 3 آل عمران 27)

ترجمہ: اے اللہ تو رات سے دن کو ظاہر کرتا ہے اور دن کو رات میں تبدیل کرتا ہے اور زندہ کو مردے سے پیدا کرتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور جسے چاہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

غرضیکہ اَلْحَیُّ وہ ذات ہے جو حیات دائمہ کے ساتھ متصف ہو جسے کبھی کوئی آفت لاحق نہ ہو جسے ازل و ابد کبھی فنا نہ ہو جس کے وجود کے بغیر اس عالم کا وجود

باقی نہ رہتا ہو۔

بندے کا اس میں یہ حصہ ہے کہ درجہ شہادت حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ اور رزق پاتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے کہ اس اسم میں بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اللہ کے سامنے ایسا بن جائے جیسا کہ نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے، جیسے جی چاہے تصرف کرے۔

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ (پ16 طٰہٰ 110)

ترجمہ: اور زندہ قائم رہنے والے کے آگے چہرے جھکے ہوں گے۔

ازل و ابد سے اللہ تعالیٰ شانہ ہی زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آ سکتی نہ ہلاک اور زوال پذیر ہوسکتا ہے۔ حیات ایک صفت ہے جو علم و فعل ارادی کا موجب ہے جس میں کامل مطلق وہ ہوتا ہے کہ تمام مدرکات اس کے ادراک کے نیچے اور تمام موجودات اس کے فعل کے تحت ہوں تاکہ اس کے مدرکات سے کوئی مدرک باہر اور کوئی مفعول اس کے فعل سے خارج نہ رہے۔ وہ خدا تعالیٰ ہے تو وہی حی مطلق ہے۔ اس کے سوا جو حی و زندہ ہے اس کی حیات اور اس کے ادراک فعل کے بقدر ہے۔

حضرت امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حی وہ ہے جو فعل کی اعلیٰ طاقت رکھنے والا اور اعلیٰ درجہ کا صاحب ادراک ہو حتیٰ کہ جس میں بالکل فعل و ادراک نہیں ہے وہ میت (مردہ) ہے اور ادراک کا ادنیٰ درج یہ ہے کہ صاحب ادراک اپنے آپ کو جانتا ہو۔ پس جو شے اپنے آپ کو نہ جانتی ہو وہ جماد اور میت ہے۔ حی کامل و مطلق ہے جس کے ادراک کے تحت میں تمام مدرکات اور اس کے فعل کے تحت میں تمام موجودات درج ہوں یہاں تک کہ کوئی قابل ادراک شے اس کے علم سے اور کوئی مفعول اس کے فعل سے خارج نہ رہے اور یہ ساری باتیں خاص اللہ کیلئے ہیں۔ لہٰذا وہ حی مطلق ہے اور اس کے سوا جو شے حی ہے اس کی حیات اس کے ادراک اور فعل کے موافق

ہے اور ایسی تمام اشیاء قلت میں محصور ہیں۔ واضح ہو کہ احیاء (زندہ چیزیں) متفاوت ہیں۔ پس ان کے مراتب ان کے تفاوت کے موافق ہیں جیسا کہ ملائکہ، انسان اور چوپایوں کے مراتب میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

اس اسم سے متخلق و موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ اور اس کی یاد سے زندہ رہے تا کہ پھر کبھی مر نہ سکے۔ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق ملتا ہے وہ بڑے خوش باش ہیں۔

جو شخص اسے کثرت سے پڑھتا ہے اس کے ہر مردہ کام میں زندگی پڑ جائے گی اور اس کا دل ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کی روح اپنے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ رہے گی۔

اَلْقَیُّوْمُ

یَاقَیُّوْمُ (اے ہمیشہ قائم رہنے والے)

اعداد: 156 ☆ خاصیت: جلالی

قیوم وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات میں خود بخود قائم ہو اور اپنے قیام میں کسی کا محتاج نہ ہو اور دوسرا اس کے بغیر قائم نہ رہ سکتا ہو بلکہ ہر چیز اپنے آپ کو قائم رکھنے کیلئے اس کی محتاج ہو۔ اس لئے اللہ قائم ہے، دائم ہے موجود ہے، لازوال ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ (پ 3 بقرہ 255)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ قائم ہے۔

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ؕ (پ 16 طٰہٰ 111)

ترجمہ: زندہ قائم اللہ کے سامنے سب چہرے جھک جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معبود ہونے کا وصف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کیلئے قائم ہے۔ یعنی جو ذات ہمیشہ کیلئے قائم نہ ہو وہ معبود کیسے بن سکتی ہے۔ اللہ ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لئے معبود ہونے کا حق بھی صرف اس کو پہنچتا ہے۔

شمس المعارف میں ہے کہ اسم قیوم لفظ قیام سے اسم مبالغہ ہے اور قائم و قیوم وہ ذات مستجمع الکمال ہے جس سے تمام موجودات قائم ہیں بغیر وجود قیوم کے کسی چیز کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ ہی قیوم ہے۔ اس لئے کہ اس کا قوام ذاتی ہے اور ہر چیز کا قوام اس کے ہاتھ میں ہے۔

اسم قیوم کی تجلی دنیا و آخرت میں ظاہر ہے۔ اس کا ظاہر ایک دائرہ ہے جو وجود میں ظاہر ہے۔ اسی نے ملکوت آسمان و زمین کے عوالم اپنی قیومیت سے قائم اسی نے عقول اور عالم ملکوتی اطوار کی تدبیر بھی اسی کی قیومیت قائم ہے۔ اسی نے عقول اور عالم ملکوتی فطرت کو قائم کیا اور عہد لیا اور تمام اجسام و ارواح و جنت و دوزخ وغیرہ کو قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ مشہود و شہود جمع کے ساتھ قائم ہے۔ سال دنوں سے دن ساعات سے ساعات درجوں سے درجے دقیقوں سے اور دقیقے ثانیوں سے مرتب و قائم ہیں۔

اللہ قیوم لطائف عوالم میں ذات سے ظاہر ہے اور یہی طریقہ قائم ہے۔ علقہ نطفہ سے قائم ہوا علقہ سے گوشت و ہڈیاں اور عضلے اور عضلے روابط سے اور اغشیہ شباک سے اور شباک عروق سے اور عروق گوشت خون سے قائم ہوا اور خون کی صفت قومیت سے قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت اختراعی یہ ہے کہ غذا جسم سے اور پانی رحمت سے اس کی ذاتی صفت ہے اور ان سب چیزوں سے قائم مجموعہ کا نام انسان ہے یعنی انسان اپنے عوالم سے قائم ہے جس کی وجہ اعمال علم سے قائم ہیں اور طلب علم دراصل طلب ترک سے ہے قائم اور دوائر عالم مع اطوار و احکام و افعال و دوائر مقام صرف راز قیومیت سے قائم ہیں۔ اسم قیوم دار آخرت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس

دنیا میں اس راز کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے کرسی میں ودیعت کیا ہے جس کی وجہ سے وہ آسمان وزمین کو اٹھائے ہوئے ہے۔

ایک اور قول ہے کہ الحی جو ہمیشہ سے موجود اور ہمیشہ سے صفت حیات سے موصوف ہے۔ نہ کبھی عدم اس کے سابق حال ہوا اور نہ کبھی موت اس کی لاحق حال ہوگی۔ دیگر مخلوقات کیلئے ''کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ'' کا فرمان روا ہے۔

سعادت دارین میں القیوم کے بارے میں ہے کہ جوہر اگرچہ خود بخود قائم ہوتا ہے اور کسی ایسے محل سے بے پروا ہوتا ہے جو اسے قائم رکھے بخلاف اغراض و اوصاف کے (کہ وہ اپنے قیام و وجود میں کسی جوہر کے تابع ہوتے ہیں) لیکن ان امور سے مستغنی نہیں ہوتا، جو اس کے وجود کیلئے ضروری ہیں۔ پس وہ امور اس کے وجود کیلئے شرط ہیں، سو جوہر بھی خود بخود قائم نہ ہوا کیونکہ وہ اپنے قیام میں دوسرے کے وجود کا محتاج ہے۔ اگرچہ کسی مکان ومحل کا محتاج نہیں۔ اب اگر وجود میں ایسا موجود ہے جس کی ذات ہی اس کے وجود کیلئے کافی ہے اور اس کا قیام کسی غیر سے نہیں اور اس کے دائمی وجود کیلئے کسی اور کا وجود شرط نہیں تو یہ مطلقاً قائم بنفسہٖ ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ اگر ہر موجود اس کے ساتھ اس طرح قائم ہے کہ اشیاء کا وجود اور دوام وجود اس کے بغیر متصور ہی نہیں، وہ قیوم ہے کیونکہ اس کا قیام اس کی ذات سے ہے اور باقی تمام چیزوں کا قیام اس سے وابستہ ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَھَمَّہُ الْاَمْرُ رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَ اِذَا اجْتَھَدَ فِی الدُّعَآءِ قَالَ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی معاملہ میں مغموم ہوتے تو سرِ انور آسمان کی طرف اٹھاتے اور یہ کلمات کہتے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ'' اور جب دعا میں

زیادہ کوشش فرماتے تو کہتے ''یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی حاجت سے بے چین ہوتے تو یہ دعا مانگتے یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ (اے زندہ اور قائم رکھنے والے میں تیری رحمت کے ساتھ دعا مانگتا ہوں) (ترمذی جلد دوم کتاب الدعوات حدیث 1453)

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار جگر گوشہ رسول سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو پڑھنے کیلئے فرمایا:

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

ترجمہ: اے زندہ رہنے والے، اے قائم رہنے والے میں تیری رحمت کا فریادی ہوں مجھے میرے نفس پر ایک چشم زدن کیلئے بھی مت چھوڑنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا کرتے تھے یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَاحَیُّ حِيْنَ لَاحَیُّ یَامُحْيِيْ یَامُمِيْتُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

ترجمہ: اے زندہ توانا جب کوئی بھی زندہ نہ رہے گا اس وقت بھی تو ہی زندہ ہوگا اے زندگی اور موت دینے والے اور اے جلال و اکرام والے (زرین)

صوفیاء نے اس کے متعلق یہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کی اس صفت سے پکارتا ہے اللہ اس کے نہ ہونے والوں کاموں کو قائم کر دیتا ہے اور اسے اسم اعظم قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تمام اشیاء کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو کسی محل کی محتاج ہیں جیسی اعراض اور اوصاف۔ پس ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بنفسہٖ قائم نہیں ہیں۔

دوم وہ جو کسی محل کی محتاج نہیں ہیں۔ پس کہا جاتا ہے کہ وہ بنفسہ قائم ہیں۔ جیسے جوہر لیکن جوہر گو قائم بنفسہ اور اپنے قیام کے محل سے مستغنی ہے۔ تاہم ایسے امور سے مستغنی نہیں ہے جو اس کے وجود کیلئے لازم ہیں۔ پس وہ قائم بنفسہ نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے قیام میں گو محل کی محتاج نہیں ہیں مگر کسی اور شے کے وجود کی محتاج ہیں۔ پس اگر کوئی ایسا موجود پایا جاتا ہے جس کی ذات بذاتہ مکتفی ہے اور اس کا قیام کسی اور شے کے ساتھ نہیں ہے اور نہ اس کے سوا کسی اور چیز کا وجود اس کے وجود کے دوام کیلئے شرط ہے وہ مطلقاً قائم بنفسہ ہے۔ اگر اس کے ساتھ ہی تمام موجودات اس کے ساتھ قائم ہوں یہاں تک کہ تمام اشیاء کا وجود اور دوام وجود اسی کے ساتھ ہو تو قیوم ہے کیونکہ اس کا اپنا قیام بذاتہ ہے اور ہر شے کا قیام اس کے ساتھ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بندہ کا دخل اس وصف میں اتنا ہوتا ہے جتنا وہ غیر اللہ سے مستغنی ہے۔

قیوم یعنی اپنی ذات سے قائم اور اپنے غیر کو قائم اور زندہ رکھنے والا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اشیاء کا وجود بقا اس کی ذات کے بغیر ممکن و متصور نہیں ہوسکتا اور لوگوں کی بقا اس کی قیومیت سے وابستہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ قیوم قیم کا مبالغہ ہے اور قیم مصلح امور کو کہتے ہیں اور اسے جو لوگوں کے امور کو صلاح و تدبیر کی جانب لاتا ہے اور جو صلاح و درستی کا راستہ بھولنے والا اور بندوں کے مسائل معاش و مفاد کو درست کرنے والا ہے جو شخص جان لیتا ہے کہ اشیاء کو قائم رکھنے اور امور کی اصلاح کرنے والا وہ ہے جو وہ خود تدبیر کرنے کی مشقت سے نجات پاجاتا اور اپنی زندگی کو راحت میں کرلیتا ہے اور اس کے سایہ توکل و تفویض میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔

اس صفت سے بندے کا حصہ اس قدر ہے کہ جتنا وہ غیر خدا سے بے نیاز ہوتا ہے۔

بندے کیلئے اس صفت سے یہ بھی حصہ ہے کہ وہ لوگوں کی مدد کرتا اور ان کے امور کی اصلاح کرتا ہے۔

اَلْوَاجِدُ

یَا وَاجِدُ (ہر چیز کو اپنے ہاں پانے والے)

اعداد: 14 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ واجد ہے اور واجد وہ ہوتا ہے جس کے حضور میں ہر شے ہر وقت حاضر رہے اور کوئی بھی شے کسی وقت اس کے سامنے سے غائب نہ ہو یعنی واجد وہ ذات ہے کہ وہ جس کام کا ارادہ کرے تو اسے اپنے سامنے موجود پائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ ایک بے پرواقسم کا غنی ہے جس کے پاس سب کچھ ہے اور اسے کسی چیز کو پانے کیلئے کسی کو کہنا نہیں پڑتا۔

امام بونی کا قول ہے کہ واجد وہ ذات کامل ہے جس سے ایسی بات فوت نہ ہو جو اس کیلئے صفات الٰہیہ میں سے ضروری ہو۔ واحد، واجد مطلق اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی معبود اور موجود نہیں ہے۔

سعادت دارین میں ہے کہ واجد وہ ذات جس کے پاس ہر لازمی چیز موجود ہو اور اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات کمال لازمی ہیں وہ ذات باری تعالیٰ میں موجود ہیں، اس اعتبار سے وہ واجد ہے۔ وہی واجد مطلق ہے۔ اس کے سوا دوسرے اگرچہ کچھ صفات کمال اور ان کے اسباب رکھتے ہیں لیکن دیگر سے محروم ہیں۔

صفت واجد کا مطلب قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے لیا گیا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○ (پ5 نساء 64)

ترجمہ: پھر جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور آپ کے پاس آئیں اللہ

سے مغفرت چاہیں اور رسول ان کیلئے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ کو تواب اور رحیم پائیں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًۭ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (پ 18 نور 39)

ترجمہ: اور کفر کرنے والوں کے عملوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی خشک ویرانے میں سراب ہو اور پیاس والا اسے پانی سمجھ لے حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس آئیں تو وہاں کچھ بھی نہ پائے مگر اللہ کے ہاں موجود پائے تو اس نے اس کا حساب پورا کردیا ہے اور اللہ بہت جلد حساب لیتا ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ (پ 30 والضحیٰ 8)

ترجمہ: اور آپ کو ضرورت مند پا کر غنی کردیا۔

پس اللہ تعالیٰ اس لئے واجد ہے کہ موجود حقیقی اور ہستی مطلق اسی کو حاصل و زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لئے واجد ہے کہ جملہ موجودات پر اسے احاطہ حاصل ہے۔

انسان کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنی ذات میں وجدان و حضور کی کیفیت پیدا کرنے کی سعی کرے یعنی کوئی کام مرضی مولیٰ کے بغیر نہ تو کرے اور نہ اسے اس کی منشاء کے بغیر ترک کرے تاکہ اپنی مراد اور مقصود کا واجد ہو اور بفضل اللہ تعالیٰ ماسوا اللہ سے مستغنی ہو جائے۔

واجد وہ ہے جس کیلئے کوئی شے نایاب ہو اور وہ فاقد (تنگدست) کا مقابل ہے۔ اغلب یہ ہے کہ جس کو وہ شے ہاتھ نہ آئی ہو جو اس کے وجود کیلئے ضروری نہیں اس کو فاقد نہیں کہا جاتا اور جس کو وہ شے حاصل ہوسکتی ہے جو اس کی ذات سے اور اس کی ذات کے کمال سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اس کو واجد (غنی) نہیں کہتے بلکہ واجد وہ ہے جس کیلئے کوئی بھی ضروری شے نایاب نہ ہو اور جو امر صفات الٰہیہ اور ان

کے کمال کیلئے لازمی ہے وہ اللہ تعالیٰ کیلئے موجود ہے۔ پس وہ اس لحاظ سے واجد ہے اور واجد مطلق ہے اور اس کے سوا دوسری موجودات اگر صفات کمال اور ان کے اسباب میں سے کسی شے کے لحاظ سے واجد ہیں تو بہت سی اشیاء کے لحاظ سے فاقد ہیں۔ اس لئے وہ صرف اضافی طور پر واجد کہلا سکتی ہیں۔

شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ واجد موجود سے بنا ہے وجود بمعنی ہستی اور مطلوب کو پانا۔ وجد اور وجدہ بمعنی دولت مند ہونا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ واجد الوجود ہے۔ کوئی مراد اور کوئی مقصود اس سے گم نہیں ہوسکتا اور کوئی چیز بھی اس کے وجود کے بغیر موجود نہیں ہوسکتی۔ وہ غنی علی الاطلاق ہے کہ کسی چیز اور کسی شخص کی جانب محتاج نہیں اور نہ وہ کسی کا نیاز مند ہے۔ اس کا غیر جو بھی ہے وہ ایک لحاظ سے شے کو پانے والا اور دوسرے لحاظ سے شے کو گم کرنے والا ہے۔ بعض چیزوں سے بے نیاز ہے اور بعض کا محتاج ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وجد بمعنی علم بھی آیا ہے۔ تمام چیزیں جس صفت اور جس کیفیت میں بھی ہیں اس کے علم میں ثابت اور موجود ہیں۔ پھر واجد غنی اور علیم میں یہ فرق بیان کیا جاسکتا ہے کہ غنی میں دو چیزیں ہیں ایک تو جس چیز کو وہ چاہئے وہ اسے حاصل ہو اور غیر کی جانب محتاج نہ ہو۔ پہلے اعتبار سے واجد ہے دوسرے اعتبار سے غنی۔ اسی طرح علم میں انکشاف وحصول ہے۔ پہلی حیثیت سے علیم ہے دوسری حیثیت سے واجد ہے۔ واللہ اعلم۔

بندے کو چاہئے کہ حق کی مراد کے تابع رہے اور اسی کا اپنے آپ کو محتاج جانے اور اس کے علم سے آگاہ رہے۔ اس صفت سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ ضروری کمالات کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ اپنی مراد کو پالے اور اپنا مقصود حاصل کرے اور ماسوائے حق سے خدا سے خدا کے فضل کے ساتھ بے نیاز ہوجائے۔

جو شخص اس نام کو بہت پڑھے اس کا دل غنی ہوجائے گا اور جو چیز اللہ سے مانگے ضرور ملے گی۔ اہل طریقت کو اس اسم کے ذکر سے معرفت نفس حاصل ہوتی ہے۔

اَلْمَاجِدُ

یَامَاجِدُ (بزرگی اور عزت والے)

اعداد: 48 ☆ تاثیر: جمالی

ماجد کا مطلب انتہائی عزت و شرف والا ہے۔ سب سے زیادہ بزرگی اور عزت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تمام انسانوں کی عزت اور بزرگی اس کی ذات سے وابستگی کی بنا پر ہے۔

ماجد مجد سے مشتق ہے جس کے معنی انتہائی عزت و شرف کے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا نام اس باعث ہے کہ وہ تمام موجودات میں سب سے بلند قدر ہے اور سب سے زیادہ شرف کا مالک ہے بلکہ تمام موجودات کا شرف اسی کی ذات سے وابستہ ہے اور یہ اسم دراصل مجید کے معنی میں ہے لیکن مجید کے معنی میں اس سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ مجد لفظ کا ذکر ترمذی کی ایک طویل حدیث میں ہوا لیکن یہاں صرف متعلق اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِہٖ وَسُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِیْ التَّسْبِیْحِ اِلَّا لَہٗ سُبْحَانَ ذِی الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ ذِی الْمَجْدِوَ الْکَرَمِ سُبْحَانَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جو مہربانی فرماتا ہے اپنے عزوجلال کے ساتھ اور فرمایا یہی پاک ہے وہ ذات جس نے لباس بزرگی کا پہنا اور اسی کے ساتھ کریم ہوا۔ پاک ہے وہ ذات کہ تسبیح نہیں لائق مگر اسی کیلئے۔ پاک ہے وہ ذات جو

فضل اور نعمتوں والی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو بزرگی اور کرم والی ہے۔ پاک ہے وہ ذات صاحب جلال اور صاحب کرم ہے۔(ترمذی جلد دوم کتاب دعوات حدیث 1345)

بندے کا اس میں یہ حصہ ہے کہ مخلوق سے ارادہ اٹھا کر حقائق سے رابطہ قائم کرے۔ اس طرح بلند ہمتی اور اچھے حال سے وہ بزرگ ہوگا۔

ماجد بمعنی مجید ہے۔ جس طرح عالم بمعنی علیم ہے لیکن مجید میں مبالغہ و تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بالغ و کامل ہیں لیکن کبھی الفاظ میں مبالغے اور تاکید سے خبر دی جاتی ہے اور کبھی اصل معنی پر اکتفا کر دیتے ہیں جو کہ اصل ذات میں ہوتا ہے کسی اور لفظ کے دلالت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس نام سے پکارتا ہے اللہ اسے ہمیشہ کیلئے باعزت کر دیتا ہے۔

اَلْوَاحِدُ

یَاوَاحِدُ (اپنی ذات میں اکیلا) اعداد: 19 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ واحد ہے اور واحد وہ ہوتا ہے جس کا کوئی شریک نہ ہو۔ اس جیسا کوئی نہ ہو صرف وہی اپنی ذات کے اعتبار سے اکیلا ہو۔ اس کی صفات بے مثل ہوں یعنی واحد وہ ذات ہے جو کسی بھی معاملہ میں کسی دوسرے کی محتاج نہ ہو البتہ ہر کوئی اس کا محتاج ہو اور وہ اپنی مخلوق کی ہر حاجت کو پورا کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے واحد ہے اور ہر کوئی اس کے کرم کا محتاج ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ واحد وہ ہے جو نہ تقسیم ہو، نہ دو ہو سکے۔ تقسیم نہ ہونے والی چیز کی مثال جیسے جوہر واحد (جزو لاتیجزے) اور جو تقسیم نہ ہو اس کو واحد کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی جزو نہیں۔ اسی طرح

نقطہ کا کوئی جزو نہیں اور اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی ذات کا انقسام محال ہے اور جو چیز دو نہ ہو سکے یہ وہ ہے جس کی نظیر نہیں ہے۔ مثلاً سورج کیونکہ وہ اگرچہ جسم کی قبیل سے ہونے کے باعث وہماً منقسم ہو سکتا ہے لیکن اس کی نظیر نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ اس کی نظیر ہو پس اگر کوئی ایسا موجود پایا جائے جو اپنے وجود کی خصوصیت میں اس طرح منفرد ہو کہ کسی اور کا اس میں شریک ہونا متصور ہی نہ ہو سکے وہ ازلاً وابداً واحد مطلق ہے۔

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ع

(پ 2 بقرہ 163)

ترجمہ: اور تمہارا معبود وہی معبود واحد ہے، نہیں ہے کوئی دوسرا معبود مگر وہی رحمان ہے رحیم ہے۔

اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ (پ 6 نساء 171)

ترجمہ: بے شک اللہ معبود واحد ہے وہ پاک ہے اس کیلئے کوئی اولاد نہیں۔

وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط (پ 6 مائدہ 73)

ترجمہ: اور کوئی معبود نہیں مگر ایک معبود ہے۔

قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ

(پ 7 انعام 19)

ترجمہ: فرما دیجئے کہ بے شک وہ معبود واحد ہے اور بے شک میں اس سے بری الذمہ ہوں جو تم شرک کرتے ہو۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰھًا وَّاحِدًا ج لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (پ 10 توبہ 31)

ترجمہ: اور انہیں صرف ایک معبود کی عبادت کا حکم تھا اس کے سوا اور کوئی

معبود نہیں وہ ان کے بنائے ہوئے شریکوں سے پاک ہے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (پ 14 نحل 22)

ترجمہ: تمہارا معبود واحد ہے ان لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں انکار ہے اور وہ متکبر ہو گئے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ (پ 14 نحل 51)

ترجمہ: اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو معبود نہ بنا لو بے شک وہ تو واحد معبود ہے لہٰذا اسی سے ڈرتے رہو۔

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ (پ 16 کہف 110)

ترجمہ: بے شک تمہارا معبود واحد معبود ہے۔

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (پ 17 انبیاء 108)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ میری طرف وحی آتی ہے کہ بے شک تمہارا معبود واحد معبود ہے تو کیا تم اس کو تسلیم کرتے ہو۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ (پ 17 حج 34)

ترجمہ: پس تمہارا معبود واحد معبود ہے اسی کیلئے سر خم تسلیم ہو جاؤ اور تواضع کرنے والوں کیلئے خوشخبری ہے۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ (پ 23 صافات 4)

ترجمہ: بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ

وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (پ 21 عنکبوت 46)

ترجمہ: اور یہ کہو کہ جو ہم پر اترا اور جو تم پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسے تسلیم کئے ہوئے ہیں۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ط

(پ 12 یوسف 39)

ترجمہ: اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق معبود اچھے ہیں یا ایک خدا بہتر ہے جو واحد ہے قہار ہے۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (پ 13 رعد 16)

ترجمہ: فرما دیجئے اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ واحد ہے زبردست ہے۔

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (پ 13 ابراہیم 48)

ترجمہ: جس دن یہ زمین دوسری زمین سے اور آسمان بدل دیئے جائیں گے اور ایک اللہ کے سامنے آ جائیں گے جو قہار ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ق وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ج

(پ 23 ص 65)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ بے شک میں تو ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں جو واحد ہے زبردست ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ لا سُبْحٰنَهٗ ط هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (پ 23 زمر 4)

ترجمہ: اگر اللہ چاہتا کہ وہ اپنے لئے کسی کو بیٹا بنائے تو وہ مخلوق ہی میں سے جسے چاہتا چن لیتا وہ پاک ہے وہ اللہ واحد ہے قہار ہے۔

واحد بمعنی ایک وحدت [illegible] تعالیٰ [illegible] ذات میں ایک ہے اور

اپنی صفات کمال میں بھی یگانہ ہے۔ یاد رہے یہ وہ ایک نہیں جو کہ عدد کی ابتداء ہوتی ہے کیونکہ عدد محدود ہوتا ہے اور ایک انتہا پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ سبحانہ ایسا واحد ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور ضدوں کو جمع کرنے والا بھی وہی ہے۔ عرف میں واحد کے دو معنی آتے ہیں ایک وہ ذات جو جز جز اور بعض بعض نہ ہو سکے جیسے جو ہر فرد دوسرا معنی ہے وہ ذات جو بے مثل اور بے مثال ہو جس طرح آفتاب جس کی نظیر نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ اس کی نظیر پیدا ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ ایسا منفرد اور موجود ہے جس کے وجود کی تقسیم نہیں ہو سکتی اور اس کے وجود کی نظیر ممکن نہیں ازلاً وابداً واحد مطلق وہی ہے بندہ کبھی واحد ہوتا ہے جبکہ انسانوں میں کوئی شخص اس کی خصلتوں میں سے کسی خصلت میں اس جیسا نہ ہو کسی وقت بھی اس کی مثل اور کوئی نہ ہو باوجودیکہ دوسری خصلت میں اس جیسا کوئی دوسرا موجود ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی واحد علی الاطلاق نہیں ہے اور جو شخص یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کمال میں واحد ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں تو چاہئے کہ اس کی جانب متوجہ رہے اور کسی بھی غیر کو اس کا شریک نہ بنائے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ ممکنات کے اندر فضل و کمال میں متوحد اور یگانہ بنے۔ یہ بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں بھی یکتا رہے جس طرح کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ الوہیت میں ایک ہے۔ بندے کو چاہئے کہ یکجہت و یک روح اور یک دل ہو کر ذات واحد کی جانب متوجہ رہے تاکہ وحدت کے فیض سے مشرف اور توحید کی گہرائی میں ڈوب جائے اور اس کی حالت یہ ہو جائے کہ ایک ہی زبان سے کہے۔ ایک ہی جانے ایک ہی دیکھے اور ایک کو ہی تلاش کرے جو کچھ دیکھے اس کی طرف سے دیکھے اور اسی کی طرف سے جانے۔

از بہر آں یکے دو جہاں وادہ ام بباد
عیبم مکن کہ حاصل ہر دو جہاں یکے ست

ترجمہ: میں نے اس ایک ذات کیلئے دونوں جہان کو قربان کردیا مجھے عیب نہ لگا کہ دونوں جہان کا حاصل اور خلاصہ وہی ایک ذات ہے۔

منقول ہے کہ حضرت شبلی قدس سرہ اللہ العزیز ایک رنگریز کی دکان کے پاس سے گزرے جو کہ یہ آواز لگا رہا تھا لوگو! میرے پاس ایک ہی رنگ باقی رہ گیا ہے۔
حضرت شبلی یہ سن کر وجد میں آگئے اور فریاد کرنے لگے کہ ایک کے سوا اور کیا باقی ہوسکتا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو جامع ترمذی دعوات بیہقی اور شرح السنۃ میں آئی ہے اس میں اسم الاحد نہیں آیا لیکن جامع الاصول میں الواحد الاحد دونوں اسم آئے ہیں۔ ان دونوں میں یہ فرق کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے احد اور صفات کے اعتبار سے واحد ہے۔ بعض اس کا الٹ بیان کرتے ہیں اور کبھی یوں بھی کہتے ہیں کہ واحد بمعنی ایسی ذات جس کی جزیں جزیں نہ ہوسکتی ہوں اور احد ایسی ذات جس کی نظیر ممکن نہ ہو۔ (شرح مشکوٰۃ)

اَلاَحَدُ

یَا اَحَدُ (اے یکتا و یگانہ) ☆ اعداد: 13- خاصیت: جلالی

اللہ تعالیٰ احد ہے جس کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ یکتا اور یگانہ ہے۔ یہ صرف اس کی ذات ہی ہے جو احد ہے۔ اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ اس لئے احد کا لفظ کسی اور کیلئے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ احد ہے اس کے مثل کوئی اور نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اس کا واضح طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ یعنی آپ فرما دیں کہ اللہ ایک ہے اور اسلام کے عقیدہ توحید میں بھی اس بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو احد تسلیم کیا جائے کیونکہ وہ معبود برحق ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہی

اصل میں ایک معبود ہے جس کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق اور مالک ہے۔ تخلیق کے اس کام میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ لہٰذا وہ تخلیق کرنے میں بھی احد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس سے پہلے کوئی خدا نہ تھا اور نہ ہی اس کے بعد کوئی خدا ہوگا۔ وہی صرف ہمارا اکیلا خدا ہے۔ اس کی ذات ہر لحاظ سے یکتا اور ایک جیسی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کو احد تصور کرنا مسلمانوں کے عقیدہ ایمان کا لازمی جزو ہے۔

اہل تصوف کے نزدیک احدیت کا مقام انتہائی بلند ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس شان احدیت کا مشاہدہ اہل باطن ہی کرتے ہیں اور احدیت کی تعلیم پر بہت زور دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز میں دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ احد احد تو جب شار الیہ اور ہے تو اس کیلئے بوقت اشارہ ایک انگلی ہی سے اشارہ کیا جائے لہٰذا اہل توحید کیلئے لازم ہے کہ احدیت کی تسلیم سے مکمل کریں اور دل میں احدیت کے مسئلے پر اپنے دل میں نیت افعال و اعمال میں اخلاص اور صدق پیدا کیا جائے اور ان کی مواضبت حفاظت بندہ کو اسم احد کے انوار سے فیض یاب کرسکتی ہے۔

شیخ محقق عبدالحق نے فرمایا ہے کہ فضل وکمال میں یگانہ روزگار ہو کر رہے جس طرح اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک الوہیت میں یکتا ہے اسی طرح یہ فرائض عبودیت ادا کرنے کیلئے بھی یکتا ہونا چاہیئے۔

اہل لغت نے اگرچہ احد اور واحد میں تھوڑا سا امتیاز کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ احد وہ ہے کہ جس کی ذات میں کوئی شریک نہ ہو اور واحد وہ ہے جس کی صفات میں کوئی اس کے سوا کوئی اور نہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ صفات کیلئے واحد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے مگر بعض علماء نے یوں بھی کہا ہے کہ واحد وہ ذات ہے کہ جسے دو نہیں کیا جاسکتا اور احد وہ ذات ہے جس جیسا کوئی اور نہیں بن سکتا۔ یعنی کوئی دوسری ذات

اس میں شریک نہیں ہوسکتی۔ اس انفرادیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ احد ہے۔ اس اسم کو کثرت سے پڑھنا اللہ سے دوستی قائم ہونے کا ذریعہ بنتا ہے۔

اَلصَّمَدُ

یَاصَمَدُ (اے بے نیازی والے)

اعداد: 134 ☆ تاثیر: جمالی

صمد کا مطلب ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر چیز اسی کی عطا سے وابستہ ہے، اسے بذات خود کسی چیز کی ضرورت نہیں، اس لحاظ سے وہ بے نیاز ہے۔ ساری دنیا کو اس کی احتیاج ہے، وہ سیادت کا مرکز ہے، اس سے بڑھ کر کسی کو شرف بالا حاصل نہیں۔ اس لفظ کا مطلب بہت ہی وسعت والا ہے۔ صمد ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے بالا کوئی چیز نہ ہو۔

ایک قول کے مطابق صمد وہ ہے جس کی طرف حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے اور ضروریات کیلئے جس کی درگاہ کا قصد کیا جاتا ہے کیونکہ پیشوائی کے مراتب اس پر ختم ہو جاتے ہیں۔

اسی کا ایک اور مطلب یوں بھی بیان ہوا ہے کہ صمد یعنی ایسا سید و سردار جس کے تمام مطالب و آرزوئیں اس کی اس درگاہ کی جانب رخ رکھتی ہوں۔ صمد بمعنی قصد بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام نقائص اور آفات سے منزہ اور تمام کمالات کا جامع ہے۔ اس اعتبار سے صمد بمعنی مصمد ہوگا اور وہ چیز جس کا اندر خالی نہیں ہوتا یہ لفظ مصمد میں ایک لغت ہے۔ اس اسم کی روشنی میں بندے کو چاہیئے کہ ہمیشہ اسی کی درگاہ کی جانب دوڑنے کا قصد کرے۔ اپنے تمام مقاصد و حاجات اسی سے حاصل کرے اور اسے

تمام نقائص اور آفات سے منزہ جانے۔ اسی سے مدد اور اپنا کمال چاہئے اور اپنا چہرہ اس سے ہٹا کر دوسری طرف نہ کرے۔

صمد کے بارے میں یوں بھی کہا گیا ہے کہ صمد وہ ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور مرغوبات میں قصد کیا جائے اور جس ذات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دینی و دنیاوی مشکلات کے حل کا مرکز بنائے اور اس کے ہاتھ و زبان سے مخلوق کی حاجت براری فرمائے۔ یقیناً اس کو اس وصف کا فیضان نصیب ہوا لیکن مطلق وہی ہے جس کی طرف تمام حاجات میں رجوع کرے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ صمد وہ ہے جس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صمد وہ ہے جو سب سے بے نیاز ہے مگر سب اسی کے محتاج ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ صمد سے مراد وہ سردار ہے جس کی سیادت کامل ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ صمد وہ ہے جس کی طرف لوگ مصیبت کے وقت رجوع کریں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ صمد وہ ہے جو اپنی تمام صفات اور اعمال میں کامل ہو۔

حضرت علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الصمد وہ سید ہے جو سیادت میں کامل ہو۔ وہ مالک شرف جو شرف میں کامل ہو وہ عظیم جو عظمت میں کامل ہو، وہ حلیم جو حلم میں کامل ہو، وہ علیم جو علم میں کامل ہو، وحکیم جو حکمت میں کامل ہو۔ یہاں تک کہ وہ جملہ انواع شرف و سیادت میں کامل ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی صمد ہونے کی شان نہیں رکھتا۔ اس کا کوئی کفو نہیں۔ اس کی کوئی مثل نہیں واحد القہار وہی ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ الصمد وہ حی القیوم ہے جسے زوال نہیں۔

غرضیکہ الصمد وہ ہے جو پیدا شدہ نہ ہو جس سے کوئی پیدا نہ ہو کیونکہ ہر ایک پیدا کیلئے موت ہے۔ ہر ایک مرنے والے کیلئے ورثہ ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے نہ موت ہے نہ وارث، کوئی اس کا کفو نہیں ہے، کوئی اس کا مشابہ نہیں، کوئی اس کے برابر کا نہیں اور کوئی اس کی مثال نہیں۔

اللہ تعالیٰ جس شخص کو دینی و نیوی مہمات میں اپنے بندوں کا مرجع بنا دیتا ہے اور اس کی زبان اور ہاتھوں سے اپنے بندوں کی حاجتیں پوری کراتا ہے تو اس کو اس اسم کے معنی سے اس نے حصہ بخشا ہے لیکن صمد مطلق وہ ہے کہ تمام حوائج میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور وہ خاص اللہ تعالیٰ ہے۔

اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ محتاج لوگوں کی کارسازی اور طالب کی حاجات کے پورا کرنے میں کوشش کرے۔ بری عادتوں اور لذات وشہوات کی جانب جھکنے سے نفرت کرے تاکہ تمام حاجات بندگان خدا کا مصد و مرجع بن جائے اور تمام آفات و نقائص سے محفوظ و مامون ہو جائے اور احکام دین کی رعایت کرنے میں پختہ۔ وسخت ہو جائے نیز علم و یقین کے راستے میں متمکن و مستقیم بن جائے۔

المختصر صمد اللہ کی وہ صفت اور شان ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر لطف و کرم کی بارش کرتا ہے اور ان کی زبان میں صداقت پیدا کرتا ہے اور ان کی ذات کو دوسروں کیلئے اظہار محبت کا مرکز بنا دیتا ہے۔

اَلْقَادِرُ

یاقادِرُ (اے زبردست قدرت والے)

اعداد: 305 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ تعالیٰ اپنے ارادے میں ہر لحاظ سے بااختیار ہے جو چاہے کرلے۔ اس کا حکم بغیر کسی واسطے کے نافذ ہوتا ہے جو چیز موجود نہ ہو اسے وجود میں لانے پر پوری طرح اختیار رکھتا ہے اور جو چیز موجود ہو اسے یکدم ختم کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ کلام الٰہی میں اس صفت کے اظہار کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

(پ 7 انعام 37)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے جو نشانی چاہے اتارے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ معجزہ دکھانے پر پوری طرح قادر ہے۔

ایک اور مقام پر تخلیق پر قادر ہونے کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ○ (پ 15 اسرائیل 99)

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان جیسا پیدا کردے اور اس نے

ان کیلئے عرصہ کی حد مقرر کردی ہے جس میں شک نہیں ہے پس ظالموں نے ناشکری کے طور پر اس کا انکار کردیا۔

یہی بات ایک اور مقام پر یوں بیان کی گئی ہے کہ:

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ (پ 23 یٰسین 81)

کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ ان جیسے اور پیدا کردے۔ ہاں وہی خالق ہے اور علم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ زندگی اور موت پر قادر ہے اس کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْىِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پ 26 احقاف 33)

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور ان کی تخلیق میں اسے ذرا بھی تھکن نہ ہوئی وہ قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کردے بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک اور مقام پر بیان ہوا ہے کہ:

اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْىِۦَ الْمَوْتٰى ۝ؔ (پ 29 قیامۃ 40)

ترجمہ: کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کردے۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ (پ 30 طارق 8)

ترجمہ: بے شک وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے، جملہ ممکنات کی اسی کی قدرت کا جلوہ ہے۔ جملہ تغیرات ارضی وسماوی روحی و مادی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے سب کی طاقتیں ہیچ ہیں اور اس کی قدرت کے

سامنے سب کے دعوے ہیچ ہیں۔

اس کی طاقت کے اظہار کا کوئی اندازہ نہیں۔ اللہ قادر ہے کہ اس نے ہر چیز کو اپنی قدرت کے اندازے سے پیدا کیا ہے۔ اللہ قادر ہے کہ اس کی قدرت کا جلوہ ہر چیز سے عیاں ہے۔ اللہ قادر ہے کہ تیز دھوپ میں ٹھنڈی ہوا چلا دیتا ہے۔ اللہ قادر ہے کہ جسے چاہتا ہے زندگی عطا کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے موت کی وادی میں اتار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے، زمین و آسمان اس کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس کی قدرت اتنی وسعت والی ہے کہ کوئی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ یہ اسم جلالی ہے اس کے اعداد 305 ہیں۔ اس اسم کو کثرت سے پڑھنے والا اپنے نفس پر قادر ہو جاتا ہے یعنی اس کا نفس پوری طرح اس کے قبضہ میں آ جاتا ہے اور اس طرح اپنی خواہشات نفس پر قابو پانے کے بعد قادر مطلق کی اطاعت میں آ جاتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قادر وہ ہے جو اگر چاہے کرے، اگر چاہے نہ کرے اور اس کیلئے یہ شرط نہیں کہ ضرور کرنا ہی چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی وقت قیامت برپا کرنے پر قادر ہے۔ اگر وہ چاہے ابھی برپا کر دے۔ اگر برپا نہیں کرتا تو اس لئے کہ وہ برپا کرنا نہیں چاہتا کیونکہ پہلے ہی اس کے علم میں اس کی میعاد اور وقت مقدر ہو چکے ہیں۔ پس اس سے قدرت میں کوئی نقص نہیں آتا اور قادر مطلق وہ ہے جو ہر موجود کو از سر نو بناتا ہے اور اس میں کسی دوسرے کی امداد سے مستغنی ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

بندہ کو بھی کچھ نہ کچھ قدرت ہے لیکن وہ ناقص ہے کیونکہ وہ صرف بعض ممکنات کو حاوی ہوتی ہے اور کسی چیز کو پیدا کرنے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے بلکہ بندہ کے مقدور میں جو امور ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے پیدا کرتا ہے جبکہ اس کے مقدور کے تمام اسباب وجود مہیا ہو جاتے ہیں۔

شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ قادر حقیقی وہ ذات ہے جو ہر موجود کا اختراع کر سکتی

ہے اور اس اختراع اور بنانے میں وہ یگانہ اور بے نیاز ہو۔ اسے کسی کی مدد لینے کی محتاج نہ ہو۔ ایسی ذات صرف خداوند تعالیٰ جل جلالہ ہے۔ بندے میں اگرچہ قدرت ہے مگر خدا کے عطا کرنے سے ہے وہ بھی بعض چیزوں میں بعض حالات میں ناقص قدرت کے تحت پھر بندہ جن چیزوں کو بناتا ہے وہ خدا کی قدرت کے تابع ہیں۔ لہٰذا بندہ اس لائق ہے کہ اسے قادر نہ کہا جائے گا بصورت مجاز اور کسی خاص چیز کیلئے ثابت ہوا کہ قادر علی الاطلاق صرف وہی ہے جو شخص پہچان لیتا ہے کہ بطریق کمال قادر علی الاطلاق وہی ذات ہے جس کو چاہے کرسکتا ہے چاہے تو نیست کو ہست کر دے۔ چاہے تو ہست کو نیست، تو بندے کو چاہئے کہ ہمیشہ اس کے قہر سے ڈرتا رہے اور اس کے لطف کا امیدوار رہے۔ اس کے حکم و ارادے کے تحت اپنے آپ کو رکھے جب یہ بھی بندے کو معلوم ہو جائے کہ مولائے قدوس انتقام لینے پر قادر ہے تو وہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والے سے انتقام نہ لے اور اسے رنج نہ پہنچائے۔ اس اعتقاد کے تحت کہ خدا کی قدرت اور اس کا انتقام نفس کیلئے میرے انتقام لینے سے زیادہ سخت اور زیادہ کامل ہے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ بندہ نفس کو شریعت کی مخالفتوں سے روک کر رکھے۔ شیطان کی گمراہیوں سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور اپنی طبعیت اور خواہش کو شہوتوں اور لذتوں کی جانب میلان کرنے سے روکے۔

اَلْمُقْتَدِرُ

یَا مُقْتَدِرُ (اے اقتدار والے) اعداد: 744 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ مقتدر ہے یعنی کائنات میں سب سے زیادہ اقتدار اور طاقت والا اللہ ہی ہے۔ تمام چیزیں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کوئی بندہ اور کوئی مخلوق اس کے حکم اور توفیق کے بغیر کسی کام پر اختیار اور کوئی قدرت نہیں رکھتی کیونکہ ہر چیز پر اللہ کی

طاقت مسلط ہے۔ اس لحاظ سے تمام موجودات کا انتظام اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جو وہ کرنا چاہتا ہے کرلیتا ہے۔ مقتدر قدر سے بنا ہے معنی کے لحاظ سے اس کا مطلب قدرت رکھنے والا ہے۔

البتہ اَلْمُقْتَدِرُ میں بمقابلہ اسم قادر مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو قدرت تامہ و کاملہ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ میں ہرلحاظ سے بااختیار ہے جو چاہے کرے اس کا حکم بغیر کسی واسطے کے نافذ ہوتا ہے۔ عدم سے وجود میں لانے اور وجود کو ختم کرنے میں اسی کو قدرت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنی قدرت کے انداز ے سے پیدا کیا۔ کوئی انسان اور کوئی مخلوق اس کے حکم اور توفیق کے بغیر کسی کام کا اختیار نہیں رکھتی کیونکہ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی قدرت مسلط ہے۔ تمام موجودات کا نظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا (پ 15 کہف 45)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ (پ 25 زخرف 42)

ترجمہ: ہم آپ کو ان کا وہ انجام دکھا دیں گے جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے پس ہم ان پر مقتدر ہیں۔

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ (پ 27 قمر 42)

ترجمہ: انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں پکڑ لیا جس طرح غلبے والا صاحب اقتدار پکڑتا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ع (پ 27 قمر 54-55)

ترجمہ: بے شک اہل تقویٰ باغوں اور نہروں میں ہوں گے سچائی کے اعلیٰ مقام جو ذی وقار بادشاہ کے پاس ہیں کے قریب ہوں گے۔

اس اسم کے ذاکر کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کا مشاہدہ کرواتا ہے اور ایسے کاموں میں جب اللہ سے مدد مانگتا ہے کہ جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے تو اس کی فوراً مدد ہوتی ہے اور وہ کام سرانجام پا جاتے ہیں۔

اَلْمُقَدِّمُ

یَامُقَدِّمُ (اے مقدم) ☆ اعداد: 184 - خاصیت: جلالی

اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دیتا ہے اور انہیں اپنے قرب سے نوازتا ہے۔ یعنی مقام اور قرب میں آگے کر دینا مقدم کہلاتا ہے اس لحاظ سے اللہ مقدم ہے کیونکہ وہ بعض کو بعض پر مقدم کر دیتا ہے۔

ایک اور قول ہے کہ مقدم وہ ذات ہے جو بعض اشیاء کو بعض پر وجود میں مقدم فرماتی ہو جیسا کہ اسباب کو مسببات پر، باپ کو بیٹے پر مقدم کیا جاتا ہے یا اپنی قربت اور عزت میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی ہو جیسے انبیائے کرام اور صالحین کو دوسروں پر فضیلت عطا فرمائی اور مؤخر وہ ذات ہے جو اپنے دشمنوں کو اپنے قرب سے دور فرماتی اور بعضوں سے مؤخر کرتی ہے اور گناہگاروں کی سزا میں تاخیر فرماتی ہے اور وہ صرف ذات خداوندی ہے جسے چاہے دنیا و آخرت میں درجات عالیہ عطا فرما کر مقدم فرما دے اور جسے چاہے مؤخر فرما دے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔

صاحب شمس المعارف نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ حاکم اعلیٰ جب کسی کو اپنے قرب میں مقام عطا فرماتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ حاکم اعلیٰ نے فلاں شخص کو مقدم کیا ہے۔ یہ تقدیم کبھی مکانی ہوتی ہے اور کبھی درجات میں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں پر مقدم کر رکھا ہے۔

قرآن مجید میں مقدم کے لفظ کا مفہوم بیان ہوا ہے کہ:

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ ؀ (26ق28)

ترجمہ: اللہ فرمائے گا کہ میری بارگاہ میں جھگڑا نہ کرو میں تو پہلے ہی تمہیں وعید سے باخبر کر چکا ہوں۔ یہاں مقدم کا لفظ پہلے سے باخبر کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

سعادت دارین میں لکھا ہے کہ مقدم سے مراد وہ ذات ہے جو قریب کرے اور دور کرے جس کو اس نے قریب کیا اسے آگے کیا جس کو دور کیا اسے پیچھے کر دیا۔ اس میں ایک مقصود مرکز لازمی ہے جو غایت ہو، اسی کی نسبت آگے ہونے والا آگے ہو اور پیچھے ہونے والا پیچھے ہو۔ وہ مقصد اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کے نزدیک مقدم وہ ہے جو اس کے قریب ہے، ہر پیچھے والا، اپنے سے آگے والے کی بہ نسبت پیچھے اور اپنے پیچھے والے کی بہ نسبت آگے ہوتا ہے اور آگے پیچھے کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مراد یہ کہ وہ مرتبہ میں کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کرنے والا ہے۔

مقدم تقدیم سے بنا ہے بمعنی آگے کرنا، تاخیر، پیچھے ڈالنا۔ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو اپنے دوستوں کو اپنی درگاہ عزت کے نزدیک کرتا اور اپنے قرب کی درگاہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ اسی طرح دین کے دشمنوں کو پیچھے ڈالتا اور دور پھینکتا ہے اور ان کے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیتا ہے تو جسے اس نے نزدیک کیا اسے گویا اس نے آگے کیا اور جسے اس نے دور کیا اسے شرف و رتبے سے پیچھے کر دیا۔ یاد رہے تقدیم و تاخیر کبھی تو جگہ کے اعتبار سے ہوتی ہے کبھی زمانے کے اعتبار سے اور کبھی شرف و رتبہ کے لحاظ سے سب کو خدا کی طرف سے رتبہ ملتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس جہان میں وجود عطا فرما کر پہلے ظاہر کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء کے بعد مگر قیامت کے دن اس کا الٹ ہوگا اسی طرح حضور علیہ السلام کی امت کی نسبت دوسری امتوں کا حال ہوگا جیسا کہ فرمایا "نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ" ہم سب سے آخر ہیں دنیا میں، سب سے آگے ہوں گے یعنی

آخرت میں قرآن مجید میں فرمایا ''وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ'' اور سبقت لے جانے والے ہی سبقت لے جانے والے ہوں گے۔ یہی لوگ مقرب ہوں گے۔ جب بندے نے جان لیا کہ تقدیم و تاخیر خدا کی طرف سے ہے تو چاہیے کہ اپنی قوت و طاقت سے اظہار بیزاری کرے۔ اپنے عمل پر اعتماد نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اپنی نگاہ منحصر کردے۔ اس اسم سے متخلق نہ ہونے والے کو پیچھے کرے۔ ایسے لوگوں کو بھی پیچھے ڈال دے جو خیر سے لوگوں کو روکنے والے ہیں اس کے برعکس ان لوگوں کو مقدم و معظم رکھے جنہیں خدائے تعالیٰ نے بھی مقدم اور مقرب بنایا ہے اور ان لوگوں کو پیچھے جانے اور حقیر سمجھے جنہیں خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے پیچھے کیا اور دور ڈال دیا ہے۔ (شرح مشکوٰۃ)

جو شخص اس نام کو کثرت سے پڑھے گا اس میں نیک کام کرنے کی خصلت پیدا ہو جائے گی۔ دینی فرائض ہمیشہ اول وقت پر ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔

اَلْمُؤَخِّرُ

یَامُؤَخِّرُ (اے پیچھے کرنے والے)

اعداد: ۸۴۶ ☆ خاصیت: جلالی

مؤخر کا مطلب اپنی رحمت سے دور کرنا ہے۔ اللہ اس اعتبار سے مؤخر ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو اپنی رحمت اور قرب سے دور کر دیتا ہے۔ ایسے ہی ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو ڈھیل دے دیتا ہے کہ اب بھی راہ راست کی طرف آ جائیں۔ اس طرح گناہگاروں کی سزا میں تاخیر کر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ مؤخر ہے۔

مؤخر کا مطلب مہلت دینا بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ط
(پ 13 ابراہیم 10)

ترجمہ: وہ تمہیں اس لئے بلاتا ہے تا کہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ ط إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ لا (پ 13 ابراہیم 42)

ترجمہ: اور یہ خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے۔ بے شک وہ انہیں اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

یہی بات سورت نوح میں یوں بیان ہوئی ہے کہ:

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ط إِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ م لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (پ 29 نوح 4)

ترجمہ: وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور مقررہ وقت تک تمہیں دنیا میں رہنے کا موقع دے گا۔ بے شک اجل جب آتی ہے تو ٹلتی نہیں کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے کاش کہ تم یہ جانتے ہوتے۔

پس ان آیات کی روشنی سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤخر ہے کیونکہ بعض چیزوں کے خاتمہ اور انجام کو مؤخر کر رکھا ہے جس میں اس کی قدرت کاملہ کی حکمت شامل ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقدم و مؤخر وہ ہے جو قریب و بعید کرتا ہے جس کو قریب کرتا ہے اس کو مقدم کرتا ہے جس کو دور ہٹاتا ہے اس کو مؤخر

کرتا ہے۔ وہ انبیاء و اولیاء کو قرب بخشنے اور راہ راست پر چلانے کیلئے مقدم کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو دور ہٹا کر اور اپنے اور ان کے درمیان پردہ ڈال کر مؤخر کر دیتا ہے۔

مثلاً ایک بادشاہ جب دو شخصوں کو اپنا قرب بخشے لیکن ان میں سے ایک کو اپنی طرف زیادہ قریب کر لے تو کہا جاتا ہے کہ اس کو مقدم کیا، یعنی اس کو دوسرے شخص کے آگے رکھا۔

یہ تقدیم کبھی مکان میں ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ میں۔ اور بہر حال پیچھے رہنے والے کے لحاظ سے ہوتی ہے اور ایک ایسے مقصد کا ہونا بھی لابدی ہے جو اصلی غرض و غایت ہو جو مقدم ہوتا ہے اسی کے لحاظ سے ہوتی ہے اور ایک ایسے مقصد کا ہونا بھی لابدی ہے جو اصلی غرض و غایت ہو جو مقدم ہوتا ہے اسی کے لحاظ سے اور جو متاخر ہوتا ہے اسی کی طرف سے ہے۔

اس نے پہلے ملائکہ کو تقدیم بخشی ہے پھر انبیاء کو، پھر اولیاء کو اور ہر متاخر اپنے ماقبل کے لحاظ سے مؤخر ہوتا ہے اور اپنے مابعد کی نسبت سے مقدم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی یہ تقدیم و تاخیر دینے والا ہے کیونکہ اگر آپ ان کے تقدیم و تاخر کو ان کے فضائل کی کثرت و قلت اور ان کی صفات کے کمال و نقصان پر موقوف سمجھو تو آخر وہ ذات بھی کوئی ہے جس نے ان کو علم و عبادت کی ترقی کیلئے اکسایا ہے یا جس نے صراط مستقیم کے برخلاف چلنے پر ان کو آمادہ کیا ہے اور یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ ہی کے بس کی ہیں لہٰذا وہ مقدم اور مؤخر ہے اور اس میں رتبہ کی تقدیم و تاخیر مراد ہے۔

اس اسم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے پڑھنے والے سے برائی دور ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کا دل نیک کاموں کی طرف رغبت کرنے لگتا ہے۔ اللہ اس سے گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ اس اسم کا ذاکر ہمیشہ اللہ کے نیک بندوں کی تلاش میں رہتا ہے اور انہیں دل سے چاہتا ہے۔ اللہ کے دشمنوں سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

اَلْاَوَّلُ

یَا اَوَّلُ (اے سب سے اول) اعداد 37 معتدل

اللہ اوّل ہے، اس سے اول کچھ نہ تھا بلکہ وہ بذات خود ہی تھا اور نہ اس کا کوئی آغاز ہے کہ کسی کو معلوم ہو کہ وہ کب سے ہے۔ یاد رکھو کہ جب کچھ نہ تھا تو وہی تھا اس لئے ہر لحاظ سے وہی اول ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو اس صفاتی نام سے یاد کرنے سے انسان کو اولیت حاصل ہوگی۔

ایک اور قول کے مطابق اَلْاَوَّلُ کا معنی ہے سب سے پہلے۔ یعنی وجود کے اعتبار سے تمام موجودات و کائنات سے مقدم اور پہلے یعنی جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا کیونکہ ساری موجودات اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اس لئے وہ سب سے اول ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(پ 27 حدید 3)

ترجمہ: وہی اوّل اور وہی آخر اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

غرضیکہ اوّل وہ ذات ہے جو ہر شے پر مقدم ہو اور آخر وہ ذات ہے جو تمام موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہ جائے۔ اس کی اولیت ازلی ہے کہ اس کے وجود اور ہستی کی کوئی ابتداء نہیں اور اس کے بقاء کی کوئی انتہا نہیں۔

قرآن مجید میں اوّل کا لفظ ہر پہلی مرتبہ کیلئے بھی ہے مگر ہر قسم کے اولین سے اللہ تعالیٰ ہی اوّل ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ؏

(پ 4 آل عمران 96)

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ط كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ط وَعْدًا عَلَيْنَا ط اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (پ 17 انبیاء 104)

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِىْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؏

(پ 26 ق 15)

هُوَ الَّذِىْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ط (پ 26 حشر 2)

ان آیات میں بعض کاموں کا ذکر ہوا ہے جو پہلی مرتبہ ہوئے اور ان کا فاعل یعنی اللہ پہلے ہی سے موجود ہے۔ اس لحاظ سے بھی وہ اول ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اول کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایسا اول، ازلی ہے جس کے وجود کی ابتداء اور جس کی ہستی کا آغاز نہیں وہ ایسا آخر دائمی و ابدی ہے کہ اس کی بقا کیلئے کوئی انتہا نہیں۔ اس کا دوام کبھی ختم نہ ہوگا یا اول کا معنی یہ ہے کہ تمام اشیاء سے اس کا وجود پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی موجود تھا جبکہ اس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی اور وہ ایسا آخر ہے کہ فنائے خلق کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ) ''جو کچھ بھی زمین کی سطح پر ہے سب فنا ہونے والا ہے اور تیرے رب ذوالجلال والاکرام کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے) یا وہ اول ہے وجود کے اعتبار سے آخر ہے سلوک کے اعتبار سے سب کی ابتدا اس سے ہے۔ سب کی انتہا آخر کار اس ذات تک ہے یا اللہ تعالیٰ احسان کے اعتبار سے اول اور غفران کے لحاظ سے آخر ہے یا اللہ تعالیٰ اپنے عارف بندوں کو ہدایت و احسان کی راہ پر ڈالنے میں اول اور اپنی یگانگی سے جلد واقف کرنے والا بھی وہی ہے اور اس لحاظ سے آخر ہے کہ اپنے لطف و امتنان کے کمال سے

بندگان عارفین کے کام پورے کرتا ہے پس ابتدائے صرف کے لحاظ سے اول اور کمال لطف کے لحاظ سے آخر ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی ہدایت سے نوازا انتہا میں بھی وہی اس کیلئے کافی ہوگا۔

حضرت امام بونی رضی اللہ عنہ نے اول و آخر کے تحت لکھا ہے کہ اول کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قدیم ہے جس کی ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ اس کا وجود اتفاق نہیں ہے۔ اس کے اول ہونے سے یہ امر بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی غیر نہیں ہے اور اس کی ازلیت کی کوئی ابتداء نہیں ہے۔ نیز اس کی ابدیت دائمی ہے۔ اللہ واحد مشابہت سے بری اور اس کی احدیت برتر از ہمہ ہے۔ اللہ احد کی احدیت میں کوئی شریک نہیں ہے اور اس کی توحید اس کے سوائے کوئی اور بیان کرسکتا ہی نہیں۔ اسی لئے حضرت صدیق اکبر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کیلئے اپنی معرفت کی صرف ایک راہ رکھی ہے کہ اس کی معرفت کے ادراک سے بندہ عاجز رہے۔

بعض صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ اللہ کو نہیں پہچانا مگر اللہ نے اس اسم کے ذاکر کو لازم ہے اپنے خطرات کو ہمیشہ میزان اصول اور قواعد میں ظاہر اور باطناً وزن کرتا رہے۔ دنیا پر نظر رکھے اور مقام آخرت کو دیکھتا رہے اور اس آیت میں غور کرے التائبون الحامدون۔

اگر ایمان میں کمی ہوئی تو اسفل السافلین میں گر پڑے گا۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ تیرے لئے اولیت اور اخرویت جمع کرے گا اور حساب کتاب ہوگا۔ نتیجہ نکلے گا۔ مسلمانوں کیلئے فرمایا ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔ ان دونوں اسماء کا کوئی ذکر خاص نہیں بلکہ یہ اسم اعتقاد صحیح کرنے کے ہیں۔ مرید ابتداء میں ان دونوں اسماء کا ذکر کرے گا تاکہ اپنی ذات میں توحید د[illegible]

غرضیکہ اس اسم سے اسے یاد کر[illegible] انسان اول ہوجاتا ہے اور اللہ

کی رضا کے کاموں میں سب سے مقدم ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ پیدا ہوتی ہے کہ وہ ہر عبادت کو اول وقت میں بجالانے کا عادی ہو جاتا ہے۔

اَلْاٰخِرُ

یَااٰخِرُ (اے آخر والے) ☆اعداد: 80 - خاصیت: جلالی

اللہ کی ذات ہی آخر ہے جو تمام موجودات کے فنا ہونے کے بعد آخر میں باقی رہے گی، اسے کبھی فنا نہیں۔ اس کے علاوہ ہر چیز ختم ہو جانیوالی ہے اور اس کی آخرت کی کوئی انتہا نہیں۔ اہل علم کا قول ہے کہ الآخر کا مطلب ہے سب سے پیچھے رہنا یعنی جب کچھ نہ ہوگا تو اللہ ہی رہے گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی چیز باقی رہے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے رکھنے ہی سے باقی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کے آخر ہونے کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ:

هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(پ 27 حدید 3)

ترجمہ: وہی اول اور وہی آخر وہی ظاہر اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اول وآخر کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اول کسی شے کی نسبت سے اول ہوتا ہے اور آخر بھی کسی شے کی نسبت سے آخر ہوتا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔ پس ایک ہی چیز ایک ہی جہت سے ایک ہی چیز کی نسبت سے اول اور آخر نہیں ہو سکتی بلکہ جب تم وجود کی ترتیب پر نظر کرو اور موجودات کے باترتیب سلسلہ کو غور سے دیکھو تو اللہ تعالیٰ ان کے لحاظ سے اول ہے کیونکہ تمام موجودات نے اس سے وجود حاصل کیا ہے اور وہ خود موجود بذاتہ

ہے اور اس نے کسی سے وجود حاصل نہیں کیا اور جب ترتیب سلوک پر نظر کی جائے اور خدا کی طرف سیر کرنے والوں کی منزلوں کو دیکھا جائے تو وہ آخر ہے کیونکہ اس کی درگاہ عارفین کے مدارج ترقی کی سب سے آخری منزل ہے اور اس کی معرفت سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ اس کی معرفت کا زینہ ہے اور آخر منزل اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اس لئے وہ اولیاء کے سیر وسلوک کے لحاظ سے آخر ہے اور موجودات کے وجود کے لحاظ سے اول ہے پس اول اسی کی طرف سے آغاز ہے اور آخر اسی کی طرف انجام اور انتہا ہے۔

ایک اور مقام پر یوں فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؏ (پ 20 قصص 88)

ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اصل حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف واپس لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے مگر اس کی ذات ہی آخر رہنے والی ہے۔

حضرت امام بونی رحمۃ اللہ علیہ نے اول و آخر کی یوں شرح بیان فرمائی ہے کہ اول وہ ذات ازلی ہے جو ہر چیز سے اول ہے اور آخر بھی' وہی ہے جو ہر چیز سے آخر ہے۔ یہ دونوں اسماء اگرچہ متناقص ہیں اور یہ تصور کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی چیز اول بھی ہو اور آخر بھی ہو لیکن جب ترتیب وجود اور سلسلہ موجودات اسی کے وجود سے موجود ہیں اور سالکوں کے سلوک کی ترتیب پر نظر کرو گے تو اللہ ہی کو آخر پاؤ گے کیونکہ ارتقا کا آخری مقام وہی ہے جس کی جانب عارف ترقی کرتا ہے اور جو معرفت اللہ تعالیٰ کی معرفت سے پہلے ملتی ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت کی ابتدائی سیڑھی

ہے۔ سلوک کی اضافت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ ہی اول ہے اور وجود کی اضافت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ ہی مبداء اول ہے اور اسی کی طرف کل امور رجوع کئے جاتے ہیں۔ ابتداء ہوں یا انتہا موجودات کی طرف نظر کرنے سے ان میں قدرت الٰہی صاف نظر آتی ہے کیونکہ ان کا وجود اللہ تعالیٰ ہی کے وجود سے ہے۔ وہی سب چیزوں کا موجد ہے اور خود کسی وجود سے استفادہ نہیں کیا ہے۔ مقامات عارفین پر نظر کرنے سے اللہ تعالیٰ ہی آخر میں ملتا ہے جبکہ فرمایا ہے اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی وجود کی اضافت کے لحاظ سے وہی اول ہے اور سعود کی اضافت سے وہی آخر ہے۔ یہ حقیقت معلوم ہونے پر یقین کامل کرلو وہی اول ہے، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن ہے۔ اس کی اولیت اس کی صفت ذاتی ہے اور اس کے وجود کی توحید ہے اور اس کی اخرویت اس کی خلق کیلئے صفت قائم ہے جو بقا دیتا ہے اور فنا کرتا ہے۔ وہ فنا اشیاء کے وجود سے بھی قبل موجود تھا۔ اس کی ولایت ترتیب مقامی اور تعدادی نہیں ہے۔ اس لئے اس کی اولیت و آخریت میں کسی غیر کی شرکت ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ امر ایسا ہے جس کی جانب عارفوں کے عوارف منتہیٰ ہوتے ہیں۔ وہی اول و آخر ہے۔ ہر اس امر سے جس کا اس نے ارادہ کیا اور اس کی قدرت مقدرہ سے اس کی قدامت کی اور اس کی اخرویت اس کے استحالہ عدم کی خبر دے رہی ہے۔ (شمس المعارف)

اَلظَّاهِرُ

یَاظَاهِرُ (اے ظاہر) ☆ اعداد: 1106 - خاصیت: جلالی

الظاہر سے مراد وہ ذات جو اپنے ظہور میں ساری چیزوں سے فائق اور برتر ہے اور ظہور چونکہ وجود کی فرع ہے تو جب حق تعالیٰ کا وجود سب موجودات پر فائق اور مقدم ہے اس کا ظہور بھی سب پر فائق ہے کہ اس سے زیادہ اس عالم میں کوئی چیز

ظاہر نہیں کیونکہ دنیا میں جو کچھ بھی ظاہر ہے اسی کی صفات اسی کے افعال اور اسی کے نور کا ظہور ہے اور اس کی حکمت وقدرت کے مظاہر دنیا کے ہر ذرہ میں نمایاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ظاہر کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(پ 27 حدید 3)

ترجمہ: وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ اس کا وجود اور اس کی ہستی غالب نشانیوں کے ساتھ زمین و آسمان میں ظاہر موجود ہے۔ وہ باطن بھی ہے کہ اس ذات مقدس کی حقیقت اس کے جلال و کبریا میں پوشیدہ ہے یا وہ نعمت کے ساتھ ظاہر رحمت کے ساتھ باطن ہے نیز اپنی قدرت کے ساتھ ظاہر اور غور کے لحاظ سے باطن ہے۔ دل کی آنکھوں سے ظاہر ہے ظاہری آنکھوں سے باطن ہے۔ ظاہر ہے بغیر قرب کے اور باطن ہے حجاب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا اس کی شدت ظہور کی وجہ سے ہے اور اس کا ظہور سبب بن چکا ہے۔ اس کے پوشیدہ ہونے کا اس کا نور اس کے نور کا حجاب ہے۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے شدت ظہور کی وجہ سے مخفی اور اپنے نور کے نور کی وجہ سے حجاب میں ہے تو اللہ تعالیٰ ہی ایسا ظاہر ہے کہ اس سے ظاہر تر کوئی چیز نہیں اور وہ ایسا باطن ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی باطن نہیں۔ ان دو اسماء سے بندے کا حصہ یہ ہے کہ اپنے حال کی درستی کا اہتمام کرے۔ اپنی اول حالت میں غور کرے۔ اپنی آخری حالت میں فکر و تدبر کرے، اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرے، عالم کے حدوث و فنا کو جانے اور دل اس سے نہ لگائے اور ظاہر اشیاء کو نظر تدبر سے دیکھے۔ ان سے اپنے صانع (اللہ تعالیٰ) کا راستہ تلاش کرے اور دین کے کام میں پیش پیش اور سب سے آگے رہے۔ دنیا کے کاموں میں پیچھے اور دور رہے۔ اپنے آپ کو

شریعت کے احکام سے ظاہر کرے اور اسرار حقیقت کے ساتھ باطن رہے۔ اسی طرح ظاہراً مخلوق کے ساتھ رہے اور باطناً خدا کے ساتھ جیسے کہ کہا گیا ہے (الصوفی کائن وبائن) صوفی ساتھ بھی ہوتا ہے اور جدا بھی ہوتا ہے یعنی ظاہراً لوگوں کے ساتھ اور باطناً ان سے الگ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز سے ظاہر ہے بلکہ کائنات کا موجود ہونا ہی اس کے ظاہر سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کیونکہ ہر چیز اس کے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ ظاہر ہے اپنی ذات سے، اللہ ظاہر ہے اپنی صفات سے، اللہ ظاہر ہے ہر چیز کے بنانے سے، اللہ ظاہر آفاق کی نشانیوں سے غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ یاد رکھئے کہ اس نے کارخانہ حیات اپنے ظہور ہی کیلئے بنایا ہے۔

حدیث پاک میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا منقول ہے جس میں اللہ کی صفت ظاہر بیان ہوئی ہے کیونکہ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی جس میں ظاہر کا ذکر ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَتْ فَاطِمَةُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُهٗ خَادِمًا فَقَالَ لَهَا قُوْلِیْ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ مُنَزِّلَ التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ خَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهٖ	''یا اللہ ساتوں آسمانوں کے رب اور عرش عظیم کے رب ہمارے پروردگار اور سب چیزوں کے پروردگار، توریت، اور انجیل اور قرآن اتارنے والے، دانہ اور گٹھلی کو زمین سے اگانے والے میں ہر ایک شے (جو تیرے قبضہ میں ہے) کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی تو آخر

اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَ ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں تو ظاہر ہے
اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ تجھ سے اوپر کوئی شے نہیں تو باطن ہے
وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ تجھ سے پرے کوئی شے نہیں۔ میرا قرض
وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْءٌ اتار دے اور مجھے تنگدستی سے نجات
اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ دے۔''

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (پ10 توبہ 48)

ترجمہ: بے شک وہ پہلے بھی فتنہ پھیلانے میں سرگرم رہے اور آپ کے کئی کاموں میں تبدیلی کی۔ یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم ظاہر ہو گیا اور وہ اسے نہیں چاہتے تھے۔

اَلْبَاطِنُ

یَابَاطِنُ (اے ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ)

اعداد: 62 ☆ تاثیر: جمالی

باطن کا لفظ بطن سے بنا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بہت پوشیدہ ہو اور حس میں نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور نہ ہی یہ مادی آنکھیں اسے دیکھنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ اس کی ذات تک عقل وفکر اور خیال سے نہیں پہنچا جا سکتا۔ وہ ذات لامحدود ہے اور انسان کی عقل محدود ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود کو مخفی کر رکھا ہے اور وہ ہر مخفی سے بڑھ کر مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس صفت کو یوں بیان کیا ہے۔

هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝
(پ 27 حدید 3)

ترجمہ: وہ اول اور آخر اور باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ (پ 21 لقمٰن 20)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک اللہ نے اسے تمہارے لئے مسخر کردیا ہے اور تم پر اپنی ظاہر و پوشیدہ نعمتوں کو پورا کردیا ہے۔

فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ (پ 27 حدید 13)

ترجمہ: پھر ان کے درمیان ایک دیوار مع دروازے کے بنادی جائے گی اس دروازے کے باطن میں رحمت اور اس کے باہر عذاب ہوگا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ

(پ 8 الانعام 151)

ترجمہ: اور بے حیائی کے ظاہر اور باطنی کاموں کے پاس نہ جانا۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ (پ 8 اعراف 33)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بے شک میرے رب نے بے حیائی ظاہر اور پوشیدہ گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کردیا ہے۔

ظاہر ایک شے کیلئے ظاہر اور دوسری شے کیلئے باطن ہوتا ہے۔ اور ایک ہی جہت سے ظاہر و باطن نہیں ہوتا بلکہ ادراک کی طرف نسبت کرنے سے ایک جہت سے ظاہر اور دوسری جہت سے باطن ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ظاہر و باطن ہونا اور اکات کی

طرف نسبت کرنے سے ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اگر حواس کے ادراک سے طلب کیا جائے تو وہ باطن ہے اور اگر عقل سے بطریق استدلال معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ادراک حواس کی نسبت سے باطن ہونا ظاہر ہے لیکن عقل کی جہت سے ظاہر ہونا ذرا باریک بات ہے کیونکہ ظاہر تو وہ بات ہوتی ہے جس کے ادراک میں لوگ اختلاف نہ کرتے ہوں۔ بخلاف اس کے خدا کی ذات کو معلوم کرنے میں بہت سے لوگ شک میں گرفتار ہیں۔ پس اس کو کیونکر ظاہر کہا جاسکتا ہے۔

اللہ کا ظہور اس کے باطن ہونے کا موجب ہے۔ گویا اس کا نور ہی اس کے نور کا حجاب ہے۔ شاید تم اس کلام سے تعجب ظاہر کرو۔ لہٰذا ہم ایک مثال سے تم کو سمجھاتے ہیں دیکھو اگر تم کسی حرف پر نظر ڈالو، جو کسی کاتب نے لکھا ہو تو اس سے تم کو ایک ایسے کاتب کے وجود کا پتہ ملے گا جو عالم، قادر، سمیع اور بصیر ہے اور اس سے تم کو کاتب کی ان صفات کا یقین کامل ہو جائے گا اور جس طرح اس ایک حرف نے کاتب کے اوصاف کی فیصلہ کن شہادت دی ہے۔ اسی طرح آسمان و زمین جو چیز ستارے، سورج، چاند، حیوان، نباتات اور صفت و موصوف وغیرہ ہے۔ وہ خود بخود اپنے ایک ایسے مدبر کا پتہ دے رہی ہے جس نے اس کا اہتمام کیا ہے اور اس کو خاص انداز ے پر اور خاص صفات کے ساتھ بنایا ہے بلکہ انسان اپنے جس عضو اور جس ظاہر یا باطن جزو بلکہ جس اختیاری یا جبری صفت و حالت کو دیکھتا ہے۔ وہ چلا چلا کر اپنے خالق، اپنے مالک، مختار اور اپنے مدبر کا پتہ بتا رہی ہے۔ اسی طرح ہر چیز اس کی شہادت دیتی ہے جس کو انسان اپنی ذات سے خارج دیکھتا ہے۔ اگرچہ ان اشیاء کی شہادتوں میں اختلاف ہو۔ بعض شہادت دے رہی ہوں اور بعض نہ دیتی ہوں تاہم سب کو ان شہادتوں میں یقین حاصل ہوسکتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ شہادتیں بکثرت ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اس لئے وہ امر شدت ظہور کے باعث خفی اور باریک بن گیا ہے جس کی

مثال یہ ہے کہ جو اشیاء حواس کے ذریعہ سے محسوس کی جاتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ ظاہر وہ چیزیں ہیں جو آنکھ سے محسوس ہوں اور آنکھ کی محسوسات میں سے بھی زیادہ۔ روشن اور ظاہر سورج کا نور ہے جو تمام اشیاء پر منعکس ہوکر ان کو روشن کر رہا ہے اور جو شے دوسری اشیاء کو روشن کر رہی ہے وہ خود نہ روشن ہوگی مگر اس کا روشن ہونا بہت سے لوگوں پر مخفی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ رنگ دار اشیاء میں صرف سرخ و سیاہ رنگ ہے اور کچھ نہیں۔ وہ اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ رنگ کے ساتھ روشنی اور نور بھی شامل ہے اور یہ لوگ رنگیں اشیاء کے ساتھ روشنی کا قائم ہونا اس وقت تسلیم کرتے ہیں جب ان کو سایہ اور اندھیرے میں اور روشنی میں اشیاء کی مختلف حالتوں کا فرق دکھا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ رات کے وقت جب سورج چھپ جاتا ہے اور اس کی روشنی رنگین چیزوں سے منقطع ہو جاتی ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس وقت ان چیزوں کی کیا صورت ہے اور دن میں کیا تھی۔ گویا نور کی غیر موجودگی میں نور کے وجود کا پتہ لگتا ہے اور نور کے وجود و عدم میں صاف فرق معلوم ہوجاتا ہے۔

فرض کرو کہ ایک شخص سورج کی روشنی تمام اشیائے عالم پر پڑتی دیکھتا ہے اور سورج اس کی زندگی کے اندر اندر کبھی غروب نہیں ہوتا حتیٰ کہ کبھی اس کو یہ موقع نہیں ملا کہ ان اشیاء کو اندھیرے میں دیکھے اور روشنی اور اندھیرے میں فرق سمجھے۔ اس شخص کیلئے محال ہے کہ نور کو کوئی خاص چیز سمجھے جو موجودہ اشیاء کی رنگت سے زائد ہے۔ تمام اشیاء سے زیادہ ظاہر وہ چیز ہے بلکہ وہی تمام اشیاء کو ظاہر کرتی ہے اور اگر خدا کا بعض امور کیلئے (معاذ اللہ) معدوم یا غائب ہونا فرض کیا جائے تو آسمان و زمین اور ہر چیز جس سے وہ بے تعلق ہے منہدم ہوجائے گی اور پھر ان دونوں حالتوں کا فرق بخوبی معلوم ہوجائے گا اور اس کا وجود قطعی طور پر معلوم ہوجائے گا لیکن چونکہ تمام اشیاء شہادت اور حالات میں متفق ہیں اور سب ایک ہی نظم ونسق پر اپنی آواز اٹھا رہی ہیں اس لئے وہ عام نظروں سے مخفی ہے۔

قربان جایئے اس ذات پاک کے جو اپنے نور ہی کے باعث مخلوق کی نظروں سے نہاں اور اپنے شدت ظہور کے سبب سے مخفی ہے وہ ایسا ظاہر ہے جس سے بڑھ کر کوئی شے ظاہر نہیں۔ وہ ایسا باطن ہے جس سے زیادہ کوئی چیز باطن نہیں ہو سکتی۔

اوپر کی باتوں سے تم کو خدا کی صفات کے متعلق تعجب میں مبتلا نہ ہو جانا چاہئے کیونکہ خود انسان جس امر کی بدولت انسان کہلاتا ہے وہ ظاہر بھی ہے باطن بھی۔ اگر اس کو انسان مناسب و مرتب افعال کے ذریعے سے سمجھا جائے تو وہ ظاہر ہے اور اگر حق کے ادراک کے ذریعے سے طلب کیا جائے تو وہ باطن ہے کیونکہ حس صرف اس کے ظاہری بشرہ بلکہ اس کے تمام اجزاء بدل جائیں تو بھی وہ وہی انسان رہے گا جو پہلے تھا اور تعجب نہیں کہ انسان کے بدنی اجزاء بچپن میں اور ہوتے ہوں اور پھر بڑھاپے میں اور ہوتے ہوں کیونکہ وہ طول زمان سے گھستے مٹتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے اجزا جو غذا کے ذریعے سے پیدا کئے جاتے ہیں شامل ہوتے جاتے ہیں۔ تاہم انسان کی سابقہ ہویّت نہیں بدلتی۔ پس یہ ہویت حواس سے باطن ہے اور عقل کیلئے ظاہر ہے جو اس کو اس کے آثار و افعال سے سمجھ لیتی ہے۔

اس نام کی تاثیر یہ ہے کہ اسے پڑھنے والا اہل باطن میں شمار ہونے لگتا ہے اور اس پر پوشیدہ اسرار اور حقائق کھل جاتے ہیں یعنی مشاہدے کا خاصا تعلق اس صفت کے ساتھ ہے۔ معرفت تلاش کرنے والوں کیلئے یہ اسم نہایت ہی اعلیٰ قسم کا تحفہ ہے۔

اَلْوَالِیْ

یَا وَالِیُ (اے کارساز اور مالک) ☆ اعداد: 47 — تاثیر: جمالی

مادہ ولایت یا ولایت ہے اس کے مختلف معنی ہیں حاکم مقرر ہونا، متصرف ہونا، مدد دینا، کسی جگہ پر تسلط پانا، کسی شخص سے محبت کرنا، انتظام سنبھالنا، انتظام کرنا۔ ان

تمام معنی کو پیش نظر رکھا جائے تو الوالی وہ ذات والا صفات ہے جو سب سے بلند اور سب سے برتر ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتی ہے۔ پوری کائنات پر اسے تصرف کا حق حاصل ہے اور تمام موجودات پر اس کا تسلط ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوقات کو مشکلات میں مدد بہم پہنچاتی ہے۔ اسے ہر طرح کے فعل پر اور ہر طرح کی جواب طلبی پر قدرت تامہ حاصل ہے اور اسی کی حکومت تمام کائنات پر ہے۔ اس کے علاوہ حقیقت میں کوئی اس کائنات کا حاکم نہیں، انسانوں کے دلوں پر بھی وہی حکمران ہے اور ان کے معاملات کی رہنمائی کا حق بھی اسی کو حاصل ہے اور پھر وہ اپنے بندوں سے محبت بھی کرتا ہے یعنی ایک ایسا حاکم کہ جس کی قدرت بھی مکمل، جس کا تصرف بھی کامل، جس کا حق سب پر فائق، لیکن اس کے باوجود وہ نہ کسی سے زیادتی کرے نہ بلاوجہ انتقام لے نہ پکڑنے میں جلدی کرے اور اس کی ذات میں اور اس کے احکام میں حتیٰ کہ اس کی گرفت اور جواب طلبی میں بھی بندوں کیلئے محبت کا جذبہ شامل ہو تو ایسی ذات کو الوالی کہتے ہیں۔

ایک اور قول کے مطابق والی وہ ذات ہے جو ساری مخلوقات کے سارے امور کی تدبیر کرے اور اس تدبیر کی اسے قدرت تامہ ہو اور اسی کی قدرت تامہ جہان میں کام کر رہی ہو جب تک یہ ساری طاقتیں جمع نہ ہوں اس کو والی نہیں کہا جا سکتا اور یہ معنی سوائے احکم الحاکمین، مالک الملک عز اسمہ، وجل مجدہ کے اور کسی میں نہیں پائے جاتے لہٰذا حقیقت میں والی فقط اسی کی ذات ہے کیونکہ کلام الٰہی میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَمَالَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (سورت الرعد، آیت 11)

ترجمہ: اور اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ والی ہے۔ اسی کو تولیت امور حاصل ہے اور اسی کا تصرف جمہور پر مسلم، نصرت و استقامت، سلطنت و قدرت، تدبیر و تصرف اسی کو حاصل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی صحیح ترین معنی میں والی ہے، ہر شے پر اسی کی قدرت فرمانروا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ والی وہ ہے جو تمام خلقت کے ہر قسم کے امور کا مدبر اور متولی ہے اور ولایت تدبیر اور قدرت اور فعل چاہتی ہے اور جب تک اس کیلئے یہ تمام اوصاف جمع نہ ہوں اس پر اسم والی صادق نہیں آ سکتا اور تمام امور کا والی خاص اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ پہلے وہ اکیلا تدبیر کرتا ہے اور پھر اکیلا ہی اس تدبیر کو جاری کرتا ہے۔ اس کے بعد خود ہی اس کو جاری رکھتا ہے۔

شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ والی کا لفظ ولایت سے بنا ہے یعنی واؤ کی زیر سے بمعنی تصرف کرنا اور قبضہ کرنا۔ اس لفظ کو واؤ کی زبر سے بھی پڑھا گیا ہے بمعنی دوستی کرنا اور حکومت چلانا سیبویہ نے کہا کہ ولایت یعنی واؤ کی زبر سے مصدر ہے اور واؤ کی زیر سے اسم ہے والی وہ ہوتا ہے جو جملہ امورات کرنے والا اور سب کا مالک ہوتا ہے۔ لفظ ولایت تدبیر قدرت اور فعل کو ظاہر کرتا ہے جب تک یہ تینوں معانی کسی میں جمع نہ ہو جائیں اسے والی نہیں کہہ سکتے۔ والی امور علی الاطلاق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کیونکہ وہ اولاً تدبیر کرنے والا ہے اور اس تدبیر کرنے میں یگانہ ہے اور ثانیاً احکام کو نافذ کرنے والا ہے۔ اشیاء اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ تیسری بات یہ کہ بندے کو چاہئے کہ امرونہی میں فرمانبرداری ظاہر کرے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم جانے اپنے وجود کی مملکت کو حسن تدبیر وتنقید احکام شریعت سے مضبوط کرے۔ شیاطین وجن وانس کی تباہ کاریوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے حکم سے اپنے وجود کی مملکت کا والی بنے۔ اس پر حکمرانی کرے۔

اس اسم پاک سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ خود کو مملوک اور اپنی اشیاء کو ملک رب العالمین سمجھتا رہے۔ احسان وخیر کا موقع غنیمت سمجھے اور قانون الٰہی کا پابند رہے۔

المختصر کہ اللہ ہر ایک کا والی ہے کیونکہ اسی نے سب کو پیدا کیا ہے۔ اس کے سوا

ہمارا کوئی والی نہیں۔ اس اسم کے ذاکر مرید باصفا، خلفائے طریقت، اولیاء اللہ اور قطب و ابدال ہوئے ہیں کیونکہ وہ دل سے اللہ تعالیٰ کو اس حد تک اپنا والی سمجھتے ہیں کہ اپنی ہر چیز اور معاملہ اسی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس لئے جب اللہ کو اس اسم سے پکارتے ہیں تو اللہ ان کی مدد کرتا ہے۔

اَلْمُتَعَالِیْ

یَامُتَعَالِیْ (اے بلند و برتر) ☆ اعداد: 551 - خاصیت: جلالی

علمائے لغت کا کہنا ہے کہ متعالی علو سے بنا ہے جس کا مطلب بلند ہونا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور کبریائی میں سب سے بلند و بالا ہے اور تمام نقائص اور عیوب سے منزہ اور پاک ہے۔ اس کی بلندی ہماری عقل اور فہم سے بھی بالاتر ہے۔

سعادت دارین میں ہے کہ اس کا معنی کسی قدر مبالغے کے ساتھ وہی ہے جو علی کا ہے اور العلی سے مراد وہ ذات ہے جو تمام موجودات سے بلند ہے۔ تمام مکانوں سے ارفع اور تمام جسموں پر حاوی ہے لیکن المتعالی وہ ذات ہے جس کا تعلق صرف اجسام، مکانات اور محسوسات سے ہی نہیں بلکہ ہر طرح کی بلندی جو چاہے تصورات میں ہو اور چاہئے اوصاف میں وہ ان سب سے بلند ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جہاں جہاں علو اور بلندی کا گمان ہوتا ہے وہ سب اسی کی عطا کردہ ہے بلکہ تمام بلندیوں والوں کو سرنگوں کرنا اور اپنے سامنے جھکانا اس کا وصف ہے۔

ایک اور قول کے مطابق متعالی کا مطلب ہے سب سے زیادہ بلند قدر نیز سب والیوں کا والی تمام نقائص و آفات سے بلند۔ یاد رہے کہ لفظ عالی اور متعالی میں اعلیٰ سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ صفاتی نام قرآن مجید میں سورت رعد میں یوں آیا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ (پ13 رعد 9)

ترجمہ: وہ عالم الغیب ہے اور ظاہر کو بھی جانتا ہے سب سے بڑا عالی مرتبت ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالی شان ہونے کی وجہ سے متعالی ہے۔ اس کیلئے یہ لفظ قرآن پاک میں تعالیٰ کی صورت میں آیا ہے جس کا مطلب بھی بلند و برتر ہے۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ (پ15 بنی اسرائیل 43)

ترجمہ: وہ پاک ہے اور جو یہ کہتے ہیں اس سے بالا ہے اس کا مرتبہ عالی بڑی شان والا ہے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ز وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ (پ16 طٰہٰ 114)

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

(پ18 مومنون 116)

ترجمہ: اللہ عالی شان ہے جو حقیقی بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ عزت والے عرش کا رب ہے۔

وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا لا (پ29 جن 3)

اور بلاشبہ ہمارے رب کی شان بلند و بالا ہے اس کی کوئی بیوی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اولاد ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ م بِغَيْرِ عِلْمٍ ط سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (پ7 انعام 100)

ترجمہ: اور انہوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنا لیا حالانکہ اسی نے ان کو پیدا کیا اور بغیر علم کے اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں بنا لیں وہ پاک ہے اور بلند ہے جیسا کہ انہوں نے سوچا ہے۔

اسی طرح مشرکین نے اپنے خیالات اور صفات میں نہ جانے کس کس کو شامل کر رکھا تھا اور وہ علو اور سربلندی ان میں بھی دیکھتے تھے اور پھر پروردگار کی تعریف بھی کرتے تھے۔

فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پ19 اعراف190)

ترجمہ: پس جب اللہ انہیں صالح لڑکا عطا کر دیتا ہے تو ان دونوں کو جو دیا گیا ہے اسے اللہ کا شریک بنا دیتے ہیں۔ اللہ ان کے اس طرح شرک کرنے سے بالاتر ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پ 14 نحل 1)

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ تخلیق کیا ہے وہ ان کے شرک سے بالاتر ہے۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (پ 20 نمل 63)

ترجمہ: بھلا کون ہے جو تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں راہ دکھلاتا ہے اور کون ہے جو رحمت کی بارش سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے اللہ تعالیٰ ان کے ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (پ 20 قصص 68)

ترجمہ: اور تمہارا رب جو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے اور جو پسند کرتا ہے ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند۔

بالا ہے۔

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (پ24 زمر 67)

ترجمہ: اور قیامت کے روز تمام زمین اس کے قبضے میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی بالا دستی کو تسلیم کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہ ہوگی۔

مختصر یہ کہ وہ ذات جو ہمارے وہم و گمان سے بھی اور ہمارے خیال و قیاس سے بھی بلند ہے بلکہ تمام بلندیاں جس کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور ہر بڑی شان والا جس سے اپنے لئے شان کی بھیک مانگتا ہے وہ "متعالی" ہے۔

اس اسم پاک سے تخلق کرنے والوں کو خشوع و خضوع جسمی و قلبی کا التزام کرنا چاہئے اور بارگاہ قدس کے حضور عاجز و درماندہ رہنا چاہئے لیکن اس کی ہر دم اطاعت کیلئے کمربستہ رہیں اور اپنی ہمت کو پست نہ ہونے دیں۔

پس کائنات میں سب سے بلند و برتر اللہ تعالیٰ ہے جو شخص اسے اس صفت سے پکارتا ہے وہ اسے دنیا میں بلند و برتر، عالی مرتبت اور صاحب عزت بنا دیتا ہے۔

اَلْبَرُّ

يَا بَرُّ (اے نیکی والے) ☆ اعداد: 202 – تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ بذات خود سراسر نیکی والا ہے اس کی ذات، صفات، افعال اور اختیارات سے حکمت اور نیکی عیاں ہوتی ہے۔ اس لئے اسے بَرّ کہا جاتا ہے۔ اس

کے علاوہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ہر قسم کی نیکی کرتا ہے اور اپنے بندوں کو نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے کیونکہ کوئی نیک عمل اس کی عطا کردہ توفیق کے بغیر سرانجام نہیں پا سکتا۔ اس لحاظ سے بھی وہ بَرّ ہے جن بندوں کو اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کی بنا پر نیکی کا مظہر بناتا ہے انہیں ابرار کہا جاتا ہے ایسے لوگوں کے ہر قول اور فعل سے نیکی پھوٹتی ہے۔

اللہ تعالیٰ بَرّ ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر گوناگوں احسان فرماتا ہے۔ دنیا و آخرت کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ وہی ہے جس نے انواع بَرّ واحسان کو بیان فرمایا اور ورع و تقویٰ کی پابندی کا حکم دیا۔ لہٰذا اصل نیکی کنندہ، نیکی دہندہ وہی ہے۔

یہ لفظ با کی زیر سے بھی پڑھا گیا ہے بمعنی نیکی کرنا با کی زبر سے بھی پڑھا گیا ہے بمعنی نیکی کرنے والا فی الحقیقت نیکی کرنے اور احسان جتلانے والا اللہ جل جلالہ، وعم نوالہ ہی ہے کوئی نیکی و احسان نہیں مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی اس کا متولی ہے۔ خدا کا فضل واحسان مخلوق پر حصر و بیان کی حد سے باہر ہے۔ جیسا کہ فرمایا (وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا) ترجمہ اگر تم لوگ اللہ کی نعمت شمار کرنے لگو تو نہیں شمار کر سکتے۔

بَرّ کے معنی محسن، اور بَرّ مطلق وہی ہے جس کی طرف سے تمام نیکیاں اور احسانات ظہور میں آتے ہیں اور بندہ اسی قدر بَرّ ہے جس قدر کہ نیکی کرتا ہے خصوصاً اپنے والدین استاذ اور اپنے شیوخ کے ساتھ۔

روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پروردگار نے بات چیت کی تو انہوں نے پایہ عرش کے سامنے ایک شخص کو کھڑے ہوئے پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شخص کی بلندی منزلت سے متعجب ہوئے اور عرض کیا الٰہی! یہ بندہ کون سے عمل کی بدولت اس درجہ تک ترقی کر گیا۔ فرمایا یہ شخص میرے کسی بندے کے حق میں میری دی ہوئی نعمتوں پر حسد نہیں کرتا تھا اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا تھا۔

یہ تو بندے کی نیکی کی تفصیل ہے، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ جو احسان بے پایاں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی برالرحیم ہے جس نے عاجزوں کو ابرار کا خطاب عطا فرمایا۔ ان کو نعیم کا عطیہ دیا۔ ان کو تخت رفعت پر بٹھا دیا۔ ان کو معرفت ربانی سے ممتاز فرمایا۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۠ (پ 27 طور 28)

ترجمہ: بے شک اس سے قبل ہم اسی کو پکارتے تھے بلاشبہ وہ نیکی کی توفیق دینے والا رحم فرمانے والا ہے۔

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ

(پ 4 آل عمران 193)

ترجمہ: ہمارے رب ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہم سے تمام برائیوں کو دور کر دے اور ہمیں ابراروں کے ساتھ موت دے۔

نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ (پ 4 آل عمران 198)

ترجمہ: وہاں اللہ کی طرف سے مہمانی ہوگی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ابراروں کیلئے بہت بہتر ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۚ

(پ 29 دھر 5)

ترجمہ: بے شک ابرار شراب طہور کے ایسے پیالے پئیں گے جن میں کافور ملا ہوگا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۚ (پ 30 انفطار 13)

ترجمہ: بے شک ابرار نعمتوں میں ہوں گے۔

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝

(پ 30 مطففین 18-22)

ترجمہ: ہاں ہاں بے شک نیک لوگوں کے اعمال نامے علیین میں ہوں گے اور اس کا ادراک کیا ہے کہ علیین کیا ہے وہ ایک مہر کیا ہوا نوشتہ ہے جس پر اللہ کے مقربین حاضر رہتے ہیں۔ بلاشبہ ابرار اللہ کی نعمتوں میں ہوں گے۔

وَبَرًّا ۢ بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (پ16 مریم 14)

ترجمہ: اور وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرتے تھے اور وہ جابر نافرمان نہ تھے۔

وَبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا (پ16 مریم 32)

ترجمہ: اس نے مجھے والد کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا ہے اور اس نے جابر اور بدنصیب نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ ہی برالرحیم ہے جس نے سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام پاک کو ''کِرَامٍ بَرَرَۃٍ'' (عزت والے، نیکوکار فرشتے) سفیروں کے ساتھ نازل فرمایا۔ بے شک اسی کی ذات دائم الاحسان اور کثیرالرحم ہے۔ اس کا استعمال صرف اسم رحیم کے ساتھ ہوا۔

شمس المعارف میں ہے کہ لفظ بَرّ کے معنی حق کے ہیں نیز لفظ برّ اسم مطلق ہے جس سے تمام خوشیاں اور احسان معلوم ہوتے ہیں۔ بندہ بھی اپنی نیکی کے لحاظ سے برّ کہتا ہے خاص کر اپنے والدین اور اساتذہ سے بھلائی کرتے وقت بر کہلایا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے بعد ایک شخص کو عرش کے پایہ کے پاس دیکھ کر تعجب کیا اور پوچھا اے پروردگار! یہ بندہ مرتبہ تک کس طرح پہنچا۔ جواب آیا یہ کسی سے حسد نہیں کرتا تھا، اپنے والدین سے بہتر سلوک سے پیش آتا تھا۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے رسول اور کتابیں دے کر احسان کیا۔ ان رسولوں اور

کتابوں کو قبولیت بھی عنایت کی اور انسان کو عمل کرنے کی ترغیب سمجھائی اور خواہشوں سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے بے حد احسان و اکرام کئے ہیں۔ برزخ میں اس کے احسان یہ ہیں کہ مسلمان اور شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں کھاتی پھرتی ہیں۔ پھر مردوں کو اپنے کرم و احسان سے زندہ کرے گا اور صراط مستقیم پر ثابت رکھے گا تا کہ دوزخ میں گر نہ پڑیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے ایمان کو ابتداء سلام دائیں جانب سے اور قرآن کریم کو آگے سے حاصل کیا اور سنت پر عمل کیا، پھر اس کا کرم ہوگا حوض کوثر سے ایک گھونٹ پلائے گا جس کے بعد کوئی پیاسا نہ رہے گا، پھر یہ احسان ہے کہ جنت میں داخل کر کے اپنے دیدار کا بہت بڑا احسان فرمائے گا اور مزید احسان یہ ہے کہ اس نعمت میں ہمیشہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کا ایک احسان یہ کیا کم ہے کہ اپنے کلام میں اس نے ذاکر کا خادم بنایا فرمایا ہے (وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ) تمام احسانات الٰہی اپنے بندوں پر فرمائے ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کئی دن آپ نے اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ کھانا نہ کھایا۔ جب انہوں نے پوچھا بیٹا ہمارے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھاتے تو عرض کیا اس بات سے ڈرتا ہوں کہ آپ کی نظر کسی چیز پر ہو اور میں کھالوں تو عاق ہو جاؤں گا۔ والدہ محترمہ نے فرمایا خوف نہ کرو تم کو کھانے کی اجازت ہے اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ والدہ کے ساتھ کھانا نوش فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو دیگر امتوں پر قیامت کے دن شاہد بنایا اور استغفار کرنے والوں کے بُرے اعمال کو فرشتوں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔

مسلمانوں کو لازم ہے کہ جو اس سے نیکی چاہے اس سے نیکی کرے خصوصاً فقراء اور مساکین سے پورے خلوص کے ساتھ نیکی کرے تا کہ عجائب ملکوت کے کشف کا سبب بن سکے اور اپنی نفسانی خواہشوں سے مخالفت کرے جو نیک نیتی کے

ساتھ متفرق ریاضتوں کے باعث رب کی معرفت کا ذریعہ ہو کیونکہ نفوس سے اپنے اعمال صالح کے ذریعہ نیکی کرو گے تو اس کے اوصاف تم پر ظاہر ہوں گے جس کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ) روح کے ساتھ نیکی کرنا یہ ہے کہ حقوق الٰہی ادا کرتے رہو، امانت ادا کرو جو تم پر واجب ہے اور نماز پنجوقتہ پڑھتے رہو کیونکہ یہی اساس شرائع اور اسی سے موجودات میں اسرار قدرت کے کشف ہوں گے اور اس کے سبب سے دنیاوی غلامی اور جسمانی ظلمت سے پاک صاف ہو جاؤ گے۔

ذاکر کو لازم ہے ایسی چیزوں کو ترک کر دے جو نفس کو محبوب ہوں کیونکہ استعمال اشیاء دراصل بلاکت روح و پاکیزگی ہے۔ عقل سے ہمیشہ کام لو اور نفس کو پاک و صاف بناتے رہو تاکہ فہم علم نصیب ہو کر علوم باطنی اور حقائق ایمانی تم پر جلوہ گری کریں جن کے باعث تم دریائے عظمت اور مشاہدہ انوار میں تیرا کی کر سکو گے۔

متذکرہ بالا خوبیاں دراصل امہات اور اساس اعمال ہیں جب ان امہات کے ساتھ ہر اسم حاصل کرو گے تو کل مقامات اور راہ سلوک کے ساتھ بے چوں و چرا باغات معارف میں داخل ہو گے جہاں تم پر حقائق کی جلوہ گری ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے کرم و احسان سے جنت میں رہو گے۔

جنت ماؤں کے پیر کے نیچے ہونے میں ماں سے یہی امہات مراد ہیں۔ اسم کا ذاکر والدین کے ادب کی طرف شریعت اسلامیہ کے موافق شروع کرو اور ظاہر و باطن میں شریعت کی مخالفت نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ راہ شریعت پر چلنے والے کو پسند کرتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت ہے: ابتدائی زمانہ میں جب میری عمر دس سال تھی میں رات کو سوتا نہ تھا۔ میری والدہ نے ایک شب مجھے قسم دی کہ میں ان کے بچھونے پر لیٹوں۔ میں اس طرح لیٹا کہ میرا ہاتھ ان کے سر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ مجھے نیند نہ آئی۔ اس حالتمیں دس ہزار مرتبہ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ جو میرا معمول تھا

پڑھا اور ان کے جاگنے کے خیال سے اپنا ہاتھ ان کے سر کے نیچے سے نہ نکالا۔

اپنے مرشد سے نیکی کرنا بڑا درجہ رکھتا ہے اور یہی بقاء کا سبب ہے۔ مرید کیلئے لازمی ہے کہ مرشد سے کوئی پوشیدہ نہ رکھے۔ تاج العارفین شیخ ابوبکر قرشی سے حکایت ہے میں اس لمحے تونس میں تھا کہ آپ کا ایک مرید باقلا لئے آیا اور عرض کیا حضرت اس کا کیا کروں۔ فرمایا افطار کیلئے رکھو۔ میں نے کہا باقلا بھی ایسی چیز ہے جس میں آپ سے دریافت کی ضرورت ہے۔ فرمایا اگر مرید ایک بات بھی پوشیدہ رکھے تو کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔

بندے کو چاہئے کہ خدائے تعالیٰ کی نعمت اور نیکی پر اس کا شکر ادا کرے۔ خلق خدا سے نیکی و احسان کرے خصوصاً ان سے جن کا حکم دیا جیسے ماں باپ رشتے دار، ہمسائے اور باقی اہل حقوق بلکہ مستحقین و غیر مستحقین سے نیکی کرے۔ بیان کرتے ہیں ایک شخص غوث الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مال زکوٰۃ لے کر آیا اور عرض کیا میں مستحق و نا مستحق کو نہیں جانتا۔ ان کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا۔ آپ فرمائیں کہ میں یہ مال کس کو دوں۔ فرمایا مستحق و غیر مستحق دونوں کو دے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھے وہ کچھ عطا کرے جس کا تو مستحق ہے اور وہ کچھ بھی دے جس کا تو مستحق نہیں ہے۔

اس اسم کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اسے اس اسم سے پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اسے زندگی کے ہر شعبے میں نیک اعمال کرنے کی توفیق فرما دیتا ہے۔

اَلتَّوَّابُ

یَاتَوَّابُ (اے توبہ قبول کرنے والے)

اعداد: 409 ☆ خاصیت: جمالی

تواب کا لفظ توبہ سے ہے جس کا مطلب بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔
تواب وہ ہے جو بندوں کیلئے ایسے اسباب مہیا کرتا ہے کہ وہ اس کی نشانیاں دیکھ کر بار بار اس کی طرف رجوع اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور جوان کو طرح طرح کی تنبیہات سے خبردار کرتا ہے اور ڈرا دھمکا کر اپنے راہ پر لاتا ہے۔
یہاں تک کہ جب وہ اس کو پہچان کر اپنی تقصیرات اور گناہوں کا احساس کرتے ہیں تو دھمکی سے خوف کھاتے ہیں اور توبہ کرنے لگتے ہیں اور خدا اپنے فضل سے ان کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔

قرآن پاک میں اسم پاک ''تَــوَّابٌ'' دس مرتبہ آیا ہے۔ سورۃ نور میں (وَاَنَّ اللہَ تَوَّابٌ حَکِیْمٌ) باقی آٹھ مقامات پر (تَوَّابٌ رَحِیْمٌ) اور ایک مقام پر توّابًا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۠ (پ 30 نصر 3)

ترجمہ: پس اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے بخشش مانگیں۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۠

(پ 18 نور 10)

ترجمہ: اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی اور بے شک اللہ توبہ قبول کرنیوالا ہے، حکمت والا ہے۔

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

(پ 1 بقرہ 128)

اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہم سے درگزر کر بے شک تو توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (پ 2 بقرہ 160)

ترجمہ: مگر جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور حق کو ظاہر کردیں تو ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرنے والے ہیں اور میں بڑا توّاب ہوں، رحیم ہوں۔

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(پ 4 نساء 16)

ترجمہ: پھر اگر وہ توبہ کرے اور اصلاح کرے تو ان دونوں سے منہ موڑ لو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے، رحیم ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (پ نساء 64)

ترجمہ: اور پھر جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور آپ کے پاس آئیں پس اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول ان کیلئے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے، رحیم ہے۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (پ 1 بقرہ 37)

ترجمہ: پھر جب آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے تو اس پر ہم نے اسے معاف کردیا بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

الرَّحِیْمُ (پ 1 بقرہ 54)

ترجمہ: تمہارے بنانے والے کے قریب تمہارے لئے یہی بہتر ہے پھر اس نے تمہاری توبہ قبول کرلی، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ (پ 11 توبہ 104)

کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے صدقہ کو بھی قبول کرلیتا ہے، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا، رحم والا ہے۔

ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

(پ 11 توبہ 118)

ترجمہ: تب اللہ نے ان پر رحم فرمایا تاکہ وہ توبہ کرلیں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تواب ہے جسکی بنا پر وہ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ بندہ جب گناہ کرتا ہے پھر اللہ اسے توبہ کی توفیق بخشتا ہے تو بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ اسے بخش دیتا ہے پھر جب تک اللہ تعالیٰ توفیق عطا کئے رکھتا ہے تو وہ گناہ سے باز رہتا ہے مگر پھر بندہ گناہ کر بیٹھتا ہے اور اللہ اسے پھر توبہ کی توفیق بخشتا ہے بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ پھر اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اس طرح ہر انسان کی زندگی گزرتی جارہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ تواب نہ ہوتا تو پھر ہماری زندگی کیسے گزرتی۔

توبہ کا معنی ہے گناہ سے لوٹ آنا۔ اصل معنی رجوع ہے جب اس کی نسبت بندے کی طرف کرتے ہیں تو مراد یہ ہوتی ہے کہ گناہوں سے رجوع کرلینا اور اگر اس کی نسبت خدائے تعالیٰ کی جانب ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کیلئے رحمت اور توفیق کا ارادہ پھر اللہ تعالیٰ ہی توبہ کے اسباب پیدا کرتا اور

بندے کو اس کی توفیق دیتا اور خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ڈر اور خوف کی چیزیں اس کے سامنے لاتا اور معاصی کے نتائج کی برائی پر متنبہ کرتا ہے۔ پس بندہ توبہ اور ندامت کے ذریعے رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر فضل و کرامت سے رجوع فرماتا ہے۔ بندے کو چاہئے کہ ہمیشہ امید کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہے، ناامیدی کا دروازہ بند کردے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ طلب کرے، گناہوں پر پشیمان ہو، اپنے عبرت کے دونوں کان کھلے رکھے۔ توبہ کرنے میں دیر نہ کرے اور موت سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرے کہ حکم کی بجاآوری کرے۔

حکایت: عیسیٰ بن عیسیٰ وزیر اپنے درباریوں کے جمگھٹے میں جارہا تھا اور لوگوں کو راستے سے ہٹایا جارہا تھا جس طرح کہ وزیروں کی عادت ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے۔ اس وقت ایک بڑھیا راستے پر بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا کتنی مرتبہ کہو گے کہ یہ کون ہے؟ سنو، یہ ایک بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی عنایت کی آنکھ نے دور کردیا ہے اور اس حال میں مبتلا کردیا ہے۔ عیسیٰ بن عیسیٰ نے یہ بات سن لی اور اپنے محل کی طرف واپس آ گیا۔ وزارت چھوڑ دی توبہ کی دولت سے مشرف ہوا اور مکہ معظمہ میں آ کر خانہ کعبہ کا مجاور بن گیا۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کی لغزشوں پر درگزر کرے۔ اگر وہ عذرخواہی اور توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول کرے اور کرم و انعام کے ذریعے ان کی طرف رجوع کرے۔

جو شخص چاشت کی نماز کے بعد یہ دعا سو دفعہ پڑھتا ہے (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ) یعنی اے اللہ مجھے بخش دے، میری توبہ قبول کر، بے شک تو التواب الرحیم ہے۔ اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سراپا رحمت ہیں۔ اس لئے اس کا توبہ قبول کرنا بھی ضروری ہوا۔ اسم تواب کے معنی اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائے ہیں۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ

مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○

(پ 4 النساء 17-18)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو نادانی سے ایسا کام کر بیٹھتے ہیں۔ پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں تو ایسے لوگوں کی توبہ اللہ قبول کر لیتا ہے۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو ساری عمر برائی کرتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی پر موت آنے والی ہو جاتی ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہماری توبہ۔ ایسی توبہ قبول نہیں اور نہ ہی کفر پر مرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے بہت دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ

(پ 25 شوریٰ 25)

ترجمہ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ (پ 24 مومن 3)

ترجمہ: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گناہ کا ترک کرنا، گزشتہ پر ندامت کا اظہار کرنا، آئندہ برے فعل کے نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا، تدارک مافات کرنا ہے تو پھر ایسی توبہ کی قبولیت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جس کے پہلو میں دردمند اور رحم آمیز دل

نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر بندہ دن میں سو بار گناہ کرے اور پھر توبہ کرے (لیکن شرط ہے کہ توبہ کرتے وقت گناہ کا ارادہ نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ سو بار ہی توبہ قبول کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

(پ 28 التحریم، آیت 8)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے حضور توبہ کرو جو توبۃ النصوح کہلاتی ہے یعنی سچی توبہ۔ شاید کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے دور کردے اور تمہیں جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

توبۃ النصوح یعنی خلوص دل سے توبہ یہی ہے کہ اس فعل کے دوبارہ کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر انسان گناہ نہ کرتا تو میں اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور مجھ سے مغفرت کی طالب ہوتی اور میں اس کی توبہ قبول کرتا اور یہ اس لئے کہ اگر انسان گناہ نہ کرے تو خدا تعالیٰ کی بہت سی صفات کا اظہار نہ ہو۔ مثلاً صفت توابیت، عفووکرم، رحمٰن ورحیم وغیرہ۔ یہی مقصود اس حدیث قدسی کا ہے جس میں ارشاد ربانی ہے کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے جب اپنے ظہور کا ارادہ کیا تو انسان کو پیدا کیا۔

یعنی اگر مخلوق پیدا نہ کرتا تو خدا کے جاننے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا اور نہ اس کی صفت خلقت ظاہر ہوتی اور جب مخلوق نہ ہوتی تو بقیہ صفات کا بھی اظہار نہ ہوتا۔

اس اسم سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ انسان گناہوں سے توبہ کرے اور ہر حال میں خدا سے رجوع کرے اور اپنے ماتحتوں اور دوستوں کے عذر قبول کرے اور ان کی غلطیاں یکے بعد دیگرے معاف کرتا رہے۔

اَلْمُنْتَقِمُ

يَا مُنْتَقِمُ (اے بدلہ لینے والے)

اعداد: 630 ☆ تاثیر: جلالی

اَلْمُنْتَقِمُ کا مطلب انتقام لینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجرموں کو سزا دیتا ہے، دین کے دشمنوں، سرکشوں اور کافروں سے خوب بدلہ لیتا ہے اس لحاظ سے وہ منتقم ہے۔

امام بونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ منتقم وہ احکم الحاکمین ہے جو نافرمانوں اور سرکشوں کو عذاب کی تنبیہ کرتا اور عذاب سے قبل مہلت اور فرصت دیتا ہے۔ اس عرصہ میں ان کو خوف بھی دلاتا ہے تاکہ اپنے کرتوت سے باز آجائیں۔ یہ طریقہ انتقام جلد عذاب دینے سے زیادہ دردناک ہے۔ لوگوں کو انتقام اس طرح لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یا سب سے بڑے اپنے دشمن نفس سے انتقام لیں۔ انتقام کا وقت وہ ہے جب وہ گناہ کا مرتکب ہو یا عبادت الٰہی میں خلل ڈالتا ہو۔

منتقم وہ ہے جو سرکشوں کی گردنیں توڑتا اور باغیوں کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور اس کی یہ سخت گیری اس وقت ہوتی ہے جب وہ اتمام حجت کر چکتا ہے اور نافرمانوں کو باز آنے کیلئے مہلت و قدرت دے لیتا ہے۔ ایسا انتقام فوری عذاب کی بہ نسبت زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ اگر فی الفور عذاب نازل کیا جائے تو نافرمان پورے طور پر گناہ میں غرق نہ ہوگا اور اس سے وہ انتہائی عذاب کا مستوجب قرار نہ پائے گا۔

انسان اللہ کے بدلہ لینے کی تاب کہاں لا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بھی معاف کرتا ہے اور درگزر کرنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ جب لوگ بڑی بڑی غلطیاں کرتے

ہیں اس کے بندوں پر ظلم کرتے ہیں، حسد کی بنا پر انہیں تنگ کرتے ہیں تو وہ پھر انہیں ڈھیل دے دیتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اب بھی وہ برائیوں کو چھوڑ دیں مگر جب کسی بندے کا ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے اور وہ حد سے گزر کر حد کو توڑ دیتا ہے تو پھر وہ انسان کو بار بار سمجھاتا بھی ہے لیکن پھر بھی اگر وہ انسان نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آئے اور نظام کائنات میں برے اثرات پیدا کرے تو اسے عبرت کے طور پر اللہ تعالیٰ پکڑ لیتا ہے اور ایسا بدلہ لیتا ہے کہ اس کی نسلیں بھی یاد کرتی ہیں۔ اس لئے اگر کوئی نیک انسان دوسروں کے ظلم سے تنگ آ کر اللہ کو اس صفت سے پکارے تو اللہ تعالیٰ ظالموں سے اس پر ظلم کرنے کا بدلہ لیتا ہے۔ اس لئے اس اسم کا ورد صرف اس صورت میں کرنا چاہئے جبکہ بات حد سے گزر جائے۔

سورۃ آل عمران، مائدہ، ابراہیم اور زمر میں ذوانتقام آیا ہے اور ان چاروں مقامات پر اسم عزیز کے ساتھ تو یہ ظاہر ہے کہ مجرم کو سزا دینے کیلئے غلبہ و طاقت کی ضرورت ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ (پ 3 آل عمران 4)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ان کیلئے شدید عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ (پ 7 مائدہ 95)

ترجمہ: اور جو پھر گیا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ؕ (پ 13 ابراہیم 47)

ترجمہ: پس ایسا خیال نہ کریں کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ پورا نہیں

کرے گا بے شک اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ

(پ 24 زمر 37)

ترجمہ: اور جسے اللہ ہدایت کی راہ پر لگا دے تو اسے اور کوئی بہکانے والا نہیں کیا اللہ غلبے والا بدلہ لینے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بندوں سے انتقام لینا انہیں ڈرانے اور مہلت دینے کے بعد نہایت سخت و شدید ہو جاتا ہے اور ان سے بدلہ لینے میں جلدی کرتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کافروں، سرکشوں سے ان کے کفر و سرکشی کی وجہ سے انتقام لیتا ہے مگر عاصی اور فاسق لوگوں کے بارے میں یہ ہے کہ اگر چاہتا ہے سزا دیتا ہے، چاہتا ہے تو درگزر کر دیتا ہے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ع

(پ 25 زخرف 25)

ترجمہ: تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا پس دیکھ لیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ لا

(پ 25 زخرف 55)

ترجمہ: پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور تمام کو غرق کر دیا۔

بندہ کا مبارک انتقام یہ ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے انتقام لے اور تمام دشمنوں میں سے زیادہ سخت دشمن نفس ہے پس جب وہ کسی گناہ کے قریب جائے یا کسی عبادت کے کام میں سستی کرے تو اس کو سزا دینی چاہئے جیسے کہ بایزید سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

ایک رات میرے نفس نے بعض اپنے مقررہ اوراد و وظائف میں سستی کی تو میں نے اس کو یہ سزا دی کہ سال بھر اس کو پانی نہ پینے دیا اور پیاسے مارا۔

بندے کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بچتا رہے۔ معاصی سے اجتناب کرے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ حدود احکام شرع کی پوری پوری حفاظت کرے۔ نرمی اور چشم پوشی کو قریب نہ آنے دے بلکہ دشمنان دین سے انتقام لے۔ انسان کا دشمن ترین اس کا نفس امارہ ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ جب وہ معصیت و نافرمانی کا ارتکاب کرے یا عبادت میں کوتاہی کرے تو اس سے انتقام لے اور اسے سزا میں ڈالے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میرے نفس نے ورد و وظیفہ میں سستی کی تو میں نے اسے سزا میں ڈالا۔ وہ اس طرح کہ پورا ایک سال اسے کھانے پینے کی چیز نہ دی۔

بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے عداوت رکھے اور ان سے انتقام لے اور جہاد اسی انتقام کا ایک نمونہ ہے اور اپنے نفس سے اس کے گناہوں پر مواخذہ کرتا اور اسے سزا دیتا رہے۔ نفس میں جس قسم کا عیب ہو اسی قسم کی سزا بھی ہو اور یہ سزائے نفس وہ ہے جسے اصطلاح صوفیاء میں ریاضت و مجاہدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اَلْعَفُوُّ

یَا عَفُوُّ (اے درگزر کرنیوالے) اعداد: 156 ☆ تاثیر: جمالی

اَلْعَفُوُّ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور نافرمانیوں سے درگزر فرماتا ہے۔ اس لحاظ سے اس لفظ کے معنی غفور کے قریب قریب ہیں لیکن اس میں درگزر کرنے کی کثرت ہے کیونکہ غفر کا مطلب پردہ پوشی اور چھپانا ہے پس غفور وہ ہے جو گناہوں کو چھپائے اور

ان پر پردہ ڈالنے اور عفو کا مطلب گناہوں کو مٹا دینا ہے۔

عفو وہ ہے جو گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور تقصیرات سے درگزر کرتا ہے اور غفور کے قریب قریب ہے لیکن عفو میں زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ غفران میں پردہ ڈالنے کے معنی شامل ہیں اور عفو میں مٹا دینے کے معنی داخل ہیں اور مٹا دینا پردہ ڈالنے کی بہ نسبت ابلغ ہے۔

سیئات کو معاف کرنے والا، معاصی سے درگزر کرنے والا۔ اس لفظ کا معنی غفور کے معنی کے قریب ہے لیکن غفور سے یہ زیادہ بلیغ ہے کیونکہ لفظ غفران ستر و کتمان کے معنی سے خبر دیتا ہے۔ پس غفار کا معنی ہوا گناہوں کو چھپانے والا اور عفو مٹانے کو ظاہر کرتا ہے۔ بندہ کتنا ہی گنہگار ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا امیدوار رہتا ہے۔ لہٰذا کسی مجرم کی پیشانی پر در کا ہاتھ نہیں رکھ سکتے (اسے مردود قرار نہیں دے سکتے) شاید کہ اللہ تعالیٰ کرم نوازی کرتے ہوئے بخش دے اور اسے شرع اور احکام دین قائم کرنے کی توفیق عطا کردے۔

قرآن کریم میں یہ اسم پانچ مقامات پر آیا ہے۔ چار جگہ اسم غفور کے ساتھ اور ایک جگہ اسم قدیر کے ساتھ۔ ان استعمالات سے اس لفظ کی معنویت کے سمجھنے میں مزید مدد ملتی ہے اور عفو و درگزر کے مراتب کا بھی علم ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (پ 5 نساء 43)

ترجمہ: بے شک اللہ درگزر فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا

(پ 5 نساء 99)

ترجمہ: تو یہی لوگ ہیں کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے گا اور اللہ درگزر فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ

اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (پ 17 ج 60)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جس نے تکلیف پہنچنے کے مطابق اپنا بدلہ اسی مثل لیا پھر اگر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ اس کو ضرور مدد فرمائے گا بے شک اللہ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ (پ 28 مجادلہ 2)

عفو درگزر کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ گنہگار کو گناہ کی سزا دینے سے چھوڑ دیا جائے یعنی اسے مہلت دے دی جائے کہ وہ اپنی حالت درست کر لے اور سنبھلنے کے موقع سے فائدہ اٹھائے اور یا یہ مطلب کہ اسے معاف کر دیا جائے یعنی اس کی سزا ساقط کردی جائے جو اس کے گناہوں کا لازمی تقاضا تھی۔ یا یہ مفہوم کہ بندہ سے عمل کے جو تقاضے تھے ان تقاضوں کو ساقط کر دیا جائے اور کمزور عمل کو بھی قبول کر لیا جائے۔

عفو درگزر کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ گناہوں پر بھی پردہ ڈال دیا جائے۔ غفور کے ساتھ اس اسم کے استعمال سے شاید اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ غفران کا معنی ڈھانپ دینا ہے۔

اور تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ گناہ کو یکسر مٹا دیا جائے۔ غفور کے ساتھ اس لفظ کے اضافے سے یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ وہ غفور ہے کہ بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے اور ''عفو'' ہے کہ صرف پردہ ہی نہیں ڈالتا بلکہ گناہوں کو مٹاتا بھی ہے۔ مزید یہ کہ وہ صرف گناہوں کو مٹاتا ہی نہیں بلکہ گناہوں کے کانٹوں کو نیکیوں کے پھولوں میں تبدیل کرتا ہے۔

اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا (پ 6 نساء 149)

ترجمہ: پھر عفو کے ساتھ قدیر کا استعمال شاید یہ بتانے کیلئے ہے کہ

پروردگار کا یہ عفوودرگزر کسی کمزور کی مہربانی نہیں بلکہ اس کی طرف سے ہے جو ہر وقت گرفت اور پاداش کی قدرت رکھتا ہے اور معاف کرنا چاہے تو کوئی اسے سزا دینے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا (پ ۹ اعراف 95)

ترجمہ: پھر ہم نے برائی کو اچھائی سے بدل دیا حتیٰ کہ درگزر کیا۔

اس اسم سے بندہ کا حصہ مخفی نہیں ہے اور وہ یہ کہ جو شخص اس پر ظلم کرے وہ اس کو معاف کرے بلکہ اس کے ساتھ احسان کرے جس طرح اللہ تعالیٰ دنیا میں سرکشوں اور کافروں کے ساتھ احسان کررہا ہے اور ان پر فی الفور عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ کبھی ان کو توبہ پر اکساتا ہے اور جب وہ لوگ توبہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ مٹا دیتا ہے کیونکہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں اور گناہ معاف کرنے کا یہ انتہائی درجہ ہے۔

اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کی تقصیرات و جرائم جو تیرے ساتھ کئے، ان سے درگزر کرے تاکہ درجہ اَلْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے) کو پالے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کے ساتھ اس کے اعمال لکھنے کیلئے فرشتے معین فرمائے ہیں لیکن قیامت کے روز جس بندے کے ساتھ خدا تعالیٰ عفووکرم کا ارادہ فرمائیں گے اور اس کے اعمال نامے اس کے ہاتھ میں دیئے جائیں گے تو وہ اعمال نامے صاف ہوں گے یعنی ان پر کچھ لکھا ہوا نہ ہوگا جس سے وہ یہ سمجھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (التوبہ)

اور وہ، وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتی اور بہت سوں کو معاف کرتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ ھٰؤُلَآءِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
اے اللہ! ہم کو ایسے ہی لوگوں سے کر دیجئے تحقیق تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

اس میں بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی غلطیوں سے درگزر کرے اور اگر کوئی اس پر ظلم کرے تو اسے معاف کرے بلکہ اس کے ساتھ احسان اور سلوک کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کی کثرت کے باوجود ان کے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے باوجود انہیں رزق عطا کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل فرماتا ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث پاک میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس وقت کیا دعا کروں، تو تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھلائی:

(اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ)

ترجمہ: یااللہ تو عفو ہے معافی دینا تجھے بہت پیارا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے۔

کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس اسم کا ذاکر ہمیشہ اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے اور اس کی ہر قسم کی کوتاہیوں سے درگزر فرما کر معاف فرماتا ہے۔ یہ اللہ کا کتنا کرم ہے کہ ہمارے گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں وہ پھر بھی ہمیں معاف فرمادیتا ہے بشرطیکہ خلوص دل سے اس سے معافی طلب کی جائے۔

اَلرَّءُوْفُ

یَارَءُوْفُ (اے شفقت کرنے والے)

اعداد: 286 ☆ خاصیت: جمالی

رؤف کا لفظ رافت سے بنا ہے اس کا مطلب انتہا درجے کی مہربانی اور شفقت کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کمال شفقت کرتا ہے، اس لحاظ سے وہ رؤف ہے۔ ایک اور قول کے مطابق بھی رؤف رافت سے مشتق ہے جس کے معنی زیادتی رحمت کے ہیں اور بعض نے رحمت کو عام اور رافت کو خاص بتایا ہے کیونکہ رحمت کے معنی میں دفع ضرر کے علاوہ افعال و انعام بھی شامل ہیں یعنی طبیعت کی ایسی نرمی اور مہربانی جس پر دوسرے کی تکلیف اور نقصان انتہائی شاق گزرے اور وہ رفع ضرر اور ازالہ مکروہات کیلئے بے چین ہوجائے۔ رحمت کا بھی تقریباً یہی مفہوم ہے لیکن اس میں عموم ہے اور رافت میں خصوصی یعنی رحمت ایک بارش ہے جو سب پر برستی ہے اور ہر کوئی بقدر ظرف اس سے حصہ پاتا ہے لیکن رافت کا مورد نقصان وضرر کے مواقع ہیں۔ مزید براں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رحمت کافر و مومن میں امتیاز نہیں کرتی بالخصوص دنیا میں کہ مومن بھی رزق پا رہا ہے اور کافر بھی۔ نعمتوں سے شاد کام جس طرح مومن ہورہا ہے ویسے ہی کافر بھی مگر رافت مومنین کے ساتھ مخصوص ہے۔ دیکھئے کس طرح مومن کے حالات میں تغیر احکام میں تغیر کا سبب بن جاتا ہے۔ مثلاً حالت صحت و طاقت میں نماز کی کیفیت اور ہے اور بیماری میں ہمت اور طاقت کے مطابق حتیٰ کہ بیماری میں روزے قضا کرنے اور حج مؤخر کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم مشروع کردیا گیا۔ حالت سفر میں نماز میں

تخفیف کردی گئی اور روزے میں تاخیر روا رکھی گئی ہے۔ حالت جنگ میں پہنچنے والا زخم زاد آخرت بنا دیا گیا اور شہادت کو زندگی قرار دی گئی۔ یہ سب پروردگار کی صفت رافت کا ظہور ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ○ (پ2 بقرہ 207)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے فروخت کرتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت فرمانے والا ہے۔

تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ○ (پ3 آل عمران 30)

ترجمہ: وہ چاہے گا کہ کاش میرے عمل اور اس دن کے درمیان بہت فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت شفقت فرمانے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (پ 2 بقرہ 143)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر رؤف ہے، رحیم ہے۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ11 توبہ 117)

ترجمہ: باوجود اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جانے کے قریب تھے تو اللہ نے ان پر توجہ فرمائی، بے شک وہ ان پر شفقت کرنے والا رحم والا ہے۔

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ14 نحل 7)

ترجمہ: اور وہ تمہارے سامان اٹھا کر شہروں میں لے جاتے ہیں جہاں تم جسمانی شفقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے ہو، بے شک تمہارا رب شفقت فرمانے والا رحم کرنے والا ہے۔

اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

(پ 14 نحل 47)

ترجمہ: یا انہیں اس وقت پکڑ لے جبکہ وہ خوفزدہ ہو چکے ہوں بے شک تمہارا رب رؤف ہے، رحیم ہے۔

وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (پ 17 حج 65)

ترجمہ: اور آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے اگر اس کا حکم ہو تو ایسا ہو سکتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی کرنے والا رحم والا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ع

(پ 18 نور 20)

ترجمہ: اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور بلاشبہ اللہ شفقت والا رحم والا ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ع

(پ 28 حشر 10)

ترجمہ: اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کیلئے بغض نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے رب بے شک تو شفقت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

قرآن پاک میں دو مقامات پر ''رؤف بالعباد) یعنی رؤف کا استعمال انفرادی طور پر ہوا ہے جبکہ سات مقامات پر (رؤف رحیم) مرکب حالت میں۔ گویا رؤف رحیم بھی رحمن الرحیم کے معنی میں برابر ہو جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ رحمن

الرحیم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہہ سکتے مگر ان ہر دو اسماء کا اطلاق مومنین کے تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی فرمایا گیا ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کی عظمت آشکار ہے۔

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ 11 توبہ 128)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول پاک تشریف لائے، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ مومنوں پر مہربانی اور رحم کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ رؤف رحیم عفویت کے ساتھ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤف رحیم خصوصیت کے ساتھ ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ وہ رؤف ہیں کہ اس کی شفقت کا احسان تمام مخلوق پر بلاکسی استحقاق اور بلاکسی درخواست کے عام ہے۔ ان حالات کے ساتھ احسان ونوازش انعام و پرورش فرمانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

بندے کو چاہئے کہ جو اس پر ظلم کرے اسے معاف کر دے اور اس سے پہنچنے والی تکلیف کی بنا پر اس سے اچھا برتاؤ ختم نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اور معاف کردیں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو ایسا کرے گا اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ایسا برتاؤ کرے کیونکہ کریموں سے بڑھ کر کریم اور مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے پناہ شفقت اور مہربانیاں کرنے والا ہے۔ اس لئے جو شخص اسے رؤف کہہ کر پکارتا ہے اللہ اس پر اپنی مہربانیوں کے

دروازے کھول دیتا ہے۔

ایسے مریدین اور سالکین جو اللہ کی محبت میں بے پناہ پریشانیاں برداشت کر رہے ہوں تو اس حالت میں اس اسم کو پڑھنے سے پریشانیاں کم ہوجاتی ہیں اور منزل پر پہنچنے میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی صاحب کشف اس کے اسرار دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس اسم کو رمضان المبارک کی راتوں میں کثرت سے پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس اسم کی معرفت اور اسرار کھول دے گا۔

مَالِكُ الْمُلْكِ

يَا مَالِكَ الْمُلْكِ (اے ملکوں کے مالک)

اعداد: 212 ☆ خاصیت: جلالی

مالک الملک وہ ذات ہے جو اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور اس کے فیصلہ اور حکم کو کوئی رد کرنے والا نہ ہو۔ وہ اپنے ملک میں اپنی مرضی سے جو چاہے، جیسے چاہے نافذ کرے، ایجاد کرے، معدوم کرے، باقی رکھے، فنا کرے۔ یہاں ملک سے مراد مملکت ہے اور مالک کا معنی ہے قدرت والا۔ تمام موجودات ایک ہی مملکت ہے۔ اگر زیادہ ہوں تو بھی وہی ان کا مالک ہے۔

مالک وہ ہے جو مکمل قوت رکھتا ہے اور تمام موجودات اس کی مملوک ہیں۔ وہی سب کا مالک و مختار ہے اور قادر مطلق ہے۔ تمام موجودات ایک مملکت ہے جن میں سے بعض سے مربوط ہیں جیسے انسان جو ایک ہے لیکن جس کے اعضاء مختلف ہیں لیکن تمام اعضاء ایک ہی وجود کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح کائنات کے اجزاء اعضاء انسانی کی طرح ہیں جو مقصود کی مدد کرنے میں ایک ہیں اور یہی کمال ملک ہے جس کی وجود الٰہی بسبب تعظیم متقاضی ہے۔ رابطہ واحدہ دراصل اللہ کی ملکیت ہے جس کا اللہ تعالیٰ

مالک ہے۔ اسی طرح ہر انسان کی مملکت اس کے بدن میں ودیعت ہے اور اس کی مشیت انسان کے صفات قلب وجوارع میں نافذ ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مالک الملك اور قادر مطلق ہے۔

جب انسان دنیا میں آتا ہے تو بالکل خالی ہاتھ ہوتا ہے نہ اس کے قبضے میں کوئی زمین ہوتی ہے نہ باغ، نہ دکان۔ وہ ایک چھوٹی کوڑی کا مالک بھی نہیں ہوتا اور جب اس دنیا سے جاتا ہے تو اس کے ساتھ نہ اس کی دکان جاتی ہے نہ مکان اور نہ روپیہ۔ جب بڑا ہوجاتا ہے تو مالک و مکان اور باغ کا مالک ہوجاتا ہے اور صرف انہی چیزوں کا نہیں بلکہ سینکڑوں چیزوں کا مالک بن جاتا ہے۔ کیا وہ یہ چیزیں ساتھ لایا ہے؟ اور کیا اپنے ساتھ لے جاتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو کیا پھر وہ ان چیزوں کا مالک ہوا؟ اگر وہ ان چیزوں کا ملک ہوتا تو انہیں ساتھ لے جاتا۔ دوسروں کیلئے ہرگز نہ چھوڑتا اور اگر واقعی مالک ہوتا تو انہیں اپنے ساتھ لاتا۔ معلوم ہوا کہ مالک حقیقی کوئی اور ہی ہے نہ انسان نہ اس کے باپ دادا اور نہ بیٹے پوتے۔ اصلی مالک وہی تھا، وہی ہے اور وہی رہے گا۔ البتہ اس کے کارندے بدلتے رہتے ہیں۔ گویا اس ساری کائنات کا مالک وہی ٹھہرا کیونکہ اصل مالک تو وہ ہوتا جس کی ملکیت کو سلب نہ کیا جاسکے اور جب انسان کی ملکیت اس کے مرتے ہی سلب کرلی جاتی ہے تو مالک نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز حقیقت میں اسی کی ہے۔ انسان کی ملکیت مجازی ہے اور چندروزہ ہے۔

مالک الملک یعنی اس کا حکم اور مشیت اس کے ملک میں نافذ ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ بعض اشیاء کو وجود بخشتا ہے، بعض کو نیست و نابود کرتا، بعض کو باقی رکھتا اور بعض کو فنا کردیتا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (پ 1 بقرہ 107)

ترجمہ: کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک زمین اور آسمانوں کی بادشاہت اسی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ کوئی مددگار ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (پ 2 بقرہ 247)

اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک عطا فرما دیتا ہے اور اللہ واسع ہے، علیم ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ (پ 6 مائدہ 17)

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس پر اللہ کی بادشاہت ہے وہ جو چاہے پیدا کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ز وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ

(پ 6 مائدہ 18)

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا ملک ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (پ 6 مائدہ 40)

ترجمہ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بے شک آسمانوں اور زمین کی مملکت اللہ کیلئے ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ط وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ع (پ 7 مائدہ 120)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے ان پر بادشاہی اللہ ہی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ط عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ط

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ (پ7انعام73)

ترجمہ: جس دن وہ صور پھونکے گا تو اسی کی حکومت ہوگی۔غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہےاور وہ حکیم ہے،خبیر ہے۔

اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (پ9اعراف158)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کا بادشاہ وہی ہےاس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ کرتا ہےاور موت دیتا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (پ18نور42)

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ (پ19فرقان26)

ترجمہ: اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہوگی۔

اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّـهٗ شَرِيْكٌ فِی الْمُلْكِ (پ18فرقان2)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے اور اس کی کوئی اولاد نہیں اور اس کی مملکت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

ذٰلِـكُـمُ اللّٰهُ رَبُّـكُـمْ لَـهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّـذِيْـنَ تَـدْعُـوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ (پ22فاطر13)

ترجمہ: یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے بادشاہت اسی کی ہے اور جنہیں تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ تو گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَـهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ (پ23زمر6)

ترجمہ: یہ تمہارا اللہ ہے جو تمہارا رب ہے مملکت اس کی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کس طرف پھرے جارہے ہو۔

وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (پ25 زخرف 85)

ترجمہ: اور وہ برکت والا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس پر ان کی بادشاہی ہے اور قیامت کا علم اس کے پاس ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ26 فتح 14)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی مملکت اسی کی ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ مغفرت کرنے والا بڑا ہی رحیم ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (پ27 حدید 5)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی مملکت اللہ ہی کی ہے اور تمام امور کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ؗ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پ28 تغابن 1)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ مملکت اسی کی ہے اور حمد بھی اسی کیلئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ؗ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨ (پ29 ملک 1)

ترجمہ: وہ بڑی برکت والا ہے جس کے اختیار میں مملکت ہے اور وہی ہر

چیز پر قادر ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مالک الملک وہ ہے جو اپنے ملک میں جس طرح چاہتا ہے حکم جاری کرتا ہے، جسے چاہتا ہے جلاتا ہے جسے چاہتا مارتا ہے۔

اس اسم میں ملک کے معنی مملکت ہیں اور مالک کے معنی پوری قدرت والا اور تمام موجودات ایک مملکت ہیں جن کا وہ مالک اور سب پر قادر ہے۔ موجودات سب کی سب ایک مملکت ہے کیونکہ وہ ایک دوسری کے ساتھ وابستہ ہیں۔ گویا ایک جہت سے وہ اشیاء بکثرت ہیں مگر دوسری جہت سے ان میں وحدت پائی جاتی ہے اور اس کی مثال بدن انسانی ہے جو انسان کی ایک مملکت ہے اور اس میں بہت سے اعضاء اور اجزا پائے جاتے ہیں لیکن وہ سب کے سب صرف اپنے ایک مدبر کی غرض پوری کرنے میں ایک دوسرے کی مدد و اعانت میں مصروف ہیں۔ لہٰذا ان سب کا مجموعہ گویا ایک مملکت ہے اسی طرح تمام عالم گویا ایک ہی وجود ہے اور عالم کے اجزاء اس کے اعضاء ہیں جو ایک ہی مقصود پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وجود الٰہی کے موافق جس خیر کا حاصل ہونا ممکن ہو وہ حاصل ہو جائے اور وہ ایک ہی مملکت اس لئے ہے کہ اس کے تمام کاروبار ایک ہی نظم و نسق کے سلسلے میں مرتبط رہیں اور صرف اللہ اس مملکت کا مالک ہے اور ہر بندہ کی مملکت اس کا وجود ہے اور چونکہ صفات قلب اور جوارح میں اس کا حکم جاری رہتا ہے اس لئے وہ اپنی قدرت حاصلہ کے موافق اس اپنی مملکت کا مالک ہے۔

انسان کا اس اسم پاک میں نصیب یہ ہے کہ اسی ذات پاک کا غلام بن کر رہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی عزت سمجھے۔ غیراللہ سے اپنی حاجت کسی صورت بھی طلب نہ کریں کیونکہ حاجت روائی اور مشکل کشائی صرف اسی ذات پاک کا خاصہ ہے اور نفع نقصان کا صرف وہی مالک ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس اسم سے پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صاحب ملک یعنی دنیاوی اسباب اور ذرائع کا مجازی مالک بنا دیتا ہے اور ہر لحاظ سے وہ صاحب عزت ہو جاتا ہے۔

ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (اے جلال اور عزت والے)

اعداد: 1100 ☆ خاصیت: جلالی

اس اسم میں دو صفات یکجا ہیں ایک جلال اور دوسرا اکرام۔ جلال سے مراد بزرگی جلالت جاہ وحشم شان وشوکت، رعب، عظمت اور بے حد قوت والا ہے۔ اکرام کا مطلب عطا اور کرم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب جلال ذات ہے یعنی دنیا میں جو تعظیم اور عزت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہے، اصل جلالت اسی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ (پ 27 رحمٰن 27)

ترجمہ: اور آپ کے صاحب جلال اور اکرام والے رب کو بقاء ہے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ (پ 27 رحمٰن 78)

ترجمہ: آپ کے رب کا نام بڑی برکت والا ہے جو صاحب جلال اور صاحب اکرام ہے۔

وہ ذات ہے جو تمام جلال وکمال کی واحد سزاوار ہو اور تمام کرامت ومکرمت اسی سے صادر ہو۔ پس وہ جلال کی سزاوار فی ذاتہ ہے اور کرامت اس کی طرف سے خلقت کو پہنچتی ہے۔ خلقت کے حق میں اس کی جو کرامت ہے وہ شمار نہیں کی جاسکتی۔

شمس المعارف میں ہے کہ اکرام کے معنی انعام ہیں یعنی ہر مطیع اور گنہگار مومن وکافر پر اس کی مسلسل نعمتیں اور افضال واکرام جاری ہیں جبکہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ یہیں فرمایا یہ کرم تمام عالم انسانی پر ہے لیکن وہ کرم جو مسلمانوں سے مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اپنی خدمت کیلئے بنا کر اپنی قدرت کے اسباب اسے سکھائے اور حقائق مراتب پر مطلع کیا اور اپنے نبی مکرم کی زبان ان سے وعدہ کرم فرمایا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا کرم ہوگا کہ اس نے ہمیں اصحاب یمین سے کیا ہے۔ اس کا دنیاوی کرم یہ بھی ہے کہ قلب کو مع اجزا کے معلق کیا ہے۔ آخرت کی نعمت یہ ہے کہ اجزائے اعمال کو پورا دیا جائے گا اور اس کا جلال تمام اکوان پر حاوی ہے جس کے باعث دنیا میں اس کا دیدار نہیں ہوسکتا۔ قیامت کے بعد جنت میں دیدار عام ہوگا اور ناظر کی نظر میں انوار روشنی جگمگ جگمگ کریں گے جن سے آنکھوں میں نئی قوت ادراک پیدا ہوگی جس سے نظر جنت میں کامیاب ہوگی۔ اللہ کریم کا وجود بذاتہ تاثیر ہے۔

جن وانس کیلئے عظمت وجلال ابتدائی حالتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احوال میں استغراق اور فنائے انتہائی کے امکان ہیں جو اول حال ہے جس پر صفت جلال کی جلوہ گری ہوگی اور متوسط پر بسط ظاہر ہوگا اور جو انتہا میں ہو اس پر ظاہری و باطنی تمکین احوال کی صورت گری ہوگی۔

ابن جلاں حکایت بیان کرتے ہیں: میں اونٹ پر سوار تھا کہ اونٹ کا پاؤں ریت میں دھنس گیا تو میں نے کہا اللہ جل اللہ تو اونٹ نے بھی کہا جل اللہ اونٹ میں یہ کہنے کی قوت دو اسباب سے تھی ایک یہ کہ اونٹ اللہ کا قصد کرنے والا تھا جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شاہد ہے لَوْ كُنْتُمْ فِي جَبَلٍ لَجِئْتُمْ عَلَى اللهِ اور دوسرا سبب یہ تھا کہ اونٹ کثافت کے باوجود جب ابتدائی احوال جلال برداشت نہ کرسکا تو اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال جل اللہ اس سے کہلوادی جو شخص اللہ تعالیٰ کے کرم وفضل

جانتا ہے۔ وہ اپنے دل و جان اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور اسی کے تصرف پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی دشمنوں سے نجات دیتا ہے

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ وہ ذات کہ ہر جلال و کمال اس کیلئے ثابت ہے اور ہر کرامت و مکرمت بھی اسی ذات جلّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ سے صادر ہے۔ پس جلال اس کی ذات کی صفت ہے اور کرامت اس کے فعل کی کہ اس کی طرف سے اس کے بندوں پر فائض ہوتی ہے بندوں پر اس کے اکرام کی انواع دائرہ حصر و شمار سے باہر ہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال کو جان لیتا ہے وہ اس کی درگاہ میں اظہار تذلل کرتا ہے اور جو بندہ اس کے اکرام کو دیکھتا ہے وہ اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ پھر وہ صرف اسی کی خدمت گزاری کرتا ہے اور اسی ذات واحد سے سوال کرتا ہے۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنی ذات و نفس کیلئے جلال و شرف و کمال پیدا کرے۔ اس کے بندوں پر انعام و اکرام کرے۔ جیسا کہ وہ اس کے انعام و اکرام کا مستحق اور اس کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر مختلف چیزوں میں فضیلت عطا فرمائی۔ عقل و فہم، احسان و ادراک، رشد و ہدایت، بعثت انبیاء اور نزول قرآن کے ذریعہ اور وہ نعمتیں جداگانہ ہیں جو دیگر مخلوقات میں مشترک ہیں۔

اسی سے اس اسم کا نصیب بھی ظاہر ہو گیا کہ جس انسان کو خدا نے اشرف المخلوقات بنایا اور تمام دنیا اس کیلئے مسخر فرمائی اور جسے فرشتوں سے سجدہ کرایا اس کا فرض ہے کہ وہ اپنا چہرہ صرف ذات خداوندی کے سامنے جھکائے کیونکہ اور مخلوق یا اس سے کمتر ہوگی یا برابر ہوگی۔ اس سے بجز خدا کے کوئی اعلیٰ نہیں اور کمتر اور برابر کیلئے سر جھکانا اور اس سے عاجزی کرنا اس کی ذلت و خواری کا باعث ہے۔

اس کے ذکر میں دنیاوی بزرگی اور بلندی روحانیت پوشیدہ ہے۔ اس اسم کو ہمیشہ پڑھنے والا دنیا میں باعزت اور خوش بخت ہو جاتا ہے۔ ہر کام میں ترقی اور

عظمت پیدا ہوتی ہے۔لوگ اس کی تواضع اور تعظیم کرتے ہیں لہٰذا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کو دین و دنیا میں سعادت مندی حاصل ہو تو وہ اس اسم کو بلاناغہ پڑھے۔

اَلْمُقْسِطُ

یَامُقْسِطُ (اے انصاف کرنے والے)

اعداد: 209 ☆ تاثیر: جلالی

مقسط کا لفظ قسط سے بنا ہے جس کا مطلب عدل و انصاف ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ چونکہ سب سے بڑھ کر انصاف کرنے والا ہے اس لئے اس لفظ کا اطلاق اس کیلئے ہے۔قرآن مجید میں قسط کا لفظ کئی مقامات پر آیا ہے جس سے مراد انصاف ہے۔اس کے علاوہ مقسطین کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

مقسط وہ ہے جو مظلوم کو ظالم سے نجات دلاتا ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ مظلوم کی خوشنودی کے ساتھ ظالم کی خوشنودی بھی شامل کردے اور یہ اعلیٰ درجہ کا عدل و انصاف ہے جس پر خدا کے سوا اور کوئی قادر نہیں۔

قسوط بمعنی ظلم و جور۔اقساط بمعنی عدل و انصاف کو پھیلانا،مقسط اسی ہستی کو کہتے ہیں جو انصاف کرے،مظلوم کی دادرسی کرے اور ظالم سے اس کا بدلہ لے۔اس معنی کا کمال یہ ہے کہ قیامت کے روز ظالم و مظلوم دونوں کو ایک دوسرے سے خوش کرے گا۔

امام بونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قسط وہ عادل ذات ہے جو مظلوم کا ظالم سے بدلہ دلانے میں انصاف کرے۔اس امر کو عدل و انصاف کہا جاتا ہے اور اس پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے۔اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیتا ہے اس لئے اسے مقسط کہا جاتا ہے۔

وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پ 3 آل عمران 21)

ترجمہ: اور انصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کر دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کیلئے عذاب الیم کی خبر ہے۔

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا (پ 5 نساء 127)

ترجمہ: یتیموں کے ساتھ انصاف قائم کرو اور جو بھی تم بھلائی کرتے ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (پ 5 نساء 135)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کیلئے انصاف دیتے ہوئے انصاف قائم کرنے والے ہو جاؤ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز

(پ 6 مائدہ 8)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کیلئے انصاف کے ساتھ گواہی دینے پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ۔

اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

(پ 6 مائدہ 42)

ترجمہ: اور اگر ان میں فیصلہ کرو تو انصاف کو مدنظر رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ج وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ج (پ 8 انعام 152)

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے قریب نہ جانا مگر ایسے طریقے سے جو احسن ہو یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے اور ماپ تول میں پورا انصاف کرو۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ط

(پ8 اعراف 29)

ترجمہ: آپ کہہ دیں کہ اللہ نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے اور ہر نماز کے وقت اپنے چہرے کو قبلہ کی طرف سیدھا رکھا کرو۔ اپنے دین میں اخلاص کے ساتھ اسی کو پکارو جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اسی طرح تم لوٹو گے۔

اِنَّهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهُ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ط (پ11 یونس 4)

ترجمہ: بے شک وہ پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ ایمان والوں اور صالح عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دیں۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ج فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (پ11 یونس 47)

ترجمہ: ہر امت کیلئے ایک رسول ہے پس جب ان کا رسول ان کے پاس آیا تاکہ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ج وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (پ11 یونس 54)

ترجمہ: اور جب عذاب کو دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (پ 12 ھود 85)

ترجمہ: اور اے میری قوم ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلانے والے نہ ہو۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا

(پ 17 انبیاء 47)

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن میزان عدل رکھیں گے تو کسی شخص کی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (27 حدید 25)

ترجمہ: بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان عدل کو بھی اتارا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے اس قسط و عدل کی ایک مثال بیان فرمائی ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ اِذْ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ ثَنَايَاهُ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللهِ مَاالَّذِيْ اَضْحَكَكَ قَالَ رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِيْ جَثَيَا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّ الْعِزَّةِ فَقَالَ

حضرت عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ ہنسنے لگے حتی کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے ہنسنے کی وجہ

اَحَدُهُمَا یَارَبِّ خُذْلِیْ مَظْلَمَتِیْ مِنْ هٰذَا فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رُدَّ عَلٰی اَخِیْكَ مَظْلَمَتَهٗ فَقَالَ یَارَبِّ لَمْ یَبْقِ مِنْ حَسَنَاتِیْ شَیْءٌ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ لِلطَّالِبِ كَیْفَ تَصْنَعُ اَخِیْكَ وَلَمْ یَبْقِ مِنْ حَسَنَاتِهٖ شَیْءٌ فَقَالَ یَارَبِّ فَلْیَحْمِلْ عَنِّیْ مِنْ اَوْزَارِیْ ثُمَّ فَاضَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبُكَاءِ وَقَالَ ذٰلِكَ لِیَوْمٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ یُحْتَاجُ النَّاسُ اِلٰی اَنْ یُّحْمَلَ عَنْهُمْ مِّنْ اَوْزَارِهِمْ قَالَ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُتَظَلِّمِ اِرْفَعْ بَصَرَكَ فَانْظُرْ فِی الْجَنَانِ فَقَالَ یَارَبِّ اَرٰی مَدَآئِنَ مِنْ فِضَّةٍ وَّ قُصُوْرًا مِّنْ ذَهَبٍ مُّكَلَّلَةٍ بِاللُّؤْلُوْءِ لِاَیِّ نَبِیٍّ هٰذَا وَلِاَیِّ صِدِّیْقٍ هٰذَا وَلِاَیِّ شَهِیْدٍ هٰذَا فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ اَعْطَی الثَّمَنَ فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ یَارَبِّ وَمَنْ یَّقْدِرُ عَلَی الثَّمَنِ قَالَ اَنْتَ تَقْدِرُ عَلَیْهِ قَالَ بِمَاذَا یَا رَبِّ قَالَ

کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، میری امت میں سے دو آدمی پروردگار کے سامنے جھگڑیں گے۔ پس ان میں سے ایک کہے گا اے میرے پروردگار اس شخص سے مجھ پر ظلم کا بدلہ لے۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائیں گے اس کے ظلم کا بدلہ دو۔ وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار میرے پاس تو کوئی بھلائی بھی باقی نہ رہی (کیونکہ اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی) اللہ عزوجل مظلوم سے فرمائے گا اب تو اپنے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے اب تو اس کے پاس کوئی بھی نیکی باقی رہی نہیں۔ وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار میرے گناہ اس پر ڈال دیجئے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہنے لگے اور فرمایا یہ بہت بڑا روز ہوگا اس دن لوگ اس کے بھی محتاج ہوں گے کہ ان پر دوسروں کے گناہ ڈالے جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ مظلوم سے فرمائے گا ذرا اپنی نگاہ اٹھا کر جنت کی طرف دیکھ تو دیکھ کر عرض کرے گا اے

اللہُ تَعَالٰی بِعَفْوِكَ عَنْ اَخِيْكَ قَالَ يَارَبِّ قَدْعَفَوْتُ عَنْهُ قَالَ اللہُ تَعَالٰی خُذْبِيَدِ اَخِيْكَ فَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا اللہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی يُصْلِحُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

میرے پروردگار میں چاندی کے اور سونے کے وہ محل دیکھ رہا ہوں جس میں موتی جڑے ہیں۔ یہ محل کسی نبی یا صدیق یا شہید کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ محل اسی کا ہے جو اس کی قیمت ادا کرے۔ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار اس کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو اس کی قیمت ادا کرنے پر قادر ہے۔ وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار کس طرح؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو اپنے بھائی کو معاف کر دے وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار میں نے معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور جنت میں داخل ہو جا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور لوگوں کے درمیان صلح کراؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنین میں صلح فرمائے گا۔

مقسط کا مطلب عدل و انصاف قائم کرنے والا ہے اور صحیح عادل بھی اللہ ہی کی ذات ہے۔ اگر کسی کو صحیح عدل کی ضرورت ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس اسم سے پکارے ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح انصاف ملے گا۔ اس کے علاوہ اگر کسی کے ساتھ ظلم ہو اور اس کے معاملے میں اسے صحیح انصاف نہ ملنے کی امید ہو تو اس صورت میں اس اسم کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد فرمائے گا اور اسے صحیح انصاف مل کے رہے گا۔

اس اسم میں سے بندہ کا اعلیٰ حصہ یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس سے انصاف دلائے پھر کسی دوسرے شخص سے کسی اور شخص کو انصاف دلائے اور اپنے نفس کو کسی ذات سے انصاف نہ دلائے۔

اَلْجَامِعُ

یَاجَامِعُ (اے جمع کرنے والے)

اعداد: 114 ☆ تاثیر: جلالی

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت الجامع ہے جس کا مطلب جمع کرنے والا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے معنی تکمیل کرنے والا، مکمل کرنے والا، سب پر حاوی، سب کو شامل کرنے والا، سب کو اپنے احاطہ اور وسعت اختیارات میں رکھنے والا کے بھی ہوتے ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جامع وہ ہے جو ملتی جلتی چیزوں، جدا جدا چیزوں اور ایک دوسرے کی مخالف چیزوں کو باہم ملا دے۔

ملتی جلتی چیزوں کو جمع کرنے کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے انسان زمین پر جمع کئے ہیں اور پھر سب کو حشر کے میدان میں جمع کرے گا۔

جدا جدا چیزوں کو جمع کرنے کی مثال جیسے کہ اس نے آسمانوں، ستاروں، ہوا، زمین، دریا، حیوانات، نباتات اور مختلف معاون کو جمع کیا ہے اور یہ تمام اشیاء شکل میں، رنگ میں، ذائقہ میں اور دیگر تمام اوصاف میں ایک دوسرے سے متبائن ہیں۔ اس طرح اس نے ہڈی پٹھے، رگ، عضلہ، مغز، جلد، خون اور تمام اخلاط کو حیوان کے بدن میں جمع کیا ہے۔ یہ چیزیں بھی سب کی سب باہم متبائن ہیں۔

ایک دوسری کے مخالف اشیاء کو باہم ملانے کی مثال جیسے اس نے حرارت، برودت، رطوبت اور یبوست کو حیوانات کے مزاج میں جمع کیا ہے حالانکہ یہ اشیاء باہم متنافر اور ایک دوسرے پر غلبہ کرنے والی ہیں اور جمع کرنے کی صورتوں میں سے

یہ اعلیٰ درجہ کی صورت ہے۔ خدا کے جمع کرنے کی تفصیل وہی شخص معلوم کرسکتا ہے جو اس کی پیدا کردہ اشیاء کی تفصیل جانتا ہو اور اس بات کی شرح طویل ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ یہ لفظ جمع سے بنا ہے بمعنی اکٹھا کرنا۔ اللہ تعالیٰ ایک جیسی مخلوق کو اکٹھا کرنے والا ہے جیسا کہ انسانوں کو اس نے روئے زمین پر جمع کردیا ہے۔ پھر محشر میں دوبارہ سب کو جمع کرے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک دوسری کے متبائن و مخالف چیزوں کو بھی جمع کرنے والا ہے یعنی آسمانوں، زمینوں، ستاروں، ہواؤں اور دریاؤں، حیوانات، بناتات اور پتھروں کو جمع کرنے والا ہے اور مختلف معدنوں کو بھی جمع کرنے والا ہے۔ یہ تمام چیزیں مختلف شکلیں، مختلف رنگ، ذائقے اور اوصاف رکھتی ہیں مگر اپنی قدرت کاملہ سے اس نے ان سب کو زمین میں جمع کردیا ہے اور سب کو جہاں میں اکٹھا کردیا ہے۔ اسی طرح حیوانات میں اس نے ہڈیوں، انتڑیوں، رگوں، مغز اور دوسری چیزوں کو جمع کردیا ہے اور اس نے متضاد اشیاء کو بھی جمع کردیا ہے۔ جیسے عناصر اور ان کی مختلف کیفیات کو مزاج میں جمع کردیا ہے۔ یہ جمع کی بلیغ ترین صورت ہے پھر اس نے عارفین کے دلوں کو تقدیر میں میدان شہود کے اندر جمع کردیا تاکہ وہ پراگندگی کے اسباب درمیانی واسطوں کے دیکھنے اور حادثات سے نجات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طلب میں ان کی فکر و سوچ کو ایک نکتے پر جمع کردیا ہے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ ان کے دل ذکر الٰہی میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ) اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء، اولیاء اور علماء کے فضائل و کمالات کو بھی جمع کردیا اور بعض کاملین اولیاء میں ہم، سرداری کرامت اور عزت و قدرت کو بھی جمع کردیا پھر اولین و آخرین کے فضائل حضور سید المرسلین میں جمع کردیئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ع (پ 3 آل عمران 9)

ترجمہ: اے ہمارے رب تو اس دن سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے جس میں شک نہیں بے شک مقررہ وقت نہیں بدلتا۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَارَیْبَ فِیْہِ ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ع (پ5 نساء 87)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں شک نہیں ہے اور اللہ کی بات ہی ہر کسی سے بڑھ کر سچی ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَھَنَّمَ جَمِیْعًا لا

(پ5 نساء 146)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کفاروں کو دوزخ میں سب کو ملا کر اکٹھا کرنے والا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ ط ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ وَ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ (پ12 ھود 103)

ترجمہ: بے شک اس میں اس کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے وہ ایک دن ہے جب سب لوگ اس کے حضور جمع ہوں گے اور وہ حاضری کا دن ہے۔

وَتَرَکْنَا بَعْضَھُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰھُمْ جَمْعًا ۝ (پ16 کہف 99)

ترجمہ: اور اس دن ہم بعض کو چھوڑ دیں گے جو ان میں سے بعض دوسروں پر حملہ کریں گے اور صور پھونکا جائے گا ہم سب کو جمع کر دیں گے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ع (پ25 شوریٰ 29)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی تخلیق اس کی نشانیوں میں سے ہے اور اسی نے ان کے درمیان جانداروں کو پھیلایا ہے اور وہ اپنے چاہنے پر انہیں جمع کرنے پر قادر ہے۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ

(پ 27 واقعہ 49-50)

ترجمہ: آپ فرما دیں تمام اگلے اور پچھلوں کو ایک مقررہ دن ضرور جمع کرلیا جائے گا۔

یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ (پ 28 تغابن 9)

ترجمہ: جس دن تمہیں جمع کرنے کے دن جمع کیا جائے گا وہ تغابن یعنی ہار جیت کا دن ہوگا۔

بندوں میں سے جامع وہ ہے جو نشست و برخاست وغیرہ کے ظاہری آداب کے ساتھ قلب کے باطنی حقائق کو جمع کرے۔ پس جس شخص کی معرفت کامل اور سیرت پسندیدہ ہو وہ جامع ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ کامل وہ ہے جس کا نور معرفت اس کے تقویٰ کے نور کو بجھا نہ دے۔

صبر اور بصیرت کو جمع کرنا تقریباً محال ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو زہد و تقویٰ پر صبر حاصل ہے اس میں باطنی روشنی نہیں ہے اور جس میں باطنی روشنی ہے اس میں صبر نہیں۔ جامع وہ ہے جو اپنے آپ میں صبر اور بصیرت دونوں جمع کرلے۔

بندے کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عجیب عجیب چیزوں اور مصنوعات کو جمع کردیا ہے اس میں تفکر و تامل کرتا رہے اس کے غیر متناہی افعال میں بھی غور و فکر کرتا رہے۔ اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ اپنے اندر علم و عمل نفسانی و جسمانی کمالات اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت اور اچھی اچھی [illegible] وں کو جمع

کرے۔ پسندیدہ اخلاق عبادات کے وظائف خیرات اور باقی فضائل و کمالات کو اپنے میں جمع کرے۔ اپنے ارادوں کو یکجا کرے۔ سکون قلب حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے آپ کو ملائے رکھے۔

اس اسم کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے پڑھنے والے کے پاس اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو جمع کر کے واپس لے آتا ہے جو اس سے جدا ہوگئی ہوں۔ عاملین کا اس کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ اس اسم پر مداومت کرنے والے نیک اعمال کو جمع کرنے والے بن جاتے ہیں جس کی بنا پر باوقار اور صاحب تسکین ہو جاتے ہیں۔

اَلْغَنِیُّ

یَا غَنِیُّ (اے بے نیاز) ☆ اعداد: 1060 - تاثیر: جلالی

اللہ غنی ہے۔ عام طور پر غنی کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ مال و اسباب اس قدر زیادہ ہوں کہ کسی کا دست نگر اور محتاج نہ ہونا پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہونے کی بنا پر اس کا مالک ہے۔ اس لئے ہر طرح کے خزانے اس کے پاس ہیں۔ اس بنا پر وہ اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے یعنی اسے مخلوق سے اپنے لئے کسی چیز کی طلب نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات و صفات اور افعال میں ہر ایک سے بے نیاز ہے بلکہ ہر مخلوق اس کی محتاج ہے۔ اس لحاظ سے وہ غنی ہے۔ اللہ اس لحاظ سے بھی غنی ہے کہ وہ ہر مانگنے والے کا سوال سنتا ہے اور اس کی حیثیت کے مطابق اسے عطا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لئے بھی غنی ہے کہ وہ اپنے جود و کرم اور فضل میں سے سب کو سب کچھ عطا کرنے والا ہے۔

غنا بمعنی بے نیاز ہونا، اغنا بے نیاز کر دینا۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے کہ ذات و صفات اور افعال میں سب سے بے نیاز ہے اور بے نیاز ہونے کی وجہ سے دوسروں کو بے

نیاز کر دیتا ہے یعنی اپنے بندوں کو بے نیاز کر دیتا ہے لیکن جو ہستی دوسرے کے بے نیاز کرنے سے غنی ہوتی ہے وہ غنی مطلق نہیں ہوسکتی۔ بالفرض اگر اپنے جیسے افراد سے وہ بے نیاز بھی ہو پھر بھی حقیقتاً محتاج ہے اور غنی مطلق صرف حق تعالیٰ و تقدس ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِيْمٌ (پ3 بقرہ 261)

ترجمہ: اچھی بات کہنا اور خطا معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے پیچھے اذیت ہو، اللہ تعالیٰ غنی ہے حلم والا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِيْدٌ (3 بقرہ 267)

ترجمہ: اور جان لو کہ بے شک اللہ غنی ہے تعریف کیا گیا ہے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (پ4 آل عمران 97)

ترجمہ: اس میں مقام ابراہیم واضح نشانی ہے اور جو اس میں داخل ہوجائے وہ امن کی جگہ پر آ گیا اور اللہ کی طرف سے لوگوں کیلئے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے بشرطیکہ اس کے پاس سفر کے اخراجات ہوں اور اس کا انکار کرے گا تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے غنی ہے۔

فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا (پ5 نساء 131)

ترجمہ: تو بلاشبہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی اللہ کا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے، حمید ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ (پ8 انعام 133)

ترجمہ: اور تمہارا رب غنی ہے، رحمت والا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ (پ13 ابراہیم 8)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ غنی ہے، حمید ہے۔

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ع

(پ17 حج 64)

ترجمہ: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے اور بے شک اللہ غنی ہے تعریف کیا گیا ہے۔

وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ (پ19 نمل 40)

ترجمہ: اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا رب غنی ہے، کریم ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (پ20 عنکبوت 6)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تمام دنیا سے غنی ہے۔

وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (پ21 لقمٰن 12)

ترجمہ: اور جس نے انکار کیا تو بے شک اللہ غنی ہے، تعریف کیا گیا ہے۔

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ

(پ21 لقمان 26)

ترجمہ: اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک اللہ غنی ہے، حمید ہے۔

وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (پ22 فاطر 15)

ترجمہ: اور اللہ غنی ہے تعریف کیا گیا ہے۔

وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (پ26 محمد 38)

ترجمہ: اور اللہ غنی ہے اور تم اس کے محتاج ہو۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (پ27 حدید 24)

ترجمہ: اور جو منہ پھیرے تو بلاشبہ اللہ غنی ہے، حمید ہے۔

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (پ 28 تغابن 6)

ترجمہ: اور اللہ غنی ہے حمید ہے

وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَالْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ؑ (پ 28 ممتحنہ 6)

ترجمہ: اور جو کوئی اس سے منہ پھیرے تو بلاشبہ اللہ غنی ہے، حمید ہے۔

بندے نے جب یہ جان لیا کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ بے نیاز ہے تو اس کے حضور میں اپنی نیازمندی ظاہر کرے اور جب اس نے یہ جان لیا کہ وہ بے نیاز کرنے والا ہے تو سب سے طمع کا تعلق کاٹ لے۔ اگر سوال کرے تو صرف اسی سے سوال کرے۔ اگر نیازمند بنے تو اسی کا نیازمند رہے۔ مخلوق سے بے نیاز رہے۔ اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ نیازمندوں کی دستگیری کرے اور جیسے بھی ہو سکے ان کی محتاجی کو دور کرے۔ خدائے تعالیٰ کی جو نعمتیں اور کرم نوازیاں اس پر ہیں فقراء و مساکین پر انہیں تقسیم کرے اور انہیں فیض پہنچائے اور انہیں سوال سے بے نیاز کر دے تاکہ اسم المغنی سے بھی حصہ پالے۔

اَلْمُغْنِیُ

یَامُغْنِیُ (اے بے نیاز کرنے والے)

اعداد: 1100 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ مغنی ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کو اپنے لطف و کرم کی بنا پر غنی کر دیتا ہے۔ انہیں انسانوں کی محتاجی سے آزاد کر دیتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ غنا میں تین امور یعنی علم میں غنا، رزق میں غنا اور اقتدار میں غنا شامل ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کی بنا پر جسے چاہتا ہے اور جس چیز میں چاہتا ہے غنی کر

دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے قرآن مجید میں وعدہ کیا ہے کہ اہل ایمان اگراب غریب ہیں، بے سامان ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کی بنا پر انہیں غنی کر کے دکھایا کہ غنی کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ اللہ بذات خود مغنی یعنی غنی کرنے والا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ جس شعبے میں غنی بننے کی ضرورت درپیش ہو اسے مغنی کہہ کر پکارے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ پکارنے والے کو غنی کردے گا۔

مغنی وہ ہے جس کو اپنی ذات وصفات میں کسی غیر سے تعلق نہیں ہے بلکہ اغیار کے ساتھ علاقہ رکھنے سے وہ پاک ہے۔ پس جس شے کی ذات یا صفات کسی ایسے امر سے متعلق ہوں جو اس کی ذات سے خارج ہو اس شئے کا وجود یا کمال اس خارجی امر پر موقوف ہے پس وہ محتاج اور فقیر ہے جس کو مطلب وکسب کی ضرورت ہے۔ ایسی بے تعلقی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کیلئے ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مغنی بھی ہے۔ یعنی غنی بھی کر دیتا ہے مگر جس کو وہ غنی بناتا ہے اس کا مطلق غنی بن جانا متصور نہیں ہوسکتا۔ کم ازکم وہ مغنی کا تو محتاج ہوا۔ پس غنی مطلق کہاں رہا بلکہ غیراللہ سے بھی مستغنی ہوتا ہے تو اس لحاظ سے کہ اس کی تمام ضروریات خدا مہیا کر دیتا ہے۔ نہ بایں معنی کہ اس کو کوئی حاجت ہی نہیں رہتی اور غنی حقیقی تو وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی حاجت قطعاً نہیں ہوتی، اور جو شے محتاج ہے اور اپنی حاجت کی چیزیں حاصل کر رہی ہے وہ مجازاً غنی ہے۔ غیراللہ کے حق میں زیادہ سے زیادہ جو صورت تسلیم کی جاسکتی ہے وہ صرف یہی ہے تاہم جب اس کو خدا کے سوا اور کسی کی حاجت نہیں رہتی تو اس کو غنی کہا جاتا ہے۔ اگر یہ ہوسکتا کہ اصل حاجت بھی اس کے ساتھ لگی نہ رہے تو خدا کا یہ فرمان (معاذاللہ) صحیح نہ ہوتا کہ "اَللّٰہُ غَنِیٌّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ" یعنی اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔" اور اگر یہ تصور کرنا صحیح نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام اشیاء سے مستغنی ہوسکتے ہیں تو خدا کیلئے مغنی کا وصف (معاذاللہ) درست نہ ہوتا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِنْ شَآءَ ؕ

(پ10 توبہ 28)

ترجمہ: اور اگر تمہیں تنگدستی کا خوف ہو تو عنقریب اللہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔

حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ (پ18 نور 33)

ترجمہ: یہاں تک اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (پ10 توبہ 74)

ترجمہ: اور انہیں یہ بات اچھی نہ لگی کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا ہے۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا

(پ5 نساء 130)

ترجمہ: اور اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دونوں کو غنی کر دے گا اللہ وسعت والا حکمت والا ہے۔

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

(پ18 نور 32)

ترجمہ: اگرچہ وہ غریب ہوں اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ؕ (پ19 شعراء 207)

ترجمہ: کیا اس نے غنی کیا جس سے وہ فائدہ اٹھاتے تھے۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

(پ24 زمر 50)

ترجمہ: ان سے پہلے لوگوں نے بھی یہی بات کہی تھی مگر جو کچھ انہوں نے کسب کیا اس نے انہیں غنی نہ کیا۔

فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (پ24 مومن 82)

ترجمہ: پھر بھی اس کے باوجود جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے کام نہ آ سکا یعنی اس نے انہیں غنی نہ کیا۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی (پ27 نجم 48)

ترجمہ: اور بلاشبہ وہی غنی کرتا ہے اور وہی غریب کرتا ہے۔

مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ (پ29 حاقہ 28)

ترجمہ: میرے مال نے مجھے غنی نہ کیا۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (پ30 والضحیٰ 8)

ترجمہ: اور آپ کو ضرورت مند پا کر آپ کو غنی کر دیا۔

اَلْمَانِعُ

یَامَانِعُ (اے منع کرنیوالے) اعداد: 161 ☆ خاصیت: جلالی

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مانع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز کو روکنے کا پورا اختیار رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر تکلیف، اور نقصان دہ چیزوں کو روک سکتا ہے۔ وہ شیطانی قوت جو برائی پیدا کرتی ہے اور اسے نیست و نابود اور تباہ کرنے کی پوری طاقت رکھتا ہے۔

حضرت شیخ نے فرمایا ہے کہ جو چاہتا ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے نہیں دیتا۔ ایک حدیث میں فرمایا (لَامَانِعَ لِمَا اَعْطٰی وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعَ) ''جو کچھ اللہ کسی کو دینا چاہتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ روکنا چاہئے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ بندہ جب جان لیتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ہی دینے والا اور روکنے والا ہے تو وہ اس کی عطا کا امیدوار بن جاتا اور اس کے روک لینے کے

خوف سے ڈرتا رہتا ہے۔ اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ صالحین و مستحقین کو عطا کرے اور فاسق اور ظالم لوگوں سے اپنی عطا روک کر رکھے یا دل اور روح کو حضور و طاعت کے انوار سے حصہ عطا کرے اور نفس و طبیعت کو ہوا و شہوت سے روک کر رکھے۔

اللہ تعالیٰ انسانی بدنوں کو ہلاک و نقصان کے اسباب سے روک کر رکھتا ہے اور دین کو عقل پیدا کر کے اور شرع کی روشنی سے فیضان عطا کرتا ہے د اس معنی کے مطابق یہ لفظ حفیظ کے معنی کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ ہلاکت کے اسباب کو روک لینا حفظ کی ضروریات ولوازم میں سے ہے۔ یہ حفاظت اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی لیکن منع کی نسبت ہلاک کرنے والے سبب کی طرف کرتے ہیں اور حفظ کی نسبت ہلاکت سے محفوظ رہنے کی جانب کرتے ہیں۔ منع سے مقصود اور غرض و غایت بندے کی حفاظت ہے پس اسم الحفیظ میں جس قدر بھی معنی ہیں وہ سب ان دو اسموں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

الحفیظ کے معنی میں تعلق اور موصوف ہونے کا جو ذکر پیچھے گزرا ہے اسم اَلْمَانِعُ میں بھی ملحوظ ہوگا۔ دو معنوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ معنی اول کے لحاظ سے عطا سے روکنا مراد ہوگا اور معنی ثانی کے لحاظ سے بلاومصیبت سے روکنا۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اس کا کرم ظاہر و علانیہ ہوتا ہے اور کبھی عطا سے روکنا بھی اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہوتا ہے لیکن یہ لطف و کرم پوشیدہ ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بندے کو اس کی آرزؤں اور شہوتوں سے روک لیتا ہے جسے وہ اپنے فضل و کرم سے مخصوص کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے خاص بندوں سے کر لیتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کے دل سے اس کے ارادوں اور اختیارات کو روک لیتا ہے جسے وہ اپنی ذات کیلئے خالص کرنا چاہتا ہے۔ یاد رہے اہل خلوص کا مقام اہل خصوص سے بلندتر ہے۔ بندہ جب جان لیتا ہے کہ میرا مولا تعالیٰ ہلاکت و نقصان کے اسباب مجھ

سے روک کر رکھتا اور اپنی حفاظت میں میری نگرانی کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ اس نعمت پر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

(پ 5 نساء 141)

ترجمہ: تو کہیں گے کہ کیا ہم تم پر غالب نہ تھے اور تمہیں مومنوں سے نہیں بچایا۔

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○ (پ 10 توبہ 54)

ترجمہ: اور ان کے خرچ کیے جانے کو قبولیت سے کسی نے منع نہیں کیا بجز اس کے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو کاہلی کے ساتھ ادا کرنے آتے ہیں اور ایسے ہی ناپسندیدگی سے خرچ کرتے ہیں۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (پ 13 یوسف 63)

ترجمہ: تو کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا جان ہم سے غلہ روک دیا جائے گا اگر ہم اپنے بھائی کو ساتھ لے کر گئے اور بے شک ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ (پ 15 بنی اسرائیل 94)

ترجمہ: اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا ہوا ہے جبکہ ان کے پاس ہدایت آ گئی ہے مگر یہ کہ وہ کہنے لگے کہ اللہ نے ایک بندے کو

رسول بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا۝

(پ 15 کہف 55)

ترجمہ: اورلوگوں کوکس چیز نے منع کیا ہے جبکہ ان کے پاس ہدایت آ گئی ہے اور وہ اپنے رب سے بخشش طلب کریں سوائے اس کے کہ ان کے پاس پہلوں کا طریقہ آئے یا ان کے سامنے عذاب آ جاتا ہے۔

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ (پ 17 انبیاء 43)

ترجمہ: کیا ہمارے سوا ان کے کوئی اور معبود ہیں جو ان کو مصائب سے بچا لیں۔ ان میں تو اپنے آپ کو بچانے کی استطاعت نہیں ہے اور نہ وہ ہماری طرف سے ان کی مصاحبت پائیں گے۔

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۙ

(پ 26 ق 25)

ترجمہ: حکم ہوگا کہ تمام سرکش ناشکروں کو جہنم میں ڈال دو، جو بھلائی سے منع کرنے والا حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا تھا۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (پ 28 حشر 2)

ترجمہ: وہی ہے جو اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے لشکر کے

پہلی مرتبہ جمع ہونے پر نکال لایا تمہارا ہرگز خیال نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ یہ خیال کئے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔ پھر اللہ کا حکم ان پر اس مقام سے آیا جہاں سے ان کا خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے برباد کررہے ہیں۔ اے شعور رکھنے والو اس سے عبرت حاصل کرو۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ (پ 29 قلم 11-12)

ترجمہ: طعنہ زن پھر کر چغلیاں کرنے والا اچھائی سے منع کرنے والا حد سے بڑھ کر گناہ کرنے والا۔

اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ؏ (پ 30 ماعون 6-7)

ترجمہ: وہ جو ریاکاری کرتے ہیں اور مانگنے پر استعمال کی چیزیں دینے سے منع کرتے ہیں۔

جو حفاظت کے خاص خاص اسباب مہیا کرکے ادیان و ابدان سے، نقصان و ہلاکت کے اسباب دور کرتا ہے اور حفیظ کے معنی بیان ہو چکے حفظ کیلئے منع اور دفع ضروری ہے۔ پس جو شخص حفیظ کے معنی سمجھتا ہے وہ مانع کے معنی بھی سمجھ سکتا ہے فرق اتنا ہے کہ منع سبب مہلک کی طرف نسبت کرنے سے مستفاد ہے اور حفظ اس چیز کی طرف نسبت کرنے سے جو ہلاک سے محفوظ ہے اور وہ منع سے مقصود ہے۔

خلاصہ یہ کہ چونکہ منع کا فعل حفظ کیلئے کیا جاتا ہے اور حفظ کا فعل منع کیلئے نہیں کیا جاتا لہٰذا ہر حافظ وافع و مانع ہے لیکن ہر منع کا حافظ ہونا ضروری نہیں مگر اس وقت جبکہ وہ تمام اسباب ہلاک ونقص کا مانع مطلق ہو جس سے حفظ کا حاصل ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔

جب منع عطا کی ضد ہے اس طرح المانع المعطی کی ضد ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَامُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (صحیح بخاری کتاب الدعوات)

ترجمہ: اے اللہ جسے تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو ہاتھ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش آپ کے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتی۔

''جب انسان کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہلاکت اور نقصان کے اسباب کو اس سے روکتا ہے اور اسے اپنی حفاظت میں رکھتا ہے تو محسن حقیقی جل مجدہ کا شکریہ بجالائے گا۔''

اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ فساد کے راستوں سے دور رہے اور اپنے آپ کو روک کر رکھے۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے اور جو لوگ دین میں صلاحیت پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کی دین میں حفاظت کرے اور اہل دین کو آفات و بلیات سے حفاظت میں رکھے۔

پس اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے روکیں اور اگر کوئی انسان اس کی مدد کرے تو اس سے دھوکا نہ کھائے کیونکہ وہ محض سبب ہے اصل معطی تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جو اس صفاتی نام سے پکارتا ہے تو وہ اس سے ہر قسم کی نقصان دہ چیزوں کو دور کردیتا ہے اور ہر لحاظ سے اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے۔

اَلضَّارُ

یاضار (اے نقصان پہنچانے والے)

اعداد: 1001 ☆ خاصیت: جلالی

صفت ضار اللہ تعالیٰ کی شان قدرت سے تعلق رکھتی ہے یعنی وہ لوگ جو یہ سوچیں کہ اللہ ہمارا کیا کرسکتا ہے یا ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتا ہے تو اس صورت میں اللہ اپنی اس صفت کا اظہار کرتا ہے اور ضرر دے کر مخلوق کو راہ راست پر آنے کی تنبیہ کرتا ہے۔

امام بونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دراصل ضار اور نافع وہ ذات اعلیٰ ہے جس سے خیر وشر اور نفع وضرر دونوں صادر ہوتے ہیں۔ اور یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ فرشتوں، انسانوں اور جمادات کے ذریعہ یا بغیر ذریعہ اپنے احکام مبارک کرتا ہے ہرگز یقین نہ کرو کہ زہر بذاتہ مارتا یا نقصان پہنچاتا ہے یا فرشتہ، انسان، شیطان یا اور مخلوق اور ستارہ نیکی یا بھلائی پہنچاتا ہے بلکہ یقین رکھنا چاہئے کہ یہ اسباب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس کام کیلئے انہیں مقرر کیا ہے وہ انجام دیتے ہیں۔ اس اسم کا عمل قلم کی طرح ہے جو کاتب کی طرف منسوب ہے جس انسان کو کرامت یا عذاب ہوا سے قلمسے نہ نفع ہوگا نہ ضرر بلکہ جس کے ہاتھ میں قلم ہے اس سے جزا ملتی ہے اور یہی کیفیت تمام وسائط کی ہے۔ بہر ثبوت حضرت ابراہیم کا واقعہ ملاحظہ ہو کہ ان کے لڑکے حضرت اسماعیل پر چھری نے کوئی اثر نہ کیا۔ جاننا چاہئے کہ قلم اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے جو کاتب کا ہاتھ ہے۔ کاتب جو لکھتا ہے وہ اللہ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ'' اللہ تعالیٰ ہی نے قدرت جاریہ

پیدا کی ہے جس سے انگلیاں حرکت کرتی ہیں۔ یہ دقائق سمجھو معرفت مکمل ہوگی اور موجودات کے ہر ذرہ میں خود کو موجود پاؤ گے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ضاروہ ہے جس سے خیر و شر اور نفع و ضرر صادر ہوتے ہیں اور یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں یا تو وہ ان امور کا اجراء ملائکہ، انسان اور جمادات کے ذریعے سے کرتا ہے یا بلاواسطہ خود کرتا ہے۔ پس یہ نہ سمجھنا کہ زہر خود بخود مار ڈالتا ہے اور طعام خود بخود سیر کر دیتا ہے اور نہ یہ خیال کرنا کہ فرشتے، انسان، شیطان یا کوئی اور مخلوق۔ مثلاً فلک، ستارہ یا دوسری چیز خود بخود نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہے بلکہ یہ تمام اشیاء اسباب مسخر ہیں جو صرف وہی کام کر سکتے ہیں جن پر وہ مامور ہیں اور یہ تمام امور قدرت ازلیہ کے تعلق ستے ہیں۔ جیسے عام لوگوں کے اعتقاد میں قلم کاتب کے ساتھ تعلق رکھنے کی حیثیت سے ہے۔ مثلاً سلطان جب کسی انعام یا سزا کے حکمنامہ پر دستخط کرتا ہے تو اس کا ضرر یا نفع قلم کی طرف سے نہیں سمجھا جاتا بلکہ ان لوگوں کی طرف سے سمجھا جاتا ہے جن کے قبضے میں قلم ہے۔ اسی طرح تمام وسائط و اسباب کا حال ہے۔ ہم نے عام لوگوں کے خیال میں اس لئے کہا کہ جاہل آدمی ہی قلم کا کاتب مسخر سمجھتا ہے اور عارف جانتا ہے کہ قلم خدا کا مسخر ہے جس کی تسخیر میں خود کاتب بھی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کاتب کو پیدا کیا اور اس کو لکھنے کی قدرت دی اور ساتھ ہی اس کے دل میں لکھنے کی ایسی پکی خواہش بھی ڈال دی جس میں کوئی تردد نہیں تو خواہ مخواہ اس کی انگلیوں اور قلم میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ وہ اس کے خلاف ہرگز نہیں کر سکتا۔ پس دراصل کاتب خدا ہے جو انسان کے قلم اور اس کے ہاتھ کے ذریعے لکھتا ہے۔ جب تم انسان کے متعلق یہ بات سمجھ چکے تو جمادات کے متعلق خود بخود سمجھ سکتے ہو۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (پ 6 مائدہ 76)

ترجمہ: فرمایئے کہ تم اللہ کے سوا کس کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع اور نقصان کا مالک نہیں اور اللہ وہ ہے جو سننے والا جاننے والا ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (پ7 انعام 17)

ترجمہ: اور اگر کوئی تجھے اللہ کی طرف سے سختی پہنچے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

(پ9 اعراف 188)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا مختار نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے وہی ہوگا۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ (پ11 یونس 49)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں سوائے اس کے کہ جتنا اللہ چاہے ہر امت کیلئے وقت مقرر ہے۔

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ (پ13 رعد 16)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کارساز بنا لئے ہیں جو اپنی جانوں کیلئے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ۵ وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ○ (پ16 طٰہٰ 89)

کیا وہ نہیں دیکھتے تھے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ انہیں

نفع و نقصان دے سکتا ہے۔

وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (پ 18 فرقان 3)

ترجمہ: اور نہ وہ اپنے لئے نقصان اور نفع کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ انہیں موت اور نہ انہیں زندگی اور نہ دوبارہ اٹھنے پر اختیار ہے۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝

(پ 22 سبا 42)

ترجمہ: پس آج کے دن تم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے نفع اور نقصان پہنچانے کا مالک نہیں ہے اور ہم ظلم کرنے والے لوگوں سے کہیں گے کہ آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (پ 26 فتح 11)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ اللہ کے مقابلے میں کون کسی چیز کا مالک ہے اگر وہ تمہیں نقصان دینا چاہے یا نفع پہنچانا چاہے بلکہ اللہ تمہارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

قُلْ اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (پ 29 جن 21)

ترجمہ: آپ فرمائیں کہ میں اللہ کے حکم کے بغیر تمہارے لئے نہ ضرر اور نہ ہدایت کا مالک ہوں۔

اَلنَّافِعُ

یَانَافِعُ (اے نفع پہنچانے والے)

اعداد: 201 ☆ خاصیت: جمالی

نافع کا مطلب نفع دینے والا، فائدہ پہنچانے والا، مفید اور فائدہ مند، موجب بہتری، باعث بھلائی اور اچھائی کا جواز بننے والا۔ بہتر نتیجہ دینے والا، عمدہ ثمرہ دینے والا، منافع اور فائدے والا، گویا اپنی اس صفت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے قانون و قاعدے کے مطابق نفع پہنچانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہر اعتبار سے مخلوقات کیلئے نافع ہی نافع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تر مخلوقات کیلئے قدم قدم پر فائدے اور بھلائیاں ہی رکھی ہوئی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ نفع پہنچانے کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لئے اسے نافع کہا جاتا ہے۔ دنیا کا کاروبار لینے دینے سے چلتا ہے۔ لین دین میں کسی کو نفع ہوتا ہے اور کسی کو نقصان، اگرچہ لین دین میں ہر ایک کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اسے نفع حاصل ہو مگر اللہ تعالیٰ اپنے صفت نافع کی بنا پر جسے چاہتا ہے اس سے نفع بخش دیتا ہے کیونکہ آسائش اور آسانی پہنچانا اللہ کا کام ہے، لوگوں کا کام یہ ہے کہ اس سے مانگتے جائیں۔ اللہ کا نافع ہونا ساری مخلوق کیلئے ہے۔ اللہ اس کیلئے بھی نافع ہے جو اس پر ایمان لاتا ہے اور اسے بھی نفع پہنچاتا ہے جو اس پر ایمان نہیں لاتا گویا کہ نفع پہنچانے میں اس نے کوئی تخصیص نہیں رکھی کہ نفع صرف نیکوں کو ملے گا، بروں کو نہیں، یہ اس کے ہاتھ میں ہے کہ جسے چاہے نفع دے اور جسے چاہے نقصان میں مبتلا کردے۔ اس راز کو وہ بذات خود ہی بہتر جانتا ہے البتہ جو شخص اس پر ایمان لانے

کے بعد اسے یا نافع کہہ کر پکارے گا اللہ اس کو اپنی صفت نافع کی بنا پر ضرور نفع رسانی کرے گا۔

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق خیر وشر ہے اور خالق نفع وضرر ہے اور وہی درد و دوا کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی خوشی اور تکلیف، گرمی وسردی وخشکی وتری کو پیدا کرنے والا ہے۔ یہ گمان نہ کرو کہ دوا بذات خود نفع دیتی ہے اور زہر بذات خود ہلاک کرتا ہے اور کھانا بذات خود بندے کو سیر کرتا ہے اور پانی بذات خود بندے کو سیراب کرتا ہے۔ یہ تمام چیزیں مادی اسباب ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عادت مبارکہ اس طرح جاری ہے کہ اس نے ان چیزوں کو اسباب بنایا ہے اور ان کے ذریعے چیزوں کو ظاہر فرماتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ان کے بغیر بھی چیزوں کو پیدا کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو ان اسباب کے باوجود کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح عالم علوی وسفلی کے تمام اجزا میں یہی چیز کارفرما ہے۔ واسطے اور اسباب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ وتامہ کے تابع ہیں۔ ان تمام اسباب کی نسبت قدرت ازلی کی جانب اس طرح ہے جیسے لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم کہ وہ قلم بے توقف لکھتا چلا جاتا ہے حالانکہ اس قلم میں لکھنے والے کی قدرت وارادہ کارفرما ہوتا ہے۔ قدرت ایک ایسی صفت ہے جو اکثر صفات کو شامل ہے خصوصاً صفات فعلیہ کو۔ ان میں فرق عموم و خصوص اور جہات وحیثیات کا ہے۔ بندے کو چاہئے کہ ضرر و نفع سب کچھ خدا کی طرف سے جانے اور عالم اسباب کو اس کی قدرت کے آگے مغلوب تصور کرے۔ قضائے الٰہی کے آگے اپنے آپ کو ڈال دے اور اپنے تمام امور کو اس کے حوالے کردے اور ایسی زندگی بسر کرے کہ لوگوں کو اس سے راحت پہنچے اور لوگ اس سے آرام میں رہیں۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○

(پ 14 نحل 5)

ترجمہ: اور اس نے چوپایوں کو پیدا کیا اس میں تمہارے لئے گرم لباس اور دیگر فوائد ہیں اور ان میں بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ ۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ (پ 17 حج 28)

ترجمہ: تا کہ وہ اپنے فائدوں کی جگہ پر پہنچ جائیں اور چند مقررہ دنوں میں ان جانوروں کے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں جو جانوروں کا رزق ہم نے انہیں دیا ہے۔

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۧ

(پ 17 حج 33)

ترجمہ: تمہارے لئے ایک مقررہ مدت ان جانوروں سے فائدہ حاصل کرنا ہے پھر ان کے قربان ہونے کا مقام اللہ کے قدیم گھر کے پاس ہے۔

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝

(پ 18 مومنون 21)

ترجمہ: وہ دودھ جو ان کے پیٹوں میں ہے ہم تمہیں اس میں سے پلاتے ہیں اور ان میں تمہارے لئے لاتعداد فوائد ہیں اور ان کا گوشت تم کھاتے ہو۔

وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (پ 23 یٰسین 73)

ترجمہ: اور ان میں ان کیلئے فائدے اور پینے کیلئے دودھ ہے تو کیا یہ شکر نہیں کرتے۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ (پ 24 مومن 80)

ترجمہ: اور اس میں تمہارے لئے بہت فائدے ہیں اور پھر ان پر سوار ہو کر تم اس جگہ پہنچ جاتے ہو جہاں پر جانے کی خواہش تمہارے دل میں ہوتی ہے اور ان جانوروں پر اور کشتیوں پر تم سواری کرتے ہو۔

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡهِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (پ 27 حدید 25)

ترجمہ: اور ہم نے لوہا عطا کیا اس میں بڑی قوت ہے اور لوگوں کیلئے بہت سے فائدے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دانت درد کا عارضہ لاحق ہوا۔ آپ اس درد سے خدا کے حضور میں پڑے۔ حکم ہوا فلاں گھاس دانتوں پر رکھیں تاکہ آرام آ جائے۔ آپ نے وہ گھاس اپنے دندان مبارک پر رکھی تو فوراً آرام آ گیا۔ ایک مدت کے بعد دوبارہ آپ کو پھر دانتوں کا درد لاحق ہوا آپ نے پھر وہی گھاس دانتوں پر رکھی تو بجائے آرام آنے کے درد زیادہ ہو گیا۔ عرض کیا یاالٰہی یہ وہی گھاس ہے جو تو نے مجھے بتلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھڑک والا خطاب آیا کہ پہلی بار تیری توجہ میری جناب کی طرف تھی تو ہم نے شفا دے دی۔ اس دفعہ تیری توجہ گھاس کی طرف تھی اس لئے ہم نے درد کو زیادہ کر دیا تاکہ تو جان لے کہ شفا عطا کرنے والے ہم ہیں نہ کہ گھاس۔

اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی کو ضرر پہنچائے خدا کے امر و شہادت کے حکم کے مطابق پہنچائے۔ دین کے دشمنوں کو ڈانٹے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نفع پہنچائے، ان کی مدد کرے تاکہ ارادہ و عمل کے تحت دونوں عملوں کا تقاضا پورا کرے۔ حقیقت و شریعت کو جمع کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

اَلنُّوْرُ

یَا نُوْرُ (اے نور) ☆ اعداد: 256- خاصیت: جمالی

نور کا عام مطلب روشنی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ نور کا لفظ فکر و بصیرت علم و عقل کی روشنی کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو بھی نور کہا ہے کیونکہ یہ لوگوں کیلئے مشعل ہدایت ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نور ذات ظاہر ہے جس سے تمام اشیاء کا ظہور ہے کیونکہ جو چیز فی نفسہٖ ظاہر ہو اور دوسری اشیاء کو ظاہر کرنے والی ہو اس کا نام نور ہے اور جب وجود کا مقابلہ عدم سے کیا جائے تو یقیناً وجود ہی میں پورا ظہور پایا جائے گا اور عدم سے بڑھ کر کوئی اندھیرا نہیں ہوسکتا۔ پس جو عدم کی تاریکی سے بلکہ عدم کے امکان سے بھی بری ہے اور تمام اشیاء کو عدم کی تاریکی سے نکال کر وجود کی روشنی میں لاتا ہے وہ سب سے زیادہ نور کہلانے کا مستحق ہے۔

وجود ایک نور ہے جو اس کی ذات کے نور سے تمام اشیاء کو حاصل ہے۔ پس وہ آسمان و زمین کا نور ہے اور جیسے زمین کا ذرہ ذرہ سورج کے وجود پر دال ہے اسی طرح آسمان و زمین کی موجودات میں سے ذرہ ذرہ اپنے وجود کے جواز سے اپنے موجد کے وجود کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عرف عام میں نور بمعنی روشنی ہے اور اسم الٰہی میں نور بمعنی منور ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ستاروں اور سیاروں سے روشن کرنے والا۔ زمین کو انبیاء، اولیاء، علماء، مومنین، مومنات، باغات اور پھولوں سے روشن کرنے والا ہے۔ اسی طرح مومنوں اور عارفوں کے دلوں کو نور ایمان، طاعات و اخلاق و معارف و حقائق سے روشن کرنے والا ہے۔

خاص لوگوں کے نزدیک نور ایسی چیز سے عبارت ہے جو خود بھی بہت ظاہر ہو اور غیر کو ظاہر کرنے والی ہو۔ جب وجود عدم کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو وجود عدم سے ظاہر ہوتا ہے اور عدم پوشیدہ ہوتا ہے اور کوئی چیز عدم سے زیادہ تاریک نہیں ہے۔ پس وہ ذات جو عدم سے پاک ہو بلکہ عدم کے امکان سے بھی پاک ہو اور جو اشیاء کی حقیقتوں کو ظلمت عدم سے باہر لانے والی ہو وہ باقی ہر چیز سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کا نام نور رکھا جائے۔ وجود بھی ایک نور ہے جو تمام اشیاء پر جلوہ گر ہوتا ہے تمام چیزوں کا وجود اس کی ذات کے نور سے ہے۔

بندے کو چاہئے کہ طبیعت کی تاریکی اور نفس کی میل کچیل سے باہر نکلے اور ہدایتوں سے سینے اور شریعت کے چراغ سے نور حاصل کرے۔ علم و عمل کے نور سے نیک کو بد سے الگ کرے اور شیطانی و نفسانی خیالات ملکانی اور رحمانی خیالات سے جدا کرے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے طریقت کا ہر وہ حال جو علم شریعت کا نتیجہ نہ ہو اگرچہ کتنا ہی عظیم حال کیوں نہ ہو اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہے اور جو شخص ظاہر علم اور آداب شریعت کو نظر انداز کرتا ہے اس کے دل میں حقیقی نور نہیں آسکتا۔ اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندہ ایمان و عرفان کے نور سے اپنے آپ کو منور کرے۔ دین کے احکام کو ظاہر کرے۔ ریاضت و مجاہدہ تزکیہ نفس تصفیہ قلب اور تجلیہ روح اور نور الانوار کے ذریعے بشری ظلمتوں کو فنا کرے۔ نیز نوروں کے نور سے اپنے آپ کو باقی کرے بلکہ عین نور بن جائے۔ (اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا) اے اللہ میرا نور زیادہ کر اور مجھے مجسم نور بنا دے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ لا یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَھْدِی اللّٰہُ

لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (پ18 نور35)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال یوں ہے جیسے کہ ایک طاق میں چراغ ہو اور وہ چراغ شیشے کے فانوس میں ہو۔ فانوس گویا کہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور چراغ زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو مشرق اور مغرب کے رخ پر نہیں ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود آگ چھونے کے بغیر روشن ہو جائے۔ یہ نور پر نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کے ساتھ ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ○ (پ10 توبہ32)

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں، مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر نہ رہے گا خواہ کافر اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ○ (پ28 الصف8)

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

حضرت امام بونی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ نور وہ خالق کل ہے جس نے تمام چیزیں ظاہر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی فی نفسہٖ مظہر ظاہر ہے جس کا نام نور ہے وجود دراصل عدم کے مقابل ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ وجود ظاہر و روشن ہے اور عدم ظلمت کدہ و تاریک ہے۔ وجود کا نور درحقیقت ذات وجود پرنور ہے جو فیاض ہے اور

وہی آسمان وزمین کا نور ہے جو اللہ تعالیٰ ہے۔

نور کی دو قسمیں ہیں ایک حسی دوسری معنوی محسوس اور حسی نور آنکھ کا نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنکھ میں ودیعت کیا ہے۔ اسی طرح مبصرین کیلئے ان کے قلوب میں تدبیر و اعتبار کا نور رکھا ہے جو بصارت کو ظاہر کرتا ہے اور یہ نور اقتدار نور سائل اور نور علیم کا نور ہے جو حقائق عالم پر سلوک معلوم سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ سلوک چاہے سلوک عقلی ہو یا سلوک شرعی۔

شہود حکمت اور ظہور عبودیت کی حقیقت دراصل تنزیہ ربوبیت کی طرح ہے اور یہ نور آٹھ قسم کا ہے۔ نور قلب، نور ایمان، نور نفس، نور روح، نور عقل، نور سر، نور قلب اور نور کشف۔ ان میں سے ہر نور کے اسرار ہیں جو سب کے سب حقائق عرش ہیں اور ان ہی سے وہ آٹھ نورانی ہیں جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں۔ (وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ) قیامت کے دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھالیں گے۔ قلب کا نور ایمان کے نور سے ہے جس طرح ایمان نوری صفت ہے۔ جن لوگوں پر نور ایمانی کا فیضان ہے جو تمام تکالیف شرعیہ اور اوامر شہود یہ کو قبول کر کے ان ہی کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ)۔

جب دل کی آنکھیں نور ایمانی سے مقابل ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے علم ملک کو اجمالاً وتفصیلاً منکشف کر دیتا اور اسرار عالم ترکیب سے وہ واقف ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان میں ودیعت کیا اس کے ایک ایک ذرہ میں نور حقانی انہوں نے دیکھ لیا۔ حقیقت انوار الٰہی میں سے ہر نور کا یہی عالم ہے جس نے اس کا نور دیکھ لیا وہ اگر دیواروں کو شعاع نور سے جل رہی ہیں تو کون سا تعجب ہے جبکہ دھوپ سے ہر چیز روشن ہو جاتی ہے اور ایسا مسلمان اپنے قلب جسم میں نور ہی نور دیکھتا ہے۔

نفس کا نور روح کے نور سے منور ہے جس کا نفس اطاعت الٰہی اور طہارت ظاہری و باطنی رکھتا ہے فکری کثافتوں سے الگ ہوگیا تو اس کا نور روح کے نور سے

بہرہ مند ہو گیا اور جنت میں استغراق شہود سے مالا مال رہتا ہے۔ وہ مسلمان ہے جس کے نفس اور روح کو اللہ تعالیٰ نے جبروت کے انوار حقائق کا کشف دیا ہے۔ یہ مسلمان موجودات میں لطائف تصرف الٰہی ملاحظہ کرتا اور ملائکہ کو کلمہ طیبہ آسمان پر لے جاتے ہوئے دیکھتا ہے۔

عقل کا نور، اسرار کے نور کے منجملہ ہے جس شخص کی عقل معرفت مستقیم ہو گئی و سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہتا ہے جس کی وجہ سے اسرار الٰہی دیکھتا اور عجائبات ملکوتیہ مشاہدہ کرتا ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی میں جزوی وکلی روابط جو ایک کلمہ سے قائم ہیں ان کی حقیقت مفصل اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اسرار کا نور قرآن کریم کے نور سے مستمد ہے جس مسلمان کے اسرار ملاحظہ ایمان سے بہ توسط الوان اور غنا عن الحق ظاہر ہوتے ہیں جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ظاہر کی ہے۔ انوار تحقیق وحقائق معارف اور انوار تجلیات کو حاصل کرتا ہے اور قرآن کریم کے انوار میں غوطہ زن ہو کر موتی نکالتا ہے۔ قرآن کریم نور اسی کشف اعلیٰ کا نام ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ (وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔ اس اسم کے ذاکر کا دل انوار افکار کے آئینے کو روشن کرتا ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ حلال روزی کھانا آرام کی چیزیں ترک کرنا ہمیشہ روزے رکھنا ہر وقت وضو اور طہارت سے رہنا اور پچاس دن اسی طرح ریاضت کرنا ذاکر کیلئے لازمی ہے۔ بشرائط بالا پچاسویں دن ذاکر اپنے منہ سے بوقت تلاوت نوری شعاعیں نکلتے دیکھے گا اور عرش و کرسی کی طرف دیکھے گا تو انوار جمال دیکھے گا تمام دنیا اور علویات اس پر ہویدا ہوں گے نور کشف کی تاثیر تھی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد مدینہ میں سے اسلامی لشکر مقیم نہاوند کے کمانڈر کو حکم دیا تھا۔ يَاسَارِيَةَ اِلَى الْجَبَلِ۔

اَلْهَادِیْ

یَاهَادِیْ (اے ہدایت پر قائم کرنے والے)

اعداد: 20 ☆ خاصیت: جمالی

ہدایت کا مطلب کسی کو صحیح راستے کی طرف گامزن کرنا ہے تاکہ اس راہ پر چلنے والا منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ ہر طرح کی ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس لئے ہادی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ھَادِیْ وہ ہے جو اپنے خاص خاص بندوں کو اپنی ذات کی شناخت کا راستہ بتاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس کی ذات سے اشیاء پر دلیل قائم کرتے ہیں۔ اور عام بندوں کو مخلوقات کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مخلوقات سے اس کی ذات پر دلیل ٹھہراتے ہیں اور مخلوق کو اپنی ضرورتوں حاجتوں کو پوری کرنے کی سمجھ دیتا ہے۔ چنانچہ بچے کو پیدا ہوتے ہی پستان کو منہ میں لینے کا ڈھنگ بتا دیتا ہے اور پھر چوزے کو اس کے انڈے سے نکلتے ہی دانہ چگنے کا طریقہ سکھا دیتا ہے۔ شہد کی مکھی کو ایسے شش پہلو خانوں کے گھر بنانے کا طریقہ سکھاتا ہے جو اس کے جسم کے اس طرح سما جانے کیلئے اردگرد کچھ خالی جگہ نہ رہے، تمام صورتوں سے زیادہ مناسب ہے۔

حضرت شیخ کا قول ہے کہ یہ لفظ ہدایت سے بنا ہے بمعنی راستہ دکھانا اور منزل مقصود تک پہنچانا۔ تمام چلنے والوں کا رہنما وہی ہے جو شخص دنیا کے راستے پر چلتا ہے۔ اس کا رہنما وہی ہے جو آخرت کے راستے پر چلتا ہے۔ اس کا رہبر بھی وہی ہے اور جو اس کی جناب قرب کے راستے پر اس کے وصل کیلئے چلتا ہے۔ اس کے

جذبات محبت و عنایت کا ہادی بھی وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہے وہی بندوں کو اصلاح امور معاش کی ہدایت فرماتا ہے، انبیاء کو حقائق اصلیہ اور حق کی حقیقت سے آگاہ فرماتا ہے، کشف والہام سے مخلصین کی ہدایت فرماتا ہے۔ عقل و حکمت سے ارباب دانش کو ہدایت فرماتا ہے۔ مشکلات و مصائب میں جب عقل و ہوش بے بس ہو جائیں اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو ہدایت دیتا ہے، رشد و رضوان کی طرف مومنین کو ہدایت فرماتا ہے مگر فاسق، کاذب، کفار، خائن اور مسرف اس کی ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

حضرت امام بونی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ ہادی وہ ذات کمال ہے جس نے مخلوق پیدا کر کے اسے اپنی معرفت ذات کی ہدایت دی اور ہدایت کو اپنی ذات سے منسوب کیا۔ ہدایت یقیناً اللہ ہی کی ہدایت ہے جو ہدایت کی طرف چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نصیب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نشاۃ اول میں وجود کو قدم سے پیدا کر کے اس کی دو قسمیں کی ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔ اول فریق جو اہل یمین ہے جنت میں ہے اور دوسرا فریق اہل یسار ہے، دوزخی ہے۔ ان کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان شاہد ہے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے توحید قبول کرنے کی ہدایت دی اور کافروں کو ان کے وجود کے تحت اضطرار دے کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت دے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہادی حقیقی ہے دیگر معبودوں پر ہدایت کا اطلاق مجازاً بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اصل حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے اعمال کے لحاظ سے اصل کی طرف ہدایت ہی نہیں کی جس پر وہ چلتے بلکہ وہ خود اصل ہدایت سے دور ہو گئے ہیں۔ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر ہے اس کے احکامات جور و ظلم سے منزہ ہیں۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ

(پ 7 انعام 71)

ترجمہ: فرما دیجئے کہ ہدایت جسے اللہ دیتا ہے وہی ہدایت ہے اور ہمیں حکم

ہے کہ ہم رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (پ 8 اعراف 43)

ترجمہ: اور وہ کہیں گے ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں اس کی راہ دکھلائی اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے تھے۔

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ○ (پ 9 اعراف 186)

ترجمہ: جو اللہ کی طرف سے گمراہ ہو جائے تو اس کیلئے کوئی ہادی نہیں ہے۔ وہ انہیں چھوڑ دیتا ہے تا کہ وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں رہیں۔

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (پ 16 طہ 50)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا رب وہی ہے کہ جس نے ہر چیز کو موزوں صورت عطا کی ہے پھر اسے ہدایت دے دی ہے۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى

(پ 16 طہ 82)

ترجمہ: اور جو کوئی توبہ کرے ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر ہدایت کی راہ پر چلے میں بے شک اسے بخشنے والا ہوں۔

وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِیْدِ

(پ 17 حج 24)

ترجمہ: اور پاکیزہ بات قبول کرنے کیلئے ان کی رہنمائی کی گئی تھی اور انہیں تعریف کئے گئے اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت بھی دی گئی تھی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا ○ (پ 18 فرقان 31)

ترجمہ: اور اے میرے محبوب اسی طرح ہم جرم کرنے والوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیتے ہیں اور آپ کیلئے آپ کا رب ہدایت کرنے اور مدد کرنے میں کافی ہے۔

یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَالَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ ھَادٍ (پ24 مومن 33)

ترجمہ: جس دن پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھرو گے اس وقت تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور جسے اللہ ہدایت نہ دے تو اسے کوئی اور ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے۔

اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا (پ29 دہر 3)

ترجمہ: بے شک ہم نے اپنی طرف ہدایت کی راہ بھی دی چاہے شکر گزاری کرے خواہ ناشکری کرے۔

وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ۚ (پ30 بلد 10)

اور ہم نے اسے دنیا اور آخرت کی راہ دکھلائی ہے۔

حضرت شیخ نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ہدایت کے اقسام و انواع شمار میں نہیں آ سکتے۔

چنانچہ بچے کو ماں کے شکم سے باہر آنے کے ساتھ ہی پستان سے دودھ چوسنے کی ہدایت دیتا ہے۔ مرغی کے بچے کو انڈے سے نکلنے کے فوراً بعد دانہ چننے کی رہنمائی کرتا ہے۔ شہد کی مکھی کو مسدس شکل میں گھر بنانے کی رہنمائی بھی وہی کرتا ہے۔ یہ مسدس شکل شہد کے ذخیرے کیلئے نہایت موافق اور بہترین شکل ہے۔ ہدایت کی شرح بہت لمبی ہے۔ افضل و اعلم ہدایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے طریق کی رہنمائی فرماتا ہے جو بندے کو جنات نعیم اور اس کی ذات کے چہرہ کریم کے دیدار تک پہنچاتا ہے پھر اپنے خاص بندوں کے باطن میں توفیق کے عجیب عجیب انوار پیدا کرتا اور ایسے اسرار

وتحقیق سے بہرہ ور فرماتا ہے کہ اس کے سبب بندہ طاعت ومعرفت کی طرف ہدایت پاتا ہے۔ ہدایت سے سب سے بڑھ کر موصوف ہونے والے اور اس اسم سے متخلق ہونے والے انبیاء، اولیا اور علماء ہوتے ہیں کیونکہ یہ حضرات مخلوقات کیلئے ہادی ہیں کہ صراط مستقیم وطریق قویم پر لوگوں کو چلاتے ہیں خصوصا سید انبیاء ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم جو حق کے راستے کے ہادی اور دینی علوم کو زندہ کرنے والے ہیں اے اللہ ہمیں توفیق دے ہمیں صراط مستقیم پر چلا ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا نہ اس کے راستے پر جو تیرے غضب کا نشانہ بنے اور نہ گمراہوں کا راستہ۔

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ فرماتے ہیں تین چیزیں عارفین کے اخلاق میں سے ہیں۔ غمزدہ لوگوں کی تنگ دلی کو کھولنا، غافل لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عطا کر کے اللہ کی یاد میں مصروف کرنا اور توحید کی زبان سے مسلمان کو حق کا راستہ دکھانا یعنی ان کے دل کے چہرے کو دنیا سے موڑ کر دین کی طرف کرنا اور دنیوی زندگی سے دل ہٹا کر آخرت کی زندگی کی طرف متوجہ کرنا۔

بندوں میں ھادی انبیاء اور علماء ہیں جو مخلوقات کو سعادت اخرویہ کی طرف لے جاتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلاتے ہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ ان کی زبانی ہدایت کرتا ہے اور وہ اس کی قدرت وتدبیر کے تحت میں کام کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ اہل دنیا کا اصل اور حقیقی ہادی اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اصل ہدایت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے اس صفاتی نام سے پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے راہ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے اور وہ اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو راہ ہدایت پر لانے کیلئے اور راہ ہدایت پر قائم رکھنے کیلئے یہ اسم بہت مؤثر ہے۔

اَلۡبَدِیۡعُ

یَا بَدِیۡعُ (اے عجب چیز پیدا کرنے والے)

اعداد: 86 - خاصیت: معتدل

اللہ کی ذات کی ایک صفت بدیع ہے جس کا مطلب کسی چیز کو بغیر نمونے کے بنا دینے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات صفات اور افعال میں بے مثل ہے۔ اس لئے وہ بدیع مطلق ہے۔ بدیع کا لفظ ابداع سے بنا ہے جس کے معنی کسی چیز کو نیست و ہست میں لانا ہے اور عدم محض کو وجود میں لانا ہے اور کسی چیز کو بنانے کیلئے پہلے سے کوئی مثال موجود نہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بدیع ہے کہ اس نے جو کچھ بنایا ہے وہ پہلے موجود نہ تھا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بدیع وہ ہے جس کی کوئی مثال نہ گزری ہو۔ پس اگر ذات صفات اور فعال میں اور اس کے متعلقہ ہر امر میں اس کی کوئی مثل نہ گزری ہو تو وہ بدیع مطلق ہے اور اگر کوئی اس قسم کی شے گزر چکی ہو تو وہ بدیع مطلق نہیں رہے گا۔ یہ اسم مطلقاً خدا سے خاص ہے کیونکہ اس کے ساتھ قبل (پہلے) کا معنی کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا۔ پس کوئی اس جیسی شے اس سے پہلے کیونکہ ہوسکتی ہے اور اس کے بعد جو چیز موجود ہوتی ہے وہ اس کی ایجاد سے بنی ہے اور وہ اپنے موجد سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ پس وہ ازلاً و ابداً بدیع ہے۔ بندوں میں سے جو شخص ولایت یا علم میں ایسی فوقیت حاصل کرے کہ اس کی نظیر سابق میں نہ گزری ہو یا اس کے زمانہ میں کوئی اس کی نظیر موجود نہ ہو تو اپنے مخصوص اوصاف میں خاص زمانہ کے اندر بدیع ہے۔

ایک اور قول کے مطابق بدیع بمعنی بے مثل و بے مثال جو ہستی اپنی ذات اپنی صفات اور افعال میں بے مثل و بے مانند ہو وہ بدیع مطلق ہوتی ہے اور وہ صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اسم بدیع بمعنی مبدع بھی آتا ہے یعنی نئی شکل وصورت میں بنانے والا جس کا پہلے سے کوئی نمونہ نہ ہو۔ اس اسم کی دونوں طرح تفسیر کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے قول مبارک (بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ) میں مفسرین نے دونوں طرح تفسیر کی ہے۔ بندے کو چاہئے کہ جو کچھ بھی ہو عجیب عجیب اور نئی نئی خدائی مصنوعات پر نگاہ ڈالتا رہے تو دل کو خدائے بے مثل و مانند کی جانب جو اسے بھی نئی شکل وصورت میں لانے والا ہے لے جائے اور اس کے قدیم وجود پر نئے نئے حادثات کے رونما ہونے سے دلیل پکڑے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا میوہ دیکھتے تو فرماتے تھے کہ یہ ابھی ابھی میرے رب کی طرف سے آیا ہے۔ اسی معرفت کا اثر ہے۔ ہر بندہ جو کہ نبوت کی خاصیت سے مخصوص ہوتا ہے اور ولایت وعلم جو اس میں بے مثل و بے نظیر ہوتا ہے یا نئی سامنے آنے والی چیز جو بھی ہوتی ہے اور جو صفت کمال کی طرف لوٹتی ہے اپنے وقت و زمانے میں انوکھی شکل وصورت میں نمایاں ہوتی ہے اسے بھی بدیع کہتے ہیں۔

تمام مخلوقات میں بے مثل ذات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونے میں فرد کامل اور واحد ذات ہیں اور اسمائے واجب تعالیٰ سے علی الاطلاق موصوف ہونے والے بھی آپ ہی ہیں۔ کوئی بھی ہستی آپ کی مثل اور نظیر نہیں۔ اللّٰھم صل وسلم علٰی محمد بعدد کمال ذاتہٖ۔

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ ۔ فَجَوْہَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

ترجمہ: آپ اپنے [illegible]

آپ ہی [illegible]

التَّحِيَات اَتَمُهَاوَاَكمَلُهَا

بدیع کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (پ 1 بقرہ 117)

ترجمہ: وہ یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اور جب وہ کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ

(پ 7 انعام 101)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ اس کے ہاں اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی بیوی نہیں اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اَلْبَاقِیُ

یَا بَاقِیُ (اے ہمیشہ باقی رہنے والے)

اعداد: 113 --- خاصیت: جلالی

باقی کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز اپنی ابتداء کی حالت میں ہو ویسی ہی ہمیشہ کیلئے رہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس لئے باقی کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے اپنی صورت پر قائم و دائم ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔

غرضیکہ باقی وہ موجود ہے جو لذاتہ واجب الوجود ہے لیکن جب اس کو ذہن میں

زمانہ مستقبل کی طرف منسوب کیا جائے تو وہ باقی کہلائے گا اور جب زمانہ ماضی سے نسبت دی جائے تو اس کو قدیم کہا جائے گا۔

باقی مطلق وہ ہے جس کے وجود کی تقدیر زمانہ مستقبل میں کسی آخری حد تک منتہی نہ ہو جس کیلئے یہ لفظ مقرر ہیں کہ وہ ابدی ہے اور قدیم مطلق وہ ہے جس کے زمانہ میں موجود کی درازی کا ماضی میں کوئی آغاز نہیں اور اس کیلئے یہ لفظ مقرر ہیں کہ وہ ازلی ہے۔

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ وہ لذاتہ واجب الوجود ہے تو یہ تمام معنی اس میں آ جاتے ہیں۔ یہ اسماء جو مقرر کئے گئے ہیں تو ذہن میں اس وجود کو ماضی و مستقبل کی طرف منسوب کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ ماضی و مستقبل کے مفہوم میں متغیرات کا معنی شامل ہے اس لئے کہ وہ دونوں زمانے ہیں اور زمانہ میں حرکت و تغیر ہی داخل ہیں کیونکہ حرکت بذاتہا ماضی اور مستقبل کا مجموعہ ہے اور متغیر تغیر کے واسطہ سے زمانہ میں داخل ہوتا ہے پس جو ذات تغیر اور حرکت سے بالاتر ہے۔ وہ زمانہ میں سے نہیں ہے اور نہ اس میں ماضی و استقبال ہے۔ یہ امور تو ہمارے ہی لئے ہیں جن پر زمانہ گزرتا ہے۔ اب کچھ اور حالت ہے پھر کچھ اور ہوگی۔ اس کے بعد کچھ اور ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جو حالت گزر چکی ہے وہ ماضی، جو موجود ہے وہ حال اور جو آنے والی ہے وہ مستقبل کہلاتی ہے اور جہاں نہ آغاز ہے نہ انجام وہاں زمانہ ہی نہیں اور کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی نے تو زمانہ کو پیدا کیا ہے۔ پس وہ زمانہ سے پیشتر ہے اور زمانہ سے بعد جوں کا توں رہے گا۔

کسی کا یہ خیال بالکل دور از عقل ہے کہ بقاء کی صفت باقی کی ذات سے زائد ہے اور اس سے بھی زیادہ بعید خیال یہ ہے کہ قدامت کی صفت قدیم کی ذات سے زائد ہے۔ ان خیالات کی بیہودگی سے ظاہر ہے کہ اس بنا پر بقاء کی بقاء اور صفات کی بقاء اور قدامت کی قدامت اور صفات کی قدامت کا خبط لازم آتا ہے۔

دوام ابدی اسی کیلئے ہے اللہ تعالٰی اس لحاظ سے باقی ہے کہ وہ موت کا خالق ہے اور اس کی پیدا کی ہوئی موت اس پر غالب نہیں آ سکتی۔ اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہے مگر جس چیز کو وہ جتنی دیر رکھنا چاہے وہ باقی رہ سکتی ہے جس طرح انسانوں کے نیک اعمال مرنے کے بعد قیامت تک باقی رہیں گے۔ روح اور جنت دوزخ کا باقی رہنا اس کی مرہون منت ہے یعنی وہ انہیں ختم کرنے پر اختیار رکھتا ہے اور اگر چاہے تو انہیں بھی جب تک چاہے باقی رکھے۔

مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَاللّٰهِ بَاقٍ ط (پ 14 نحل 96)

ترجمہ: جو تمہارے پاس ہے وہ فنا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بقا ہے۔

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَلَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ط وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ (پ 16 طٰہٰ 73)

بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کردے اور جادو بھی معاف کردے جس پر ہمیں مجبور کیا گیا اور اللہ بہتر ہے اور وہی باقی ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۵ لا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ط وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ط

(پ 16 طٰہٰ 131)

ترجمہ: اور اے سننے والے اپنی آنکھوں کو کافروں کی دولت کی طرف نہ جھکا، جو ہم نے ان میں میاں بیوی کو دیا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی بڑی دلکش ہے اس سے ہم انہیں فتنے میں ڈالیں گے تیرے رب کا رزق سب سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ج وَمَا عِنْدَ

اللّٰہِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ 20 قصص 60)

ترجمہ: اور تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ تو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہی سب سے بہتر باقی رہنے والا ہے کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُهَا ج وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ج

(پ 25 شوریٰ 36)

ترجمہ: پس جو تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ یہ ان کیلئے ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۝ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ج

(پ 27 رحمٰن 26-27)

ترجمہ: یہاں کی ہر چیز فانی ہے اور آپ کے صاحب جلال اور اکرام والے رب کو بقا ہے۔

دائم الوجود جو ہرگز فنا کو قبول نہ کرے۔ بندے کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی بقا کے عکس میں اپنے آپ کو فانی کردے اور دل کو ماسوائے تعلق سے محفوظ رکھے۔ اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ ایسے کمالات حاصل کرنے کی کوشش کرے جن کے نشانات اس جہاں میں بھی باقی رہیں اور اس جہاں میں بھی اور بندے کو یہ بھی چاہئے کہ جلال حق میں فانی ہو جائے تاکہ اس طرح حیات ابدی پاکر ہمیشہ ہمیشہ باقی ہو جائے۔

شمس المعارف میں ہے کہ باقی وہ ذات تعالیٰ باقی ہے جس کا وجود [illegible] [illegible] اور واجب الوجود بالذات ہے۔ اس اسم کی [illegible] کی طرف [illegible]

شاندار ہوتا ہے اور نام باقی رہتا ہے اگر ماضی کی طرف اضافت کی جائے تو قدیم نام رہتا ہے۔ دراصل باقی وہ ہے جس کی قسمت ماضی میں ختم نہ ہو۔ اسی کو اول ازلی اور واجب الوجود بذاتہ کہتے ہیں۔ اس کے یہ مختلف نام ماضی، مستقبل اور منقلبات کی اضافت کی وجہ سے کہے جاتے ہیں کیونکہ ماضی وغیر زمانہ ہے اور تغیر و حرکت زمانہ ہی میں ہوتا ہے اور حرکت بذاتہ ماضی و مستقبل پر منقسم ہے اور متغیر زمانہ میں تغیر و انقلاب کی وجہ سے آتا ہے اور جو چیز تغیر سے خالی ہو وہ زمانہ میں نہیں آسکتی اور ماضی و مستقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح امور متوجبہ کا بھی وقت میں ہونا ضروری ہے جو تھوڑے تھوڑے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو گزر گیا ماضی ہوا جس کا انتظار ہے وہ مستقبل ہوگا۔ ان تمام امور کے پیش نظر واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمانہ کے پیدا کرنے سے پہلے بھی موجود تھا اور زمانہ کے فنا کرنے کے بعد بھی رہے گا اور حقیقت اللہ ہی باقی ہے۔

اَلْوَارِثُ

یَاوَارِثُ (اے وارث) ☆ اعداد: 707 - خاصیت: جمالی

الوَارث کا لفظ ورث سے بنا ہے جس کا مطلب کسی کے بعد کسی چیز کا مالک ہونا ہے۔ مالک ہونے کے علاوہ اس لفظ کے معنی مددگار، حمایتی اور اختیار حاصل کرنے والے کے بھی ہیں۔ دنیا کی وراثت یعنی ملکیت فانی ہے۔ اس لفظ کا اطلاق جب اللہ تعالیٰ کی صفات پر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ کائنات کی ہر چیز کا اصل وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ ایک وقت آئے گا کہ دنیا کا کوئی شخص زندہ نہ رہے گا بلکہ صرف اللہ ہی رہے گا۔ اس لحاظ سے اصل وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وارث ہونے کے بارے میں اپنے کلام میں خود ہی فرماتا ہے۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (پ24 المؤمن 16)

ترجمہ: آج ملک کس کا ہے۔

جب روز محشر ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج ملک کس کا ہے جبکہ کوئی جواب نہ دے سکے گا تو پھر اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائے گا آج اللہ تعالیٰ واحد قہار ہے یعنی آج کے دن کا اصل مالک اور وارث اللہ ہی ہے جو قہار ہے۔ قرآن میں یوں آیا ہے (لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ) اللہ ہی واحد قہار ہے۔ (پ24 المؤمن 16) اس سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا حقیقی مالک ہے اور مالک ہی اصل وارث ہوتا ہے۔

اس کے متعلق یوں بیان ہوا ہے کہ:

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُوْنَ (پ14 حجر 23)

ترجمہ: اور ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود وراثت کی وضاحت کی ہے کہ درحقیقت ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت بھی دیتے ہیں اور ہم ہی ہر چیز کے وارث بھی ہیں جس طرح زندگی اور موت میں کسی کو دخل نہیں ہے، اسی طرح زمین اور اہل زمین کی وراثت میں بھی کسی کا کوئی حصہ نہیں۔ سب کا مرجع مولیٰ اللہ ہی ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ:

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ

(پ16 مریم 40)

بے شک ہم زمین اور جو کچھ اس کے اوپر ہے اس کے وارث ہیں اور سب نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی وارث وہ ہے جو سب مالکوں کے فنا ہوجانے کے بعد تمام اشیاء کا مالک ہوگا اور یہ درجہ فقط اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے کیونکہ سب مخلوقات

کے فنا ہونے کے بعد وہی باقی رہے گا۔

یہی بات ایک اور مقام پر یوں بیان ہوئی ہے کہ:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ۢبَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ ۢبَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ

(پ 20 قصص 58)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وارث وہ ہے جو مالکوں کے فنا ہونے کے بعد مملوکات کا مالک قرار پاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جو خلقت کے فنا ہو جانے کے بعد باقی ہے اور آخر ہر شے کا مرجع وہی ہے۔ اس وقت وہ یوں فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کس کی بادشاہی ہے) پھر خود ہی یوں جواب دے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ''اللہ واحد و قہار کی بادشاہی ہے۔'' یہ سائلانہ ندا ان اکثر لوگوں کے غلط زعم کو دور کرنے کی غرض سے کی جائے گی جو خود بادشاہ اور صاحب ملک ہونے کا گھمنڈ رکھتے ہیں۔ اس وقت اصل معاملہ ان پر آئینہ ہو جائے گا لیکن جو لوگ صاحب بصیرت ہیں وہ ہمیشہ سے خود بخود اس ندا کا معنی سمجھے ہوئے ہیں بلکہ یہی ندا بلا حرف و آواز ہر وقت سن رہے ہیں اور دل سے یقین رکھتے ہیں کہ ہر وقت اور ہر لمحہ میں اللہ واحد قہار کی بادشاہی ہے۔ اسی لئے وہ ازلی و ابدی ہے۔ اس بات کو کچھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو توحید فی الفعل کی حقیقت جانتا ہے اور بخوبی سمجھتا ہے کہ زمین و آسمان کی قلمرو میں فاعل واحد وہی واحد و یکتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق کا قول ہے کہ وارث سے مراد وہ ذات ہے جو تمام موجودات کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے گی کیونکہ تمام املاک کے فانی ہونے اور تمام ملکوں کے فنا ہونے کے بعد سب ملکیتیں اسی کی جانب رجوع کر جائیں گی۔

یہ کلام ظاہر کے لحاظ سے ہے ورنہ ازل سے ابد تک مالک علی الاطلاق وہی ہے۔ اس کی ملکیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آسکتی اور تمام ملک و ملکوت بلا کسی شرکت کے اس

کی ملکیت میں ہیں۔ تمام اہل بصیرت گوش ہوش سے یہی ندا سنتے ہیں (لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ) جل جلالہ عظیم شانہ

پس بندے کو چاہیے کہ مال وراثت کی فکر میں نہ پڑے اور یہ جانے کہ سب کچھ چھوڑ جانا ہے اور سب سے ہاتھ اٹھالینا ہے (مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا) مرنے سے پہلے مرجاؤ، یہ عارفوں کا دستور اور طریقہ ہے

دل برین منزل فانی چہ نہی
رخت بربند کہ انا للہ

ترجمہ: اس فانی منزل پر کیا دل لگاتا ہے سامان باندھ لے کیونکہ ہم سب اللہ کی طرف جانے والے ہیں۔ اس اسم سے متخلق ہونے کا معنی یہ ہے کہ دین کے علوم و معارف حاصل کرے تاکہ انبیاء کا وارث بن جائے۔

اَلرَّشِیْدُ

یَا رَشِیْدُ (اے سیدھی راہ دکھلانے والے)

اعداد: 514 ☆ خاصیت: جمالی

الرشید اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے جو رشد سے بنا ہے۔ رشید سے مراد رشد وہدایت دینے والا ہے۔ اس لئے دنیا کا سب سے بہتر رہنما اللہ ہے۔ وہی ہر قسم کی مخلوق کو سیدھے راستے پر گامزن کرنے والا ہے۔ وہ بذات خود رشد وہدایت کا منبع ہے اور اہل دنیا کو اسی کی توفیق اور نظر عنایت سے ہدایت ملتی ہے۔ اسی لئے اسے رشید کہا جاتا ہے۔ اللہ رشید ہے کہ وہ ہر ہدایت کی طلب رکھنے والے کی رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ رشید ہے کہ اس کے تمام افعال اور اختیارات رشد وہدایت پر مبنی ہیں۔ اللہ

اس لحاظ سے بھی رشید ہے کہ اس کے ہر حکم میں ہدایت پائی جاتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تمام بندوں کی رہنمائی فرمانے والا ہے اور اس کی رہنمائی اور ہدایت تا قیامت جاری رہے گی۔صحیح رہنمائی اور ہدایت اسی سے مل سکتی ہے اس لئے جسے صحیح ہدایت کی طلب ہوتو وہ اسے اس صفت سے پکارے۔ان شاء اللہ تعالیٰ اسے سیدھی رہ مل جائے گی۔قرآن مجید میں مختلف مقامات رشد کیلئے استعمال ہوا ہے۔رشد یعنی ہدایت چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس لئے وہ رشید ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○

(پ 2 بقرہ 186)

ترجمہ: اور جب میرے بندے آپ سے سوال کریں تو میں بہت قریب ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ پس میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام کے واقعہ میں بیان ہوا ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے حضرت ھود علیہ السلام کو کہا تھا۔

اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ (پ 12 ھود 87)

ترجمہ: بے شک آپ ہی حلم والے ہدایت والے ہیں۔

اس آیت میں لفظ رشید کا اطلاق تخلق کے لحاظ سے ہوا ہے مگر انسان کو اصل ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔قرآن میں ایک اور مقام پر یہ لفظ یوں آیا ہے:

وَاَنَّا لَانَدْرِیْ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا لا

(پ 29 جن 10)

ترجمہ: اور یہ کہ ہمیں اس کی وجہ کا پتہ نہیں کہ زمین والوں کے ساتھ کس سختی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کیلئے ہدایت کا ارادہ کیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ہر طرح کی رہنمائی دنیا اور راہ ہدایت پر چلانا اللہ ہی کے دائرہ اختیار میں ہے جس لحاظ سے وہ ذات رشید ہے۔

غرضیکہ رشید وہ ذات ہے جس کی تدبیریں ٹھیک اپنے مقاصد پر فائز ہوں۔ اس کے کوئی معاون ان کی اعانت کرے یا کوئی رہنما ان کو راہ پر قائم رکھے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو جتنی دینی و دنیوی تدبیرات کی ہدایت بخشی ہے۔ اتنی ہی تدبیرات کی ٹھیک راہ پر چلنے اور ان سے صحیح مقصد حاصل کرنے کی توفیق بھی دی ہے۔

ایک اور قول کے مطابق یہ لفظ رشد سے بنا ہے بمعنی صحیح راستے پر ہونا۔ یہ گمراہی کی ضد ہے۔ رشد یہ ہے کہ بندے کے اقوال صحیح و درست ہوں، اس کے افعال ٹھیک اور مناسب ہوں اور اس کے احکام مضبوط اور ٹھوس ہوں۔ ان میں خلل اور لغزش کا شائبہ نہ ہو۔ اس کی تمام تدبیرات صحیح نتائج تک پہنچانے والی ہوں اور غلطی و کجی سے محفوظ ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہاں رشید بمعنی مرشد ہے یعنی بندوں کو دین و دنیا کے مقاصد میں اور اس جہاں میں کتاب و شریعت کے مطابق درستی کے راستے پر چلانے والا ہو۔ اس اسم سے تخلق کی وجہ ظاہر ہے۔

اَلصَّبُوْرُ

یَاصَبُوْرُ (اے برداشت کرنے والے)

اعداد: 298 ☆ خاصیت: جلالی

صبر ایک بہت ہی اچھا وصف ہے اور صبور اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ برداشت کرنے والا اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت کے لحاظ سے صبور ہے۔

صبور اصل میں (ص ب ر) سے بنا ہے۔ عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہے ان پر نفس کو جمائے رکھنا اور جن سے منع کرتی ہے سے باز رہنا شریعت میں صبر کہلاتا ہے۔ صبور اسم مبالغہ ہے جس کا مطلب بہت زیادہ صبر کرنے والا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کا جلد مواخذہ نہیں کرتا بلکہ نرمی کرتا ہے اور جلدی گرفت نہیں کرتا اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ صبور ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صبور وہ ہے جس کو کوئی تیزی اور تندہی کسی کام کو جلد اور قبل از وقت کرنے پر مجبور نہیں کرتی بلکہ وہ تمام امور کو خاص انداز ے پر قائم کر کے محدود راہ پر چلاتا ہے اور ان کو نہ کسی ست کارندے کی طرح مقررہ وقت سے پیچھے ڈالتا ہے اور کسی جلد باز کی طرح قبل از وقت کرنے لگتا ہے بلکہ وہ ہر کام کو اس کے مقرر وقت پر، مناسب طریقے سے کرتا ہے۔ یہ تمام امور بلا کسی مخالفت کی مخالفت کے انجام پاتے ہیں۔

بخلاف اس کے بندے کا صبر مخالف کے مقابلے میں خالی نہیں ہے کیونکہ اس کے صبر کے معنی ہی یہ ہیں کہ عقل و دین کی خواہش، شہوت وغضب کی خواہش کے

مقابلے میں ثابت قدم رہے۔ جب وہ مخالف خواہش یا باہم کھینچا تانی کرتی ہیں اور جلد بازی کی خواہش دھیمی کرتا غیر احتیاطی ہے تو اس خواہش والا صبور کہلاتا ہے کیونکہ اس نے جلد بازی کی خواہش کو پست کرلیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میں جلد بازی کا کوئی باعث ہی نہیں ہے۔ پس جب وہ شخص جس میں عجلت کا باعث موجود ہے (گووہ کمزور ہی ہوگیا ہے) صبور کہلاتا ہے تو وہ ذات اس سے بھی زیادہ اس اسم کی حقدار ہے جس میں اس قسم کا کوئی بھی باعث موجود نہیں ہے۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

(پ 13 ابراہیم 5)

ترجمہ: اور انہیں اللہ کے دن یاد کرواؤ بے شک ان میں ہر صابر اور شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صبر کا معنی لغت میں ہے برداشت کرنا۔ صبور اسے کہتے ہیں جو گنہگاروں کی گرفت میں جلدی نہ کرے، انہیں سزا دینے اور ان سے انتقام لینے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ صبور حلیم کے معنی کے قریب ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ صبور اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ اس نے صبر کیا ہوا ہے لیکن آخرکار اسے گرفت میں لائے گا۔ حلیم اس سے مطلق ہے یعنی آخرکار گرفت میں لائے یا نہ لائے۔ بعض کہتے ہیں صبور بمعنی صبر دینے والا، بندے کو صبر دینے والا، بلا و مصیبت میں اس طرح امانت کا بوجھ اٹھانے میں بندے کو صبر دینے والا اور خواہش و شہوت کی مخالفت کرنے میں صبر کرنے والا۔ اسی طرح بندے کو عبادت کے ادا کرنے میں مشقت پر صبر دینے والا وہی سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ بندے کو چاہئے کہ تمام مصیبتوں، تکلیفوں اور برائیوں میں اسی سے صبر چاہے اور اس کی نافرمانی سے دور رہے۔

حکایت: بیان کرتے ہیں کہ اکابر اسلام میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ''میں مکہ معظمہ میں تھا۔ میں نے ایک درویش دیکھا جو مسجد خانہ کعبہ میں داخل ہوا اور طواف کیا اور ایک رقعہ جیب سے نکالا۔ اسے دیکھا اور چلا گیا۔ دوسرے دن بھی اس نے اسی طرح کیا اور چلا گیا۔ میں چند دن اس کے اس حال کی نگرانی کرتا رہا۔ وہ اسی طور پر آتا اور چلا جاتا۔ ایک دن آیا اور طواف کیا اور رقعے پر نظر ڈالی اور جان اللہ کے حوالے کردی۔'' میں اپنی جگہ سے اٹھا رقعے کو دیکھا اس میں لکھا ہوا تھا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (الطور : ۴۸)

ترجمہ: اپنے رب کے حکم پر صبر کر بے شک تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ کسی کام میں بھی جلد بازی اور شتابی نہ کرے بلکہ آرام و آہستگی اختیار کرے اور فراق کی تکلیف میں امید وصال سے پناہ حاصل کرے اور اپنے درد واشتیاق کا علاج محبوب کے ذکر سے کرے تاکہ اپنے مقصود کو پالے اور کامیاب و بامراد بن جائے۔ (رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۔ البقرۃ : ۲۵۰)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ آل عمران : ۲۰۰)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر کو انڈیل دے۔ ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافروں پر ہماری مدد فرما۔

اے ایمان والو! صبر کرو۔ صبر کی تلقین کرو، جہاد کیلئے تیار رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں صبر کا پیالہ پیتا رہ اگر تو قتل ہو جائے گا تو شہید ہوگا اور اگر زندہ رہے گا تو نیک بخت ہوگا۔

صبرے کنیم تا کرم او چہ میکند ۔۔۔ باایں دل شکستہ غم او چہ میکند
عیسیٰ دم است نفس و ہوا پیش او بکش ۔۔۔ وانگہہ نظارہ کن کہ دم او چہ میکند

(1) ہم صبر سے کام لیں گے اور دیکھیں گے کہ اس کا کرم کیا سلوک کرتا ہے اور اس دل شکستہ سے اس کا غم کیا سلوک کرتا ہے۔

(2) میرا معشوق حضرت عیسیٰ کا سانس رکھتا ہے۔ نفس و خواہش اس کے آگے ختم کردے پھر دیکھ کہ اس کی پھونک کیا کام کرتی ہے۔

صبر کرنے کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَیْسَ اَحَدًا وَّلَیْسَ لَشَیْئٍ اَصْبَرَ عَلٰی اَنْ یَّسْمَعَهٗ مِنَ اللّٰہِ اِنَّھُمْ لَیَدْعُوْنَ لَهٗ وَلَدًا وَّاِنَّھُمْ لَیُعَافِیْھِمْ وَیَرْزُقُھُمْ۔

ترجمہ: اس سے زیادہ اللہ کی جانب سے صبر کیا شے ہو سکتی ہے کہ لوگ تو اس کیلئے اولاد قرار دیں پھر بھی وہ ان سے درگزر کرے اور انہیں رزق بھی دیتا رہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے گناہوں کو دیکھتے ہوئے بھی برداشت کر رہا ہے اور مہلت دے رہا ہے۔ اس لئے وہ صبور ہے۔

شمس المعارف میں لکھا ہے کہ صبور وہ ذات ہے جو وقت پر کام کرے اور جلدی نہ کرے بلکہ تمام امور کو مقدارات پر رکھے اور سنتوں کے موافق کام کرے اور مدت متعین میں پس و پیش نہ کرے اور ہر چیز میں حکمت الٰہی کو مقرر جانے کہ اللہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔

صبر کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک صبر روح جو جنت کی نعمتوں کے حصول پر صبر کرنا اور ایک صبر قلب۔ ان چیزوں پر جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہیں ایک صبر عقل ان امور پر صبر جنکی دلیل افعال متقاضی ہے۔ ایک صبر جسم یعنی امراض جسم پر صبر کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ایک دن کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

کسی شخص کا نام صبور نہیں رکھا جاتا اس لئے کہ جلدی کے وقت انسان صبر پر

قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ جلدی کرنے سے پاک ہے۔ اس سے زیادہ کوئی صبر کرنے والا نہیں ہے۔ گنہگاروں کو وہ مہلت دیتا ہے کہ توبہ کرلیں حالانکہ وہ ہلاک کرنے پر قادر ہے مگر پھر بھی دنیا میں کوئی ایسا عذاب نہیں دیتا جو ظاہر آنکھ فوراً دیکھ سکے۔ اسم صبور ہم معنی اس کے تواب ہے اور تواب وہ ہے جو گناہ کا فوراً مواخذہ نہ کرے تاکہ انسان کبھی تو اس کی رحمت سے توبہ کرے۔

اسم صبور کو جو شخص زیادہ سے زیادہ پڑھنے لگے اس میں صبر کرنے کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ وہ سخت سے سخت مصیبت میں صابر ہو جاتا ہے۔ اس لئے بعض صوفیاء نے اہل طریقت کے ابتدائی مریدوں کو یہ اسم پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے تاکہ راہ سلوک میں آنے والی پریشانیوں کو وہ خندہ پیشانی سے برداشت کرسکیں۔

اَلْقَرِیْبُ

یَاقَرِیْبُ (اے نزدیک) ☆ اعداد: 312 - تاثیر: جمالی

قَرِیب کا مطلب ہے نزدیک تر کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے قریب ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں یوں بیان ہوئی ہے کہ:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا (پ 2 بقرہ 186)

ترجمہ: اور اے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو آپ فرمادیں کہ میں بہت قریب ہوں اور جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو قبول کرتا ہوں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ:

ایک اعرابی نے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہوتو ہم اس سے سرگوشیاں کرلیں یا دور ہے؟ اگر دور ہوتو ہم اونچی اونچی آوازوں سے اسے پکاریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

بعض روایات میں ہے کہ صحابہؓ میں سے بعض نے سوال کیا تھا کہ ہمارا رب ہم سے قریب ہے تاکہ ہم آہستہ آہستہ اس کی مناجات کریں یا دور ہے تاکہ زور سے اسے پکاریں، تب یہ جواب اترا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ یہودان مدینہ نے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تو عرش پر ہے اور عرش وفرش کے درمیان اتنا بعد حال ہے پھر اللہ ہماری کیوں کر سنتا ہے، تب ان کو اللہ عزوجل نے یہ جواب بھیجا تھا۔

صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کو تشریف لے جارہے تھے۔ لوگوں نے ایک وادی میں چڑھتے ہوئے (اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہ) کی تکبیر زور سے لگائی تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَیُّھَاالنَّاسُ اَلْزِمُوْا اَنْفُسَکُمْ فَاِنَّکُمْ لَاتَدْعُوْنَ صُمًّا وَلَا غَائِباً اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا قَرِیْبًا

ترجمہ: اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کروتم کسی گراں گوش کو یا غائب کو نہیں پکار رہے ہوتم تو سمیع، بصیر اور قریب کو پکار رہے ہو۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر قریب کا لفظ یوں استعمال ہوا ہے:

وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ ۙ (پ 26 ق 41)

ترجمہ: اور سنو جب پکارنے والا قریبی مقام سے پکارے گا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ قریب ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ

قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝

(پ 2 بقرہ 214)

ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر ایسے سخت حالات نہیں گزرے جیسے کہ پہلے لوگوں پر گزرے کیونکہ جس وقت انہیں سختی اور شکستہ حالی پہنچی اور وہ ہلائے گئے تو یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی خبردار بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(پ 28 الصف 13)

ترجمہ: اور ایک نعمت اور دے گا جس سے تمہیں محبت ہے وہ نعمت اللہ کی جانب سے نصرت اور فتح قریب ہے اور اے محبوب مومنوں کو بشارت دے دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (پ 8 اعراف 56)

ترجمہ: زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ ڈالو خوف اور امید سے دعا کرو بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

قیامت کے قریب ہونے کی یوں خبر دی گئی ہے کہ:

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(پ 14 نحل 77)

ترجمہ: زمین و آسمان کی غیبی چیزیں اللہ ہی کی ہیں اور اللہ کے نزدیک قیامت کا آجانا پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی قریب ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قریب ہے کہ وہ ہماری باتوں اور التجاؤں کو فوراً سن لیتا ہے۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ○ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ○ (پ 22 سبا 50-51)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اگر میں دور ہوا تو بے شک دور ہونا نفس ہی کی وجہ ہوگی اور یہ کہ میرے ہدایت پر رہنے سے میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے۔ بے شک وہ سننے والا ہے قریب ہے۔ اور کاش کہ آپ ان کو دیکھیں جب وہ قیامت میں گھبرا گئے ہوں گے اور بھاگ کر بھی نہ بچ سکیں گے اور بالکل قریب ہی سے پکڑ لئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (پ 26 ق 16)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے نفس میں اٹھنے والے وسوسوں کو ہم جانتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اللہ تعالیٰ دعا سننے اور قبول کرنے میں قریب ہے۔

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (12 ھود 61)

ترجمہ: پس استغفار کرو پھر اسی کی طرف توبہ کرو بے شک میرا رب قریب دعا قبول کرنے والا ہے۔

رَبُّ

یَارَبُّ (اے پروردگار) ☆ اعداد: 202 - تاثیر: جمالی

رب اللہ کی طرح سامی زبانوں کا ایک کثیرالاستعمال مادہ ہے۔ عبرانی، سریانی اورعربی تینوں زبانوں میں اس کے معنی پالنے کے ہیں اور چونکہ پرورش کی ضرورت کا احسان انسانی زندگی کے بنیادی احساسات میں سے ہے اس لئے اسے بھی قدیم ترین سامی تعبیر میں سے سمجھنا چاہئے پھر چونکہ معلم، استاد اور آقا کسی نہ کسی اعتبار سے پرورش کرنے والے ہی ہوتے ہیں اس لئے اس کا اطلاق ان معنوں میں بھی ہونے لگا۔ چنانچہ عبرانی اور آرامی کا (ربی) اور (رباہ) پرورش کنندہ معلم اور آقا تینوں معنی رکھتا تھا اور قدیم مصری اور خالدی زبان کا ایک لفظ (رابو) بھی انہی معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور ان ملکوں کی قدیم ترین سامی وحدت کی خبر دیتا ہے۔

رب دراصل مصدر ہے جو فاعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کے معنی میں انتہا درجے کا مبالغہ پیدا ہوگیا ہے۔ چنانچہ جب ہم اس کی معنوی وسعت پر غور کرتے ہیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے اس کی وسعت کیمت کے اعتبار سے بھی ہے اور کیفیت کے اعتبار سے بھی۔ جہاں تک کیمت کا تعلق ہے تو وہ ذات جو رب ہے وہ حقیقت میں رب العالمین ہے اور عالمین کا شمار کسی انسانی عقل کے بس میں نہیں۔ اس کی مخلوقات میں سے جو مخلوقات ہمارے سامنے ہیں اور جن میں سے ہر مخلوق کو ربوبیت کا فیضان پہنچ رہا ہے۔ ان میں سے صرف خشکی کی مخلوقات کو شمار کیا جائے تو یہ بھی ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ سمندر کی مخلوقات، آسمانوں کی مخلوقات، پہاڑوں کی مخلوقات اور ان جہانوں کی مخلوقات جن کے ناموں سے ہم کسی حد تک واقف ہیں لیکن ان کی حقیقت سے واقف نہیں۔ ان کا شمار کون کرسکتا ہے اور پھر اگر ایک ایک

چیز کو غور سے دیکھا جائے مثلاً ایک درخت کے اندر جڑ، تنا، چھلکا، گودا، پھول، پھل، شاخ، پتوں کے اندر رنگ و روغن پر تاثیر اور مزا اور پھر ان کی شکل وصورت۔ ان تمام کے اندر ایک جہان معنی موجود ہے جو ربوبیت کے فیضان کا اظہار کر رہا ہے مگر اس کی حقیقت تک پہنچنا آسان نہیں۔ اسی طرح خود انسان کو اپنے جسم، جسم کے مختلف اعضاء، اعضاء کے اندر مختلف اعصاب اور پھر ہر ایک کی الگ الگ غذا۔ ان پر ہی غور کیا جائے تو حیرت و استعجاب کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اسی طرح جہاں تک اس ربوبیت کی کیفیت کا تعلق ہے وہ صرف ایسا نہیں کہ محض پرورش کا عمل جاری و ساری ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض آئمہ لغت نے اس کی تعریف میں یہ جو بات کہی ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے کہ ربوبیت کی تعریف یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ وہ اپنی حد کمال تک پہنچ جائے۔ اگر ایک شخص بھوکے کو کھانا کھلا دے یا کسی محتاج کو روپیہ دے دے تو یہ اس کا کرم ہے، جود ہے، احسان ہے، لیکن وہ بات نہیں جسے ربوبیت کہتے ہیں۔ ربوبیت کیلئے ضروری ہے کہ پرورش اور نگہداشت کا ایک جاری اور مسلسل اہتمام ہو اور ایک وجود کو اس کی تکمیل و بلوغ کیلئے وقتاً فوقتاً جیسی کچھ ضرورتیں پیش آتی رہیں ان سب کا سروسامان ہوتا رہے۔ نیز ضروری ہے کہ یہ سب کچھ محبت و شفقت کے ساتھ ہو کیونکہ جو عمل محبت و شفقت کے جذبہ سے خالی ہوگا ربوبیت نہیں ہوسکتا۔ ربوبیت کی ایک ادنیٰ مثال ہم اس پرورش میں دیکھ سکتے ہیں جس کا جوش ماں کی فطرت میں ودیعت کردیا گیا ہے۔ مثلاً جب بچے کا معدہ دودھ کے سوا کسی غذا کا متحمل نہیں ہوتا تو اسے دودھ ہی پلایا جاتا ہے اور جب دودھ سے زیادہ قوی غذا کی ضرورت ہوئی تو ویسی ہی غذا دی جانے لگی۔ جب اس کے پاؤں میں کھڑے ہونے کے قابل ہوا تو انگلی پکڑ لی اور ایک ایک قدم چلانے لگی۔ پس یہ بات کہ ہر حالت اور ضرورت کے مطابق ضروریات مہیا ہوتی رہیں اور نگرانی و حفاظت کا ایک مسلسل

اہتمام جاری رہا۔ یہ وہ صورتحال ہے جس سے ربوبیت کے مفہوم کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ مجازی ربوبیت کا یہ ناقص اور محدود عملی نمونہ سامنے رکھئے اور پھر ربوبیت الٰہی کی غیر محدود حقیقت کا تصور کیجئے تو اس کا رب العالمین ہونے کا معنی یہ ہوا کہ جس طرح اس کی خالقیت نے کائنات ہستی اور اس کی ہر چیز پیدا کی ہے اسی طرح اس کی ربوبیت نے ہر مخلوق کی پرورش کا سروسامان بھی کر دیا ہے اور یہ پرورش کا سامان ایک ایسے عجیب و غریب نظام کے ساتھ ہوا ہے کہ ہر وجود کو زندگی اور زندگی کی بقاء کیلئے جو کچھ مطلوب ہے، ہر ضرورت کا لحاظ ہے۔ ہر تبدیلی کی نگرانی ہے اور ہر کمی بیشی ضبط میں آ چکی ہے۔

پھر اسی ظاہری نظام ربوبیت پر بس نہیں بلکہ اس کی ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے انسان کیلئے صرف اسباب معیشت ہی پیدا نہیں کئے بلکہ ان سے فائدہ اٹھانے اور انہیں بروئے کار لانے کیلئے جس صلاحیت کی ضرورت تھی وہ بھی عطا کی گئی کیونکہ خارج میں زندگی اور پرورش کا کتنا ہی سروسامان کیا جاتا وہ کچھ مفید نہ ہوتا اگر ہر وجود کے اندر اس سے کام لینے کی ٹھیک ٹھیک استعداد نہ ہوتی اور اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ اس کا ساتھ نہ دیتے پھر اس کے ساتھ ساتھ اس نے وجدان اور حواس اور عقل کی رہنمائی بھی عطا فرمائی اور چونکہ یہ تینوں انسانی زندگی کے اس مقصد اعلیٰ کہ جس کے نتیجہ میں انسان کا رابطہ اپنے خالق و مالک سے ہوتا ہے کیلئے کفایت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے اس نے وحی الٰہی کی رہنمائی کو بھی نازل فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرما کر انسان کیلئے اس کی راہ عمل کو آسان کر دیا اور یہ سب کچھ اس نے اس لئے کیا کہ وہ رب ہے اور ربوبیت کا تقاضا صرف جسم کی ضروریات کو پورا کرنا نہیں تھا بلکہ عقل و دماغ اور انسان کی روحانی صلاحیتوں کا اطمینان بھی ضروری تھا۔ اس لئے سورت الناس میں اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو ''رب الناس'' ہے وہ ''مالك الناس'' بھی ہے اور ''الـه الناس'' بھی ہے۔ ان

تینوں مراتب کا آغاز رب سے ہوتا ہے اور انتہا اس کی اللہ پر ہوتی ہے۔ اس لئے رب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ان راستوں کی بھی خبر دی جائے جو اللہ تک پہنچتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں سورت التوبہ میں ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے اہل علم اور اپنے اہل دین کی زندگی کو مکمل رہنمائی کا حق دے دیا تھا اور حلت وحرمت کا اختیار بھی انہیں سونپ دیا تھا ان پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تم نے اپنے احبار اور رہبان کو رب بنالیا یعنی ربوبیت کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ جس کی تربیت کے فیض سے تم زندگی کا سروسامان پا رہے ہو اس کو اپنا حاکم و مالک اور الٰہ سمجھو اور زندگی میں رہنمائی کا اختیار اور حسن وقبح کا معیار اسی کو جانو۔ (اسماء الحسنٰی ص 251-254)

معارف الاسماء میں ہے کہ قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم رب، ربی، ربہ، ربنا، ربک، ربکم وغیرہ کی شکل میں 806 دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اضافت کے وقت کہیں مضاف کی عزت افزائی مقصود ہوتی ہے اور کہیں اس کی خصوصیات پر جلوہ افگنی فرمائی جاتی ہے۔

رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ، رَبَّ هٰذَا الْبَلَدِ، رَبُّ الْفَلَقِ، رَبُّ الشِّعْرٰی، ربُّ النَّاسِ، رَبُّ الْعَرْشِ، رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ، رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ، رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ، رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا، رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمْ کی ترکیبوں کو دیکھو، ہر ایک اضافت کن کن خصائص وحقائق کی رہنمائی کرتی ہے۔

اس سے آگے بڑھو گے تو تربیت کے مختلف اسالیب ان الفاظ میں ملیں گے

صراط رب، اٰیات رب، کلمة رب، رُسُل رب، سُبل رب، عطاء رب، کتاب رب، عذاب رب، رحمت رب، امر رب،

رزق رب، خـراج رب، حـمـد رب، نعمت رب، الاء رب،

برکات رب، جنود رب، بطش رب ۔

یہ الفاظ کیا ہیں، ہر ایک کی تحت میں پرورش ونگہداشت کے بحور وفور جوش زن

ہیں۔

مربوب کی استحقاق و استعداد و قابلیت ذاتی و اضافی وطبعی کے مطابق ربوبیت کا

فیضان جاری ہے۔اسم رب کی مزید وضاحت کیلئے آیات قرآنی کا متن حسب ذیل ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا لا

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ ۢبِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ

وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (8 اعراف 54)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں

پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ گر ہوگیا۔ رات کو دن سے بدلتا ہے اور پھر دن

رات کے پیچھے دوڑا آتا ہے۔سورج اور چاند ستاروں کو پیدا کیا۔ اس

کے حکم کے تابع ہیں سب مخلوق اور حکم اسی کا ہے۔ اللہ بڑی برکت والا

سارے جہانوں کا رب ہے۔

وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىْءٍ (پ 8 انعام 164)

ترجمہ: اور وہی ہر چیز کا رب ہے۔

فَسُبْحٰنَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (پ 17 انبیاء 22)

ترجمہ: پس اللہ جو عرش عظیم کا رب ہے اس سے پاک ہے جو منسوب

کرتے ہیں۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○

(پ 18 مؤمنون 86)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا رب کون ہے۔

اللهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (پ 23 الصفت 126)

ترجمہ: اللہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا رب ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

(پ 25 زخرف 82)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کا رب پاک ہے جو عرش کا بھی رب ہے وہ ان کی باتوں سے مبرا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ

(پ 9 اعراف 121-122)

ترجمہ: کہنے لگے ہم جہانوں کے رب پر ایمان لائے جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کا رب ہے۔

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پ 19 نمل 8)

ترجمہ: اور پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۧ (پ 23 الصفت 182)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ صلے ج فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

(پ 24 مومن 64)

ترجمہ: یہ تمہارا اللہ ہے جو تمہارا رب ہے پس اللہ بڑی برکتوں والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(پ 25 جاثیہ 36)

ترجمہ: پس تمام حمد اللہ کیلئے ہے جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے رب العالمین بھی وہی ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پ 27 واقعہ 80)

ترجمہ: یہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (پ 30 تکویر 29)

اور تم کیا چاہو گے مگر یہ کہ جو اللہ چاہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اَلْمُبِيْنُ

يَامُبِيْنُ (اے ظاہر کرنے والے)

اعداد: 102 ☆ تاثیر: جمالی

مبین کے عموماً معنی ظاہر اور واضح لئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر اس کا مطلب وہ ذات ہے جو ظاہر ہے اور کائنات کے ظہور سے اس کی ذات عیاں ہے یعنی ہر دیکھنے والی نظر اور ہر سمجھنے والے دماغ پر اس کی ذات واضح ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ کوئی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ تصور اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس ذات سے زیادہ کوئی ذات واضح اور نمایاں نہیں کیونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ذات کے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ہر تعمیر اپنے معمار کی خبر دیتی ہے، ہر ایجاد اپنے موجد پر دلالت کرتی ہے، ہر مصنوع اپنے صانع تک پہنچاتی ہے، اس کائنات کا موجود ہونا کسی ایسی ذات کے ہونے پر دلالت کرتا ہے جس نے اس کو وجود بخشا ہے۔ اس کائنات میں ستاروں، چاند، سورج جیسی روشن چیزیں موجود ہیں تو جب مخلوق اس قدر روشن ہے تو اس کے خالق کے روشن،

نمایاں اور واضح ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسے مبین نہیں کہا جائے گا تو اور کیا کہا جائے گا۔

مبین کا علماء نے یہ مفہوم لیا ہے کہ مبین سے مراد صاف صاف کھول کر واضح کرنے والا اور سچ کو سچ کر دکھانے والا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ (پ 18 نور 25)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی حق ہے جو بالکل واضح ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ محشر کے روز ہر کسی کو اس کے کیے کا بدلہ دے گا جس کا وہ حقدار ہوگا اور اس وقت ہر کسی کو معلوم ہو جائے گا اللہ ہی واضح طور پر حق ہے۔

ایک اور فرمان میں مبین کو یوں بھی واضح کیا گیا ہے:

فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ○ (پ 20 نمل 79)

ترجمہ: پس آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کیے رہیں بے شک آپ حق پر ہیں جو مبین یعنی واضح ہے۔

وہ مبین یعنی واضح اور ظاہر ہے کیونکہ کائنات کا ہر ذرہ اس کے ہونے پر دلالت کر رہا ہے نیز اس کے برعکس وہ مخفی اور پنہاں ہے کیونکہ اس کی کنہ تک پہنچنا کسی بھی مخلوق کی وسعت و طاقت سے باہر ہے۔

اسماء الحسنیٰ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مبین ہے۔ اس کی کنہ ذات تک رسائی محال ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور اس سے پیوستگی و تقرب کی راہیں کھلی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور مصنوعات کی ہر چیز اور ہر چیز کے اجزا اس کی قدرت و خالقیت کے مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور جملہ بینات کا ظہور اسی کی تبیین سے ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور آیات بینات کو ظہور میں لانیوالا ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور کتاب مبین کو اسی نے نازل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اسی نے انسان کو بیان سکھلایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بینہ بنا کر اسی نے دنیا میں بھیجا ہے۔

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَةُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ۔ (البینة : ۱، ۲)

ترجمہ: اہل کتاب میں سے اور مشرکوں میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ کفر کو چھوڑنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس روشن دلیل نہ آ جائے۔ یعنی اللہ کا بھیجا ہوا رسول۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے مبین ہے کہ اس نے اپنے رسول کو واضح طور پر رسول بنا کر بھیجا۔

اس اسم پاک سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ دیدو گوش عقل و ہوش کو وا کریں۔ تنبیہات الہیہ کو دیکھیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور بین پر نگاہ ڈالیں حق و باطل کا اندازہ کریں۔ کتاب مبین کو سرمہ چشم ایقان بنائیں۔

اَلْقَدِیْرُ

یَاقَدِیْرُ (اے قدرت والے) ☆ اعداد: 314 - تاثیر: جمالی

قدیر کا لفظ قدر سے بنا ہے جس کا عام مطلب طاقت، قدرت، مضبوط اور پختہ ہے۔ اس لئے قدیر سے یہ مراد ہے کہ کسی کام کے کرنے کی طاقت رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قدیر ہے کہ وہ قدرت کاملہ کا مالک ہے۔ قدیر سے ملتی ہوئی صفات قادر اور

مقتدر بھی ہیں مگر اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔ اس لئے اسے قدیر کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ قدیر سے مراد ایسی قدرت ہے جو حکمت کے تقاضوں کو بھی پوری کرتی ہو اور کسی لحاظ سے اس میں کمی نہ ہو غرضیکہ قدیر پروردگار کی ذات ہے جو کامل قدرت والا ہے اور اسی کی قدرت کی بنا پر نظام کائنات قائم ہے۔ قدیر کے بارے میں آیات قرآن حسب ذیل ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (پ 1 بقرہ 109)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

(پ 3 بقرہ 259)

ترجمہ: پس اس پر جب حقیقت ظاہر ہوگئی تو اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ع (پ 14 آل عمران 189)

ترجمہ: اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْرًا (پ 5 نساء 133)

ترجمہ: اور اللہ ایسا کرنے پر قادر ہے۔

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ع (پ 7 مائدہ 120)

ترجمہ: اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ع (پ 14 نحل 70)

ترجمہ: بے شک اللہ علیم ہے قدیر ہے۔

وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ (پ 17 حج 39)

ترجمہ: اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا (پ 19 فرقان 54)

ترجمہ: اور آپ کا رب ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ (پ 21 روم 54)

ترجمہ: جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ علیم ہے قدیر ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا ۧ (پ 21 احزاب 27)

ترجمہ: اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا (پ 22 فاطر 44)

ترجمہ: بے شک وہ علم والا قدرت والا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (پ 24 حم سجدہ 39)

ترجمہ: بے شک اسی نے زمین کو زندہ کیا جو مردے کو زندہ کرتا ہے بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (پ 25 شوریٰ 50)

ترجمہ: اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے بلاشبہ وہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔

بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (پ 26 احقاف 33)

ترجمہ: ہاں بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پ 28 ممتحنہ 7)

ترجمہ: اور اللہ قادر ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (پ 28 تحریم 8)

ترجمہ: بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اَلحَافِظُ

یَاحَافِظُ (اے حفاظت کرنے والے)

اعداد: 989 ☆ تاثیر: جمالی

حافظ سے مراد حفاظت کرنے والا، نگہبان، نگہداشت اور پاسبان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی حفاظت کرتا ہے۔ اہل لغت کا کہنا ہے کہ یہ لفظ حفظ سے ہے جس کا مطلب کسی چیز کو ضائع ہونے اور تلف ہونے سے بچانا ہے۔ حفیظ لفظ کا مطلب بھی حفاظت ہے لیکن حافظ لفظ میں قدرے مبالغہ ہے یعنی زیادہ حافظت کرنے والا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مال و جان کی حافظت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے دین کی حفاظت کرتا ہے، اللہ ہمارے ایمان کا محافظ ہے، اللہ اپنی تمام مخلوقات اور تخلیقات کی حفاظت کرتا ہے غرضیکہ ہر چیز کا حافظ وہی ہے اور جو کوئی اس سے حفاظت طلب کرتا ہے اس کا وہ حافظ ہے۔

سورت یوسف میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر سے غلہ لے کر واپس اپنے وطن پہنچے تو عزیز مصر کی عنایات، خسروانہ فیاضی اور محبت بھری گفتگو کا سارا تذکرہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کیا اور ساتھ ہی یہ بھی گزارش کردی کہ اس کریم النفس حاکم نے ہمیں بڑی تاکید کی ہے کہ آئندہ بنیامین کو اپنے ہمراہ لے آئیں۔ حضرت یعقوب کو یقین دلانے لگے کہ آپ ہرگز فکر نہ کریں ہم اس کی خوب دیکھ بھال کریں گے اور اس کی حفاظت میں ذرا سستی نہ کریں گے۔

آپ نے فرمایا میں تمہیں خوب جانتا ہوں اور تمہارے وعدوں کی حقیقت بھی مجھے معلوم ہے۔ میں تم پر اعتماد نہیں کرسکتا۔ میرا بھروسہ تو اپنے رب پر ہے اور اسی کی

حفاظت مجھے کافی ہے۔

قرآن مجید میں حافظ کا لفظ یوں بیان ہوا ہے:

فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۖ وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (پ 13 یوسف 64)

ترجمہ: پس اللہ بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب مہربانوں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت کے ضمن میں ارشاد الٰہی ہے کہ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ 14 حجر 9)

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن مجید نازل کیا ہے اور یقیناً ہم اس کی حافظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود لیا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو قرآن بالکل محفوظ ہے جس صورت میں نازل ہوا تھا۔ اسی صورت میں محفوظ ہے۔ اگرچہ کئی صدیاں گزر گئی ہیں غرضیکہ اللہ ہی حافظ ہے جس نے اپنی آخری کتاب کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور مسلمانوں کے سینوں کو قرآن کریم کی حفاظت کا ذریعہ بنا دیا جس کے نتیجے میں آج تک قرآن کریم کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب، بادشاہوں کا کوئی دستور، ملکوں کے ضابطے، ساری کوششوں کے باوجود بھی محفوظ نہیں رہ سکے لیکن یہ پروردگار کی حفاظت ہے کہ قرآن کریم محفوظ ہے اور ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

زمین و آسمان کی حفاظت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ○ (پ 24 حٰم سجدہ 12)

ترجمہ: پھر دو دنوں میں سات آسمانوں کو بنایا اور ہر آسمان میں حکم کا

اجراء کر دیا اور دنیا کے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا اور محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ عزت والے علم والے کی طرف سے مقرر شدہ ہے۔

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں بیان ہوا ہے کہ سات آسمان بنا دیئے گئے اور ہر آسمان کے حسب حال وہاں احکام و ہدایات نازل فرما دیئے تاکہ ہر آسمان کی مخلوق منشاء خداوندی کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔

جب سورج غروب ہو جاتا ہے شام کا دھندلکا پھیلنے لگتا ہے تو ٹمٹماتے ہوئے ستارے آنکھ مچولی شروع کر دیتے ہیں۔ رات کی وحشت اور تاریکی کی گھٹن ان چراغاں سے کافور ہو جاتی ہے۔ چرخ نیلوفری کی یہ سجی ہوئی چھت دل کو نیا سرور اور تازگی بخشتی ہے۔

ہم نے آسمان کو جتنا خوبصورت اور دلآویز بنایا ہے اتنا ہی مضبوط اور مستحکم بھی بنایا ہے جس میں کوئی دراڑ نظر نہیں آتی، کوئی شگاف دکھائی نہیں دیتا۔ ہر طرح کی بیرونی دخل اندازیوں سے اسے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

اس طرح سورۃ الطارق میں یہ فرمایا گیا کہ زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی دیکھ بھال اور حفاظت پروردگار ہی کر رہا ہے جس طرح اس کے وجود میں لانے سے ہر چیز وجود میں آئی ہے اسی طرح اس کے باقی رکھنے سے ہر شے باقی ہے اور اسی کے سنبھالنے سے ہر شے اپنی جگہ سنبھلی ہوئی ہے اور جس طرح اس نے ہر چیز کو اس کی ضروریات پہنچانے کا ذمہ لے رکھا ہے اسی طرح اس نے ہر چیز کو ایک مدت مقررہ تک آفات سے بچانے کا بھی ذمہ لے رکھا ہے۔

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ؕ (پ 30 طارق 4)

ترجمہ: کوئی جان ایسی نہیں ہے کہ جس پر کوئی محافظ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے رات کو آسمان پر نمودار ہونے والے ستاروں کی قسم کھا کر یہ بتایا

[illegible] رات کو یہ بے حد و حساب چمکتے ہوئے ستارے اور سیارے جو ہمیں نظر آتے

ہیں ان سب کی حفاظت بھی پروردگار ہی فرما رہا ہے اور ان کی نگہبانی بھی کر رہا ہے۔ کوئی ستارا اپنے مقام سے گزرتا ہے نہ بے شمار تاروں کی گردش کے دوران وہ کسی سے ٹکراتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اس سے ٹکراتا ہے۔ حفاظت کا یہ حیرت انگیز نظام ہے جس نے زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کو تھاما ہوا ہے۔ ان بے شمار کائناتوں اور ان کی موجودات کو سنبھالنے اور حفاظت کرنے کے باوجود وہ پروردگار نہ تھکتا ہے نہ تنگی محسوس کرتا ہے۔

اَلْكَفِيْلُ

يَا كَفِيْلُ (اے کفالت کرنے والے)

اعداد: 140 ☆ تاثیر: جمالی

کفیل کا لفظ کفل سے ہے اس کا مطلب ہر طرح کی ذمہ داری لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہر طرح کی ذمہ داری لے رکھی ہے اس لئے وہ کفیل ہے۔

قرآن پاک میں ہے (وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا) یعنی زکریا علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کی غور و پرداخت اور تربیت و نگہداشت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ کفیل وہ ہے جو دوسرے کی ضروریات پورا کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کفیل ہے وہی ہماری حاجات کو پورا کرتا ہے وہی ہماری مرادات کو برلاتا ہے۔ وہی ہماری ضروریات کو مہیا فرماتا ہے۔ وہی ہمارے مقاصد و مطالب کو مکمل فرماتا ہے۔ اسی پر ہمارا وثوق و اعتماد ہے۔ وہی ہمارا ملجا و ماویٰ ہے۔ ہمارے رزق، ہماری عمر اسی کی کفالت میں ہیں۔ ہمارے جان و ایمان کا وہی کفیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے بڑھ کر اور کس کی ضمانت ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کفالت سے بڑھ کر اور کس کی کفالت ہوسکتی ہے۔ اس لئے انسان کو اللہ کی کفالت پر پوری طرح بھروسہ رکھنا چاہئے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا (پ 27 حدید 28)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوگناہ ثواب عطا کرے گا اور تمہارے لئے روشنی پھیلا دے گا۔

اہل ایمان کو تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کی دعوت ہے۔ اس کے باعث اللہ تعالیٰ ان پر اپنی صفت کفیل کا اظہار فرمائے گا۔

اَلشَّاكِرُ

یَا شَاکِرُ (اے قدردان) ☆ اعداد: 521- تاثیر: جمالی

شاکر کا لفظ شکر سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شکر کی توفیق دیتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ شاکر ہے اور جو لوگ شکر کرتے ہیں ان کی قدر کرتا ہے۔ اس لئے اس لفظ کا مفہوم لفظ شکور سے ملتا جلتا ہے۔ شکر کے معنی قبولیت اور رضامندی ہیں۔ یہی وجہ ہے جب کوئی شخص کسی کے کام یا خدمت پر ہوتا ہے تو اپنی اس رضامندی کو شکر کے الفاظ سے ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خدمات اور طاعات کو قبول فرماتا ہے اس لئے وہ شاکر ہے اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بھی شاکر ہے کہ وہ اپنے بندوں کے اعمال حسنہ سے راضی ہوتا ہے۔ اللہ اس لئے بھی شاکر ہے کہ وہ اپنے بندوں کی شکرگزاری کو قبول فرماتا ہے اللہ اس لئے بھی شاکر ہے کہ وہ بندوں کی

شکر گزاری پر انہیں مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اس لئے اس کی یہ صفت اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کی یہ صفت یوں بیان ہوئی ہے:

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (پ5 نساء 147)

ترجمہ: (بہتر ہے) اگر تم شکر کرنے لگو اور ایمان لے آؤ اور اللہ جاننے والا قدر دان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے تم سے محبت ہے لہذا تم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا مت بھولنا

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْلِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّارًا لَّكَ ذَكَّارًا لَّكَ رَهَّابًا لَّكَ مِطْوَاعًا لَّكَ مُطِيْعًا اِلَيْكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُّنِيْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَسَدِّدْ لِسَانِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِيْ

ترجمہ: اے میرے اللہ میری مدد فرما اور میری مخالفت میں کسی کی مدد نہ کر۔ میری نصرت فرما اور کسی کو میرے اوپر غالب نہ کر اور میرے حق میں تدبیر کر اور میرے مقابلے میں کسی کی تدبیر نہ چلا اور مجھے ہدایت کر اور میرے لئے ہدایت کو آسان کر دے اور اس کے مقابلے میں میری مدد فرما جو مجھ پر زیادتی کرے اے رب میرے مجھے اپنا شکر گزار بنا اپنا ذکر کرنے والا بنا اور اپنے رب سے ڈرنے والا بنا۔ تیری بہت زیادہ

فرمانبرداری کیا کروں، تجھی سے سکون پانے والا رہوں۔ تیری ہی طرف متوجہ ہونے والا ہوں، اے میرے پروردگار میری توبہ قبول کر اور میرے گناہ دھو دے اور میری دعا قبول کر اور میری حجت (دینی) قائم رکھ اور میری زبان درست رکھ اور میرے دل کو ہدایت پر رکھ اور سینہ کی کدورت کو نکال دے۔

اَلْاَکْرَمُ

یَا اَکْرَمُ (اے بہت کرم کرنے والے)

اعداد: 261 ☆ تاثیر: جمالی

الاکرم کا لفظ کرم ہے۔ الاکرم میں کریم سے زیادہ مبالغہ ہے یعنی جو بہت زیادہ کریم ہو اکرم اس کو کہا جاتا ہے جو بلاغرض انعام دے اور اتنا دے جس کا شمار نہ ہو سکے یعنی جب اس سے کرم کرنے کی التجا کی جائے تو کرم کے دروازے کھول دے۔ اکرم کے معنی رب العالمین کی ذات میں وہ علو اور عظمت ہے جو اسی کی شان کے شایان ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور تمام عالم اسی کے جود و کرم کا بزلہ خوار ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور ہر ایک شے کو شرف و نجات اسی کی بارگاہ سے عطا ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی نے رسول کریم کو شرف جاہ و کرم نفس سے ممتاز فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کے جود و نوال سے انسان کو صورت زیبا، سیرت

رضیہ حاصل ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کا غنا و کرم سب کو ناز و نعم عطا فرماتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (پ30علق 3-4)

ترجمہ: آپ پڑھیں آپ کا رب انتہائی کرم کرنے والا ہے جس نے بذریعہ قلم علم سکھایا۔

پہلی وحی کے نزول کے وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور پڑھنے کیلئے کہا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو تین بار جواب دیا کہ ما انا بقاری۔ آخر میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کہ آپ پڑھے اور فکر نہ کیجئے کہ میں جب پڑھنا نہیں جانتا تو کیونکر پڑھوں، یہ کوئی عذر نہیں۔ آپ خود تو نہیں پڑھ رہے، آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھ رہے ہیں اور اس کی شان کریم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ جب وہ پڑھنے کا حکم دے اور آپ اس کا نام لے کر پڑھنا شروع کریں تو پھر آپ کو علوم و معارف سے سیراب کر دینا اسی کا کام ہے۔ کریم کے بجائے اکرم فرمایا یا تو یہ ربک کی خبر ہے یا اس کی صفت کریم کے بجائے اکرم فرمایا تا کہ مزید مبالغہ ہو کیونکہ اکرم میں کریم سے بھی زیادہ مبالغہ ہے اور اکرم اس کو کہتے ہیں جو بہت کرم کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم تھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا میں مکرم و معظم ہونے کا منصب عطا فرمایا۔

یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے جس نے ہم لوگوں کیلئے کتاب کریم نازل فرمائی ہے اس اسم سے تخلق پیدا کرنے کیلئے لازم ہے کہ خود کو اس کریم کے در کا گدا بنائے۔ عزت و اکرام جاہ و احتشام اسی میں سمجھے کہ وہ بارگاہ رب العزت ہی کا گدا ہے۔

اَلْاَعْلٰی

یَا اَعْلٰی (سب سے برتر) ☆ اعداد: 151 - تاثیر: جلالی

اعلیٰ سے مراد سب سے بلند و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات میں افضل و بلند و برتر ہے۔ اسی وجہ سے اس کا صفاتی نام اعلیٰ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام خوبیوں کا مرجع ہے اس لئے دنیا کی کوئی چیز اس کے مقابلے میں اعلیٰ یعنی برتر نہیں ہوسکتی۔ یہ لفظ اللہ کی صفت علی کی مانند علو ہی سے ہے۔

ایک اور قول کے مطابق اعلیٰ وہ ہے کہ جو ہر شریک سے برتر ہے۔ وہ اسی فعل کو قبول کرتا ہے جو خالصتاً اسی کیلئے کیا جائے۔ اسی عبادت کو منظور فرماتا ہے جو اسی کی رضا کیلئے ادا کی جائے۔ اس کی شان اس سے برتر و اعلیٰ ہے کہ اس کی قدرت یا حکم ربوبیت میں کسی کو ذرا بھی ساجھا حاصل ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہی وہ اعلیٰ ہے جو اہل ایمان کو برتری بخشتا اور امن و اطمینان عطا فرماتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(پ 4 آل عمران 139)

ترجمہ: اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان دار ہو۔

اللہ تعالیٰ کی صفت اعلیٰ کے بارے میں آیات حسب ذیل ہیں:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ (پ 16 طٰہٰ 114)

ترجمہ: پس اللہ بلند و بالا ہے جو سچا بادشاہ ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۚ (پ 14 نحل 60)

ترجمہ: اور اللہ کی شان اعلیٰ ہے اور وہ غلبے والا حکمت والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (پ30 اعلیٰ 1)

ترجمہ: اپنے اعلیٰ رب کے نام کی تسبیح کر۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ (پ30 لیل 20)

ترجمہ: سوائے اس کے کہ اس کے پیش نظر اپنے رب کی رضا مطلوب ہو جو بلند و بالا ہے۔

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (پ10 توبہ 40)

ترجمہ: اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا اور اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کو تسبیح سجدہ قرار دیا ہے۔

غور سے دیکھنا چاہئے کہ جس وقت مومن کا سر، چہرہ اور ناک زمین سے لگے ہوتے ہیں اس وقت اور اس حالت سے بڑھ کر اور کوئی شکل ذلّت و عاجزی کی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس تسبیح کے معنی یہ ہوئے بندہ ادنیٰ کو رب اعلیٰ کے حضور میں ذلیل سے ذلیل شکل میں پیش ہونا چاہئے۔ یہی صورت ہماری بلندی درجات کی موجب ہے اور یہی ذلت ظاہری ۔ فی الواقع ارتقائے روح کی معراج ہے۔

اللہ کے بندے سینکڑوں ایسے ہیں جو سجدہ میں زمین پر گر جانے کے بعد ایسی ذلت، ایسی کیفیت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی نعمت کسی شے میں اس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں۔

سر بزمین درت بردن و برداشتن

نے بطریقت درست نے بحقیقت روا

اَلْمَوْلٰی

یَامَوْلٰی (کارساز) ☆ اعداد: 86 - تاثیر: جمالی

مولیٰ کے بے شمار معنی ہیں مالک، آقا، سردار کو عموماً مولا کہا جاتا ہے۔ بادشاہ، سلطان، حاکم کیلئے بھی مولیٰ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ معاون دوست مددگار ساتھی اور یار کو بھی مولا کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات پڑوسی کو بھی مولیٰ کہا جاتا ہے۔ پہلے وقتوں میں آزاد کئے غلاموں کو بھی مولیٰ کہا جاتا تھا غرضیکہ یہ لفظ کثیر المطالب ہے۔

مولیٰ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جس سے مراد مالک، آقا، مددگار، عطا کرنے والا اورنوازنے والا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے بعض اہل لغت کا کہنا ہے کہ مولیٰ کا لفظ ولا سے بنا ہے جس کا مطلب وہ تعلق ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں سے تعلق بذریعہ ولا ہے جس کے معنی محبت، نصرت اور صداقت ہیں۔ قرآن مجید میں ولا کا لفظ ہر دو جانب استعمال ہوا ہے۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی ولا حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی بندوں سے ولا ہے۔ غرضیکہ مسلمانوں کا اصل مولیٰ اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی مولیٰ نہیں۔

قرآن مجید میں مولیٰ کا لفظ حسب ذیل آیات میں آیا ہے۔ سورت آل عمران میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا مولیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔

بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ج وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ (پ 4 آل عمران 150)

ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔

سورت انعام میں ارشاد ہوا ہے کہ:

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَہُ الْحُکْمُ قف وَھُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ○ (پ 7 انعام 62)

ترجمہ: پھر اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ان کا مولیٰ برحق ہے۔ حکم اسی کا ہے اور بہت جلد حساب لینے والا ہے موت کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے گا جو لوگوں کا سچا مولیٰ ہے۔

مزید ارشاد ہوا ہے کہ:

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۝

(پ 9 انفال 40)

ترجمہ: اور اگر وہ ایسا کرنے سے منہ پھیر لیں تو جان لو کہ بے شک اللہ تمہارا مولیٰ ہے وہ بہترین مولیٰ یعنی کارساز ہے اور بہترین مدد کرنے والا ہے۔

یہی بات سورت حج میں یوں بیان ہوئی ہے:

هُوَ مَوْلٰـىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ؑ (پ 17 حج 78)

ترجمہ: وہ تمہارا مولیٰ ہے پس وہ بہت اچھا مولیٰ ہے اور بہت ہی مدد کرنے والا ہے۔

سورت تحریم میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (پ 28 تحریم 2)

ترجمہ: اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے وہی علیم ہے حکیم ہے۔

اہل ایمان کا آقا و مولیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے احکامات میں انسانوں کی بہتری اور بھلائی موجود ہے پھر اللہ کے احکامات سراسر حکمت اور رموز سے بھرے ہوئے ہیں اس لئے انسان کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اس کے مقرر کردہ طریقوں میں ردوبدل کرے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھام لینا چاہئے اور اسی کی اطاعت کرنی چاہئے کیونکہ اصل مولیٰ وہی ہے۔

جنگ احد کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مولیٰ کا لفظ

استعمال فرمایا ہے اور وہ واقعہ یوں ہے کہ معرکہ احد میں مسلمان کثرت سے شہید اور زخمی ہوئے۔ ابوسفیان نے خوشی سے نعرہ لگایا ھبل زندہ باد۔ مسلمانوں نے جوابی نعرہ لگایا اللہ اعلیٰ واجل اللہ تعالیٰ بلند اور بزرگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ دن بدر کا بدلہ ہوا اور لڑائی کا پانسہ پلٹتا رہتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فرزندان اسلام! اس سے کہو تم ہم سے برابری کا دعویٰ کیسے کرسکتے ہو۔ ہمارے مقتول اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن۔ مشرکین نے کہا: اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ ۔ ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ مسلمانوں نے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

مولیٰ کی راہ میں شہدان حق کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی بلکہ ان پر بڑے خوش آئند نتائج مرتب ہوں گے۔ اس قربانی کا صلہ انہیں تو یہ ملے گا کہ جنت میں رفیع الشان محلات میں وہ تشریف فرما ہوں گے اور ان کی ملت کو ان کی جانفشانیوں کے صدقے عزت وسربلندی نصیب ہوگی اور جس مقصد کیلئے انہوں نے اپنی جوانیاں نثار کی تھیں، وہ مقصد حاصل ہوگا۔ حق کی روشنی سے کوہ ودمن میں اجالا ہوجائے گا۔ ان پاکبازوں نے جان دے کر اتنے عظیم مقاصد حاصل کر لئے، ان سے بڑھ کر کون خوش نصیب ہوسکتا ہے۔

اَلنَّصِیْرُ

یَانَصِیْرُ (مدد کرنے والا) ☆ اعداد: 350- تاثیر: جمالی

نصیر کا عام مطلب مدد کرنے والا، معاون اور دوست ہے۔ یہ لفظ نصر ونصرت سے بنا ہے جس کے معنی مدد کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہر وقت مدد فرماتا

ہے۔ انسان کا ہر کام اس کی مدد اور نصرت ہی کی بنا پر مکمل ہوتا ہے۔ اس لئے ہر بندہ اللہ ہی سے مدد کا طلبگار رہتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی نصرت کیلئے عام استعمال ہوا ہے اور بعض مقامات پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ کون وہ لوگ ہیں جو آڑے وقت اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے اللہ کے نبی کی مدد کرتے ہیں۔ انہیں انصار اللہ کہا گیا ہے غرضیکہ اللہ کی نصرت اور مدد سے دین اسلام پھیلا اور اس کی مدد ہی سے دین حق کو بے پناہ قوت اور فوقیت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نصیر ہے کہ جو مشکل کے وقت اپنے بندوں کی دستگیری کرتا ہے۔ اللہ نصیر ہے کہ وہ اپنے بندوں کا سینہ کھول دیتا ہے۔ قلب میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اطمینان وسکون کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ کی مدد کی بنا پر اس کے بندے دنیا کے مصائب کو کچھ اہمیت نہیں دیتے۔

قرآن مجید میں ہے کہ نصیر درحقیقت پروردگار ہی ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ؏ (پ 20 عنکبوت 22)

ترجمہ: اور تم زمین میں اور آسمان میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں اور تمہارے لئے اللہ کے سوا اور کوئی دوست اور مدد کرنے والا نہیں۔

ایک اور مقام پر بتایا گیا ہے کہ ھادی اور نصیر اصل میں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا (پ 19 فرقان 31)

ترجمہ: اور آپ کیلئے آپ کا رب ہدایت کرنے اور مدد کرنے میں کافی ہے۔

سورۂ بقرہ میں ایک اور انداز میں بتایا گیا ہے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نصیر نہیں ہے یعنی اللہ ہی نصیر ہے۔

رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ

مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (پ15 بنی اسرائیل 80)

ترجمہ: اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب مجھے سچائی کے ساتھ مدینے میں داخل کر اور مکے سے سچائی کے ساتھ نکال اور میرے لئے اپنے ہاں سے غلبہ دینے والا مددگار عطا کر۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا ہدایت اور علم مل جانے کے بعد یہود و نصاریٰ کی اتباع نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے باوجود کوئی مسلمان ان کی اتباع کرے گا تو پھر اس کیلئے کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ اصل نصیر یعنی مددگار تو اللہ ہے لہٰذا اس کی اطاعت اور اتباع کرو۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

(پ1 بقرہ 120)

ترجمہ: فرما دیجئے بے شک ہدایت اللہ ہی کی ہے کیونکہ ہدایت اسی کی ہے اور (اے سننے والے) اگر تم ان کی خواہشات کا علم آ جانے کے بعد اتباع کرو تو اللہ سے بچانے والا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

سورت نساء میں کہا گیا ہے کہ غیروں کو دوست اور نصیر نہ سمجھو یعنی دراصل مسلمانوں کا نصیر اللہ ہی ہے۔ اس لئے دوسروں کو دوست اور نصیر نہ بنایا جائے۔

ارشاد ہوا ہے کہ:

وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۙ (پ5 نساء 89)

ترجمہ: ان میں سے کسی کو نہ دوست اور نہ مددگار بناؤ

علماء کا کہنا ہے نصرت یعنی مدد کا اطلاق ہر دو جانب یعنی بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت اور اللہ کی جانب سے بندہ کی نصرت ہوا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ (پ26 محمد 7)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ یعنی اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ والے بندوں میں باہمی نصرت و امداد قائم ہو جائے۔ ایک دوسرے کا کام بنانے میں باہمی امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت حدود الٰہی کی رعایت، پابندی احکام اور نفرت از نواہی یہ سب نصرت کے معنی میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بندہ کو نصرت کے معنی تو صاف اور واضح ہیں۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ (پ 10 توبہ 40)

ترجمہ: اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے تو اللہ نے تو اس کی مدد اس وقت ضرور کی جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا اور اس وقت رسول دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں غار کے اندر رہتے تھے۔

یہ نصرت الٰہیہ کا نمونہ تھا کہ نبی و صدیق دونوں غار کے اندر ہیں۔ کفار سر پر آ گئے ہیں حتیٰ کہ صدیق و رسول ان سب کو دیکھ رہے ہیں مگر ان دونوں کو دیکھنے سے سب کی آنکھیں کور ہیں۔ ڈیڑھ ہزار فٹ کی بلندی کے پہاڑ پر تو سب چڑھ آئے ہیں مگر دس فٹ کی گہرائی کے غار کو کوئی بھی تاک جھانک کر نہیں دیکھتا۔ عنکبوت کا دامن غار پر جالا تن دینا خواہ روایۃً کیسا ہی ضعیف ہو مگر قدرت الٰہیہ کا خود ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دینا تو بالکل صحیح ہے اور یہ معجزہ کی اعلیٰ قسم ہے۔ اوٹ کی چیز کا نظر نہ آنا معمولی بات ہے مگر اوٹ نہ ہو اور صحیح و تندرست آنکھ سامنے کی چیز کو نہ دیکھ سکے، نصرت الٰہی کی واضح مثال ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (پ 30 نصر 1 - 2)

ترجمہ: جب اللہ کی نصرت اور فتح پہنچی اور آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں سب ہی اقسام کے لوگ فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں۔

اہل دنیا کی فتح حاصل کرنے کا نتیجہ کسی ملک کا قبضہ میں آ جانا۔ چند نفوس کا داخل رعایا ہو جانا قفل زدہ قلوب کا کھل جانا، دین الٰہی کا دلوں پر قابض ہو جانا ہے۔ وہ نصرت الٰہی اور فتح ربانی کا جو سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ الناس یعنی نوع بشر کی مختلف اصناف میں دین الٰہی داخل ہو گیا تھا۔

یہ نصرت الٰہیہ تھی جس نے شب تار میں اہل یثرب کے چند نفوس کو اقتباس انوار کا موقع عطا فرمایا اور وہ آئندہ کیلئے انصار اور ان کا شہر مدینۃ الرسول کے نام سے مشہور ہوا۔

اس اسم پاک سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت ورعایت کا ملتجی رہے۔ کشود کار اسی کے ہاتھ میں سمجھے۔ یہ دعا یاد کر لینی چاہئے۔

اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَایَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَالِ اَھْلِ النَّارِ اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبِ وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیٰوۃَ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاۃَ خَیْرًا لِّیْ ۔

ترجمہ: یا اللہ جو کچھ تو نے مجھے علم دیا ہے اس سے نفع بھی عطا کر اور جو چیز میرے نفع کی ہے اس کا علم عطا کر اور مجھے علم میں ترقی دے۔ ہر حالت میں اللہ کا شکر ہے اور جہنمیوں کے حال سے اللہ کی پناہ ہے۔ یا اللہ اپنے علم غیب اور قدرت کے طفیل مجھے زندہ رکھ۔ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو۔ مجھے وفات دے جب تیرے علم میں وفات میرے لئے بہتر ہو۔

اَلْاِلٰہُ

یَا اِلٰہُ (اے معبود) ☆ اعداد: 36 - تاثیر: متعدل

اللہ تعالیٰ الٰہ ہے الٰہ اسے کہا جاتا ہے جس کی عبادت یعنی حمد و ثنا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کو بنایا ہے اور زندگی گزارنے کیلئے ہر طرح کے اسباب بھی پیدا کئے ہیں اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے کہ اسی کو الٰہ یعنی معبود تسلیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی ہر حالت کو پورا کرنے والا ہے۔ اللہ ہی ہماری ضرورتوں کا چارہ ساز ہے۔

اے بندے اسی نے تجھے زندگی عطا فرمائی ہے۔ وہی تجھے رزق دیتا ہے، وہی تجھ سے مصائب و آلام کو دور کرتا ہے، وہی تیرے بے قرار دل کو سکون کی دولت عطا فرماتا ہے، وہی تیری حفاظت کرتا ہے، وہی تجھے ظالموں کے ظلم سے پناہ دیتا ہے۔ اسی نے تیرے لئے لباس بنایا ہے۔ اللہ ہی نے تیرے لئے طرح طرح کی نعمتیں پیدا کی ہیں۔ وہی نسل انسانی کا سلسلہ بڑھاتا ہے۔ اسی نے تیرے جسم کی راحت کیلئے رات دن بنائے ہیں۔ وہی تیرا خالق اور مالک ہے۔ وہی انسانوں کو بے شمار انعاموں سے نوازتا ہے۔ اسی نے حضرت انسان کیلئے رنگ برنگ کے پھل پیدا کئے ہیں۔ طرح طرح کی کھانے والی چیزیں اگائی ہیں۔ اسی نے انسان کیلئے دودھ دینے والے جانور پیدا کئے ہیں اور اسی کی سہولت کیلئے دیگر چوپائے مہیا کر رکھے ہیں۔ جب دنیا کی ہر چیز اللہ نے انسان کی سہولت اور فائدے کیلئے بنائی ہے تو پھر یہ حضرت انسان پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اسی کو عبادت کے لائق یعنی الٰہ سمجھ کر اسی کی تعریف کرے۔ اس کی حمد و ثنا کرے۔

انسانی حاجات اور ضروریات دو طرح کی ہیں۔ ایک کا تعلق تو ظاہرا دنیا سے

ہے اور دوسری کا تعلق انسان کی اندر کی دنیا یعنی من سے ہے۔ یہ دونوں طرح کی حاجات اللہ ہی پوری کرتا ہے۔ اس لئے اللہ کو ہر حال میں معبود ماننا لازم ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے کیونکہ وہ دنیا کی ہر شے سے قوی ہے اور بلند و بالا ہے۔ وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے مگر کائنات کی ہر چیز اس کے ہونے پر شاہد ہے۔ انسان اللہ کی پکڑ ہی سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح مدد کیلئے بھی انسان اللہ کی طرف ہی رجوع کرتا ہے۔ اس لئے یہ اللہ ہی کیلئے زیبا ہے کہ انسان اسے الٰہ مان کر اسی کے سامنے سجدہ ریزی کرے اور اس کے احکامات کی اطاعت کرے۔

اللہ کے معبود ہونے کی کچھ صفات ہیں جو اور کسی میں نہیں ہوسکتیں۔ وہ واحد ہے حی ہے قیوم ہے۔ وہی جبار اور قہار ہے۔ ہر غیب چیز کو جاننے ولا وہی ہے۔ وہ مالک و خالق ہے۔ رزق دینے والا بھی وہی ہے۔ وہی اولاد دینے والا ہے۔ وہی ہواؤں کو چلانے والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (پ 28 حشر 22)

ترجمہ: اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر غیب اور ظاہر چیز کو جاننے والا ہے۔ وہی رحمان ہے رحم کرنے والا ہے۔

اے اللہ کی دوستی کے طالب اس کو رحمان جانتے ہوئے اسی سے رحم کی طلب کر کیونکہ اس کا رحم بڑے فضل والا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (پ 23 زمر 6)

ترجمہ: یہ تمہارا اللہ ہے جو تمہارا رب ہے۔ مملکت اسی کی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پھر تم کس طرح پھرے جارہے ہو۔

اللہ کے ملک میں رہتے ہوئے اس سے امید رکھ کہ وہ تیرا رب ہونے

ناطے سے تیری پرورش ضرور کرے گا۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (پ 20 نمل 61)

ترجمہ: کون ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنا دیا اور اس میں نہریں رواں کردیں اور اس کیلئے پہاڑ بنا دیئے اور دو دریاؤں کے درمیان حد فاصل بنا دی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے بلکہ ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں جانتی۔

اللہ کی زمین پر رہنے والے اس کے دوست اسی کو معبود مانتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ○ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ ○ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ○ (پ 23 ص 65-68)

ترجمہ: میں تو ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں جو واحد ہے زبردست ہے۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے ان کا رب ہے۔ غلبے والا ہے بخشنے والا ہے۔ آپ فرما دیں کہ یہ ایک عظیم خبر ہے جس سے تم منہ پھیرے ہوئے ہو۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (پ 21 عنکبوت 46)

ترجمہ: اور اے مسلمانوں اہل کتاب سے بحث و تکرار نہ کرو مگر احسن طریقے سے بات چیت کر سکتے ہوئے سوائے ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں اور یہ بات کہئے اور یہ کہو کہ جو ہم پر اترا اور جو تم پر نازل ہوا

اس پر ایمان لائے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسے تسلیم کئے ہوئے ہیں۔

اللہ واحد معبود ہے

اللہ واحد معبود ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام میں مسلمانوں کو یہی بتایا ہے کہ مسلمانوں کا معبود ایک ہے اور وہ اللہ ہے قرآن مجید میں اس کے بارے میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـھَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ (پ 14 نحل 51)

ترجمہ: اللہ نے فرمایا ہے کہ دو معبود نہ بنالو بے شک وہ تو واحد معبود ہے لہٰذا اسی سے ڈرتے رہو۔

اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ مُّنْکِرَۃٌ وَّھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ ۝ (پ 14 نحل 22)

ترجمہ: تمہارا معبود واحد ہے ان لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں انکار ہے اور وہ متکبر ہو گئے ہیں۔

وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝

(پ 2 بقرہ 163)

ترجمہ: اور تمہارا معبود وہی واحد ہے نہیں ہے کوئی دوسرا معبود مگر وہی رحمٰن رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

(پ 17 انبیاء 108)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ میری طرف وحی آتی ہے کہ بیشک تمہارا معبود واحد معبود ہے تو کیا تم اس کو تسلیم کرتے ہو۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ○ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ○ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ○ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ (پ 23 صفت 1-4)

ترجمہ: اور قسم ہے صف در صف کھڑے ہونے والے فرشتوں کی پھر رعب سے ڈانٹنے والے فرشتوں کی پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی قسم، بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

اللہ کا دوست یعنی ولی اللہ بننے کیلئے یہ اشد ضروری ہے کہ بندہ اللہ کو زبان کے اقرار اور دل کے یقین کے ساتھ الٰہ تسلیم کرے۔ اللہ کے بندے حقیقتاً اللہ ہی کو جب الٰہ تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان کا اللہ کو الٰہ مان لینا ان کے اعمال سے خود بخود ظاہر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر وہ برائی کی طرف بالکل مائل ہی نہیں ہوتے۔ وہ اللہ ہی کو معبود سمجھ کر جب اس کی عبادت کرتے ہیں تو ان کی توجہ بالکل ادھر ادھر نہیں جاتی۔ ایسی عبادت میں سرور اور کیف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس عام مسلمان اللہ کو الٰہ مانتا ہے لیکن جب نیک اعمال کی باری آتی ہے تو وہ اللہ کی الوہیت کو بھول کر اپنی خواہشات ہی کی پیروی کر جاتا ہے۔ اس طرح اس کی عبادت سرور سے خالی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا

(پ 29 مزمل 9)

ترجمہ: خواہ کوئی مشرق میں رہتا ہے یا مغرب میں اسے اللہ ہی کو معبود تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ جب وہ ہر لحاظ سے انسان کا مالک اور خالق ہے تو پھر اس کے سوا کسی کو معبود نہ مانا جائے۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ط وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ (پ 25 زخرف 84)

ترجمہ: اور آسمان میں وہی ایک معبود ہے اور زمین میں بھی وہی معبود ہے وہ حکمت والا علم والا ہے۔

فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○

(پ 18 مومنون 116)

ترجمہ: اللہ عالی شان ہے جو حقیقی بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ عزت والے عرش کا رب ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا○ (پ 5 نساء 87)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمہیں قیامت کے روز جمع کرے گا جس میں شک نہیں ہے اور اللہ کی بات ہی ہر کسی سے بڑھ کر سچی ہوتی ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ (پ 3 آل عمران 18)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور اہل علم نے انصاف کے تقاضے کو قائم رکھتے ہوئے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو غلبے والا اور حکمت والا ہے۔

انسان اپنے آغاز کے بعد اس طرف راغب ہوا کہ پیغمبر تو ایسے معبود کی عبادت کی تعلیم دیتے ہیں جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ لہٰذا ہر دور میں لوگوں کی اکثریت اصل راہ سے ہٹ کر اس طرف مائل ہو جاتی ہے کہ وہ اس معبود کو پوجنے لگتے ہیں جو انہیں آنکھوں سے نظر آتا۔ یہ ایک طرح کی انسانی یقین کی کمزوری تھی کیونکہ اللہ انسانی عقل سے بالاتر ہے۔ انسان اسے نہ مادی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ اللہ کی حقیقت کو صرف نور نبوت اور عرفان ولایت سے

دیکھا جا سکتا ہے لہٰذا جو شخص اللہ کو جاننا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ دنیا کی ہر چیز سے اپنی توجہ کو ہٹا کر اللہ کی طرف لگا دے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں چند مقامات پر یوں بیان فرمائی ہے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ج

(پ19 شعراء213)

ترجمہ: پس اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکارو ورنہ عذاب پانے والے لوگوں سے ہو جاؤ گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو یہی حکم دیا ہے کہ پہلی قوموں کی طرح تم بھی بے راہ نہ ہو جانا بلکہ ہمیشہ ایک معبود کو پکارتے رہنا۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ط اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ج

(پ27 ذرٰیت 51)

ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ بے شک میں تمہیں اس سے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

یہی بات ایک اور انداز میں قرآن میں یوں بیان ہوئی ہے:

وَلَا تَـدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ قف كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط لَـهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ع (پ20 قصص 88)

ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارنا اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اصل حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف واپس لوٹ جانا ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

كَـذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَـدْ خَـلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِیْۤ اَوْحَيْنَـاۤ اِلَيْكَ وَهُـمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ط قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَاۤ

اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ۚ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ مَتَابِ (پ13 رعد 30)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے آپ کو ایک امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ جو ہم نے آپ پر وحی کی ہے وہ انہیں سنا دیں اور یہ لوگ رحمان کا انکار کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف راجع ہوں۔

اَلۡخَلَّاقُ

یَاخَلَّاقُ (اے پیدا کرنے والے)

اعداد: 731 ☆ تاثیر: جلالی

خلاق کا مطلب پیدا کرنے والا ہے جو لفظ خلق سے ہے۔ خلاق میں خالق سے قدرے مبالغہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تخلیقات میں جامع اور مکمل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ (پ26 حجر 86)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔

اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَھُمۡ ؕ بَلٰی ٭ وَھُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ۝ (پ 23 یٰس 81)

ترجمہ: کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ ان جیسے اور پیدا کردے ہاں وہی خلاق ہے علیم ہے۔

اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جن کی بلندی، وسعت اور گہرائیوں کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ کیا ایسی قادر قیوم ہستی کیلئے تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا کوئی مشکل بات ہے؟ اس کی دیگر تخلیقات کے سامنے تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔ ذرا پہاڑ کے ساتھ سر جوڑ کر کھڑے ہو تو تمہیں اپنی قامت کی درازی کا پتہ چل جائے۔ ذرا ہاتھی کے ساتھ اپنا وزن تو کرو، اس کا ایک پاؤں بھی تم سے زیادہ وزنی ہے۔ ذرا ہرن کے ساتھ دوڑ لگاؤ دیکھیں کون آگے نکلتا ہے۔ ایک بھینس کے ساتھ کھانے میں ہی مقابلہ کر کے دکھاؤ۔ یہ قامت، یہ طاقت اور یہ حیثیت اور اس کے باوجود ایسی خرمستیاں کہ قدرت الٰہی پر حرف گیری کرنے کی جرأت کرنے لگے ہو۔ (ضیاء القرآن جلد 4)

اللہ تعالیٰ خلاق ہے، پیدائش انسان کو اس نے آیت ذیل میں ظاہر فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (پ18 مومنون 11-14)

ترجمہ: ہم نے پہلے انسان کو صاف مٹی سے بنایا پھر انسان کی خلقت کو پانی سے بنایا جو رحم میں ٹھہرے پھر نطفہ کو جونک جیسا بنایا پھر اسے لوتھڑا گوشت کا کر دیا پھر اس میں ہڈیا پیدا کر دیں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت کا لباس پہنا دیا پھر پیدائش کے اگلے درجہ تک ہم نے اسے بڑھایا۔ بے شک بڑی برکتوں کا دینے والا وہ جو تمام صورت گروں سے بہتر اور پاکیزہ تر مخلوق پیدا کرتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (پ23 یٰسین 36)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ان سب چیزوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا
جن کو زمین اگاتی ہے اور انسانوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا اور ان چیزوں کو
بھی جن کو اب تک یہ لوگ نہیں جانتے۔

خلقت و پیدائش کی جن انواع و اقسام کا ان آیات میں ذکر ہے اس کی صحیح کیفیت مختلف علوم پر عبور کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن ایک سرسری نگاہ سے دیکھنے والا انسان بھی اگر مختلف مخلوقات کا ذرا سا تصور کرلے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خلاقی کا تھوڑا بہت عرفان ہوسکتا ہے۔

لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے نور سے بنایا۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے نار سے بنایا۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے خاک سے بنایا۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جو ہوا میں اڑنے والی ہے۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جو پانی کے اندر جینے والی ہے۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جو پانی کے اندر جینے والی ہے
لاتعداد مخلوق وہ ہے جو سطح ارض پر رہتی ہے۔
لاتعداد مخلوق زمین کے اندر اپنے گھر بناتی ہے۔
لاتعداد مخلوق چار پائے کے نام سے مشہور ہے۔
لاتعداد مخلوق صرف دو پاؤں پر چلتی ہے۔
پھر ہر ایک کے تحت میں سینکڑوں اصناف و اقسام ہیں۔

ہر ایک کی طبائع و خواص الگ، ہر ایک کی غذا الگ، ہر ایک کا مقصد زندگی جدا، علم و ادراک میں، نشوونما میں، توالد و تناسل میں، حیات و ممات میں سب کے طبقات جدا جدا ہیں۔

اس ادنیٰ تصور کے بعد معلوم ہوجائے گا کہ وہ مالک کتنا بڑا خلاق ہے اور ہر

ایک مخلوق کے ساتھ اس کا علم کتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو ایسے خالق کا بندہ ہے جو ایسے مالک کا فرمانبردار ہے۔

اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہئے

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَّاقٌ عَظِيْمٌ اِنَّكَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اِنَّكَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ الْبَرُّ الْجَوَّادُ الْكَرِيْمُ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاسْتُرْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَلَا تُضِلَّنِيْ وَاَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

ترجمہ: یا اللہ تو بہت بڑا خلاق ہے تو سمیع ہے، علیم ہے، غفور ہے، رحیم ہے، عرش عظیم کا پانے والا ہے تو برّ اور جواد اور کریم ہے، مجھے معاف کردے، مجھ پر رحم کر، مجھے عافیت دے، مجھے رزق دے، میری پردہ پوشی کر، میری دل شکستگی کو دور کردے، مجھے بلندی عطا فرما، مجھے رہنمائی فرما، مجھے گمراہ نہ کر، مجھے جنت میں داخل کر، اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے، اپنی رحمت سے رحم فرما۔

اَلْقَاهِرُ

یَاقَاهِرُ (اے غالب) ☆ اعداد: 306 ☆ تاثیر: جلالی

قاھر بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (پ 17 انعام 18)

ترجمہ: اور وہ اپنے بندوں پر پوری طرح غلبہ رکھتا ہے اور وہ حکمت والا خبر والا ہے۔

اس سے آگے یہی بات یوں بیان ہوئی ہے:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً (پ 7 انعام 61)

ترجمہ: اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر حفاظت کرنے والے بھیجتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قاھر سے مراد غلبہ حاصل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے قاھر ہے کہ تمام مخلوق پر اسے غلبہ تام حاصل ہے۔ قاھر میں قہر اور قھار کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قاھر ہے کہ کسی چیز کو اس کی ذات اور صفات میں بھی دخل حاصل نہیں ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بھی قاہر ہے کہ ہر کسی کو اس کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو غلبہ و طاقت کے وقت ضعفاء پر رحم کرنا چاہئے۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ صحابی کہتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، عقب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔ فرمایا تیرا رب تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تجھ کو اپنے غلام پر ہے۔ یہ سن کر وہ زمین پر گر گئے۔ غلام سے کہا کہ اپنا پاؤں مع اپنے جوتے کے میرے رخسار پر رکھ دے۔ تب جاہلیت کی بو میرے دماغ سے نکلے گی۔

اَلْغَافِرُ

يَا غَافِرُ (اے گناہ بخشنے والے)

اعداد: 1281 ☆ تاثیر: جمالی

غافر کا لفظ غفر سے ہے جس کا مطلب چھپانا اور ڈھانپنا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے بندوں کے گناہوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپتا ہے اس لئے وہ غافر ہے۔ غافر

میں غفور اور غفار کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے کیونکہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتا ہے اس لئے وہ غافر ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت یوں بیان ہوئی ہے کہ:

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ (پ24 مومن 3)

ترجمہ: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے شدید پکڑ والا ہے بڑے کرم والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ غافر الذنب ہے یعنی گناہوں کی پردہ پوشی فرمانے والا ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی بدکار ہو جب وہ اس کے دربار میں ندامت و شرمندگی کی متاع لے کر آ جاتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانپ دیتا ہے کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس نے کبھی کوئی گناہ یا قصور کیا تھا۔

قابل التوب یعنی جب کوئی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی سابقہ سرکشیوں کے باعث اپنے باب کرم سے دھتکارتا نہیں دیتا بلکہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کے گناہوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں چھوڑتا۔

شریعت میں توبہ ان چار چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے کہ گناہ کو قبیح سمجھتے ہوئے چھوڑ دے جو فروگزاشت اس سے پہلے ہو چکی ہے اس پر دل سے شرمسار ہو۔ دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لے اور جہاں تک ممکن ہو گزشتہ اعمال کا تدارک کرے۔

غافر اور قابل کے درمیان واؤ عطف ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ صفتیں ہیں، وہ توبہ کرنے والے کی توبہ بھی قبول کرتا ہے اور جو توبہ

نہیں کرتے وہ اتنا کریم ہے کہ جس کو چاہتا ہے توبہ کے بغیر بھی بخش دیتا ہے کیونکہ توبہ کے بغیر بخشش میں اس کی شان کریمی کا ظہور زیادہ ہے اس لئے غافرالذنب کو پہلے ذکر کیا۔

اس ضمن میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے کہ شام کا ایک ادمی امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ اس کی پارسائی، تقویٰ اور دین کیلئے اس کی حمیت کے باعث آپ اس کو اپنا بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔ شام سے ایک آدمی آیا۔ آپ نے اس سے اپنے دوست کی خیریت دریافت کی۔ اس نے بتایا کہ وہ تو تباہ ہوگیا ہے۔ شراب پیتا ہے، گانا سنتا ہے اور وہ فسق و فجور کی زندگی بسر کررہا ہے۔ یہ سن کر آپ کو ازحد رنج ہوا، فرمایا: جب واپس جانے لگو تو مجھے ملتے جانا۔ روانگی کے وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا لکھو:

یہ خط عمر بن الخطاب سے فلاں شخص کی طرف۔ تم پر سلام ہو، میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے۔ گناہ معاف کرنے والے، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب والا، بڑی قدرت والا۔ اس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف سب نے لوٹنا ہے۔

پھر خود بھی اس کی ہدایت کیلئے دعا مانگی اور حاضرین مجلس سے بھی اس کیلئے دعا منگوائی اور یہ خط اس شخص کو دیا اور فرمایا کہ یہ میرے دوست کو پہنچا دینا۔ جب اس دوست نے خط پڑھا، تو اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگا، روتا تھا اور خط کو بار بار پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کی، فسق و فجور کی زندگی ترک کرکے اطاعت و انقیاد کی زندگی بسر کرنے لگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس کی توبہ کی اطلاع ملی تو آپ بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے: تم بھی جب اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ راہ راست سے اس کا قدم پھسل گیا ہے تو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرو۔ اسے سیدھی راہ پر

لانے کی کوشش کرو۔ اس کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ یعنی اگر تم اسے برا بھلا کہنا شروع کردو گے، اس پر طعن وتشنیع کے تیر برسانے لگو گے تو وہ اپنی ضدر پر پکا ہو جائے گا اور اسے اپنی عزت نفس کا سوال بنا کر گمراہی میں دور نکل جائے گا۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفے کے گردونواح میں تھا۔ میں نے ایک باغ میں جا کر دو رکعت نماز شروع کی اور اس میں سورۂ مومن کی تلاوت کرنے لگا۔ میں ابھی اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا جس پر یمنی چادریں تھیں مجھ سے کہا جب غَافِرِ الذَّنْبِ پڑھو تو کہو یَا غَافِرَ الذَّنْبِ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ اور جب قَابِلِ التَّوْبِ پڑھو تو کہو یَا قَابِلَ التَّوْبِ اِقْبَلْ تَوْبَتِیْ اور جب شَدِیْدُ الْعِقَابِ پڑھو تو کہو یَا شَدِیْدَ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِیْ، حضرت مصعب فرماتے ہیں میں نے گوشہ چشم سے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا، فارغ ہو کر میں دروازہ پر پہنچا وہاں جو لوگ بیٹھے تھے ان سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے پاس سے گزرا جس پر یمنی چادریں تھیں انہوں نے کہا نہیں ہم نے تو کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ اب لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ خیر الغافرین ہے اس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ:

اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ

(پ9 اعراف 155)

ترجمہ: تو ہمارا مولیٰ ہے پس ہماری بخشش کر اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

اَلْفَاطِرُ

یَافَاطِرُ (خالقِ فطرت) ☆ اعداد: 290 ☆ تاثیر: جمالی

فاطر بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے یہ لفظ فطر سے ہے جس کے معنی پیدا کرنا یا کسی چیز کا آغاز کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے اس لحاظ سے وہ فاطر ہے۔ غرضیکہ تمام مخلوقات کو ابتدائی طور پر اللہ ہی نے بنایا ہے پھر ہر چیز کی خصوصیات بھی پیدا کی ہیں۔ خاص طور پر زمین و آسمان کی پیدائش کیلئے فاطر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

قرآن مجید میں جن آیات میں فاطر لفظ آیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ط قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (پ 7 انعام 14)

ترجمہ: آپ فرمایئے کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو سرپرست بنالوں اسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں اور ہرگز مشرکین میں سے نہ ہو جانا۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ (پ 13 یوسف 101)

ترجمہ: پس اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا دنیا اور آخرت میں کارساز ہے۔ مجھے مسلمانی پر وفات دینا اور صالحین کے ساتھ شامل کر دینا۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

(پ 13 ابراہیم 10)

ترجمہ: ان کے رسولوں نے کہا کہ کیا تمہیں آسمانوں اور زمین کے بنانے والے کے بارے میں شک ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ط یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o (پ22 فاطر 1)

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ فرشتوں کو پیغام دینے والا بنایا ہے جن کے بازو دو دو تین تین چار چار پروں کے ہیں جن کی تخلیق میں اضافہ چاہتا ہے تو بڑھا دیتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ o (پ24 زمر 46)

ترجمہ: فرما دیجئے، اے اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے غیب اور ظاہر کو جاننے والے تو ہی ان باتوں میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں ایک دوسرے کا اختلاف ہے۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ج یَذْرَؤُکُمْ فِیْہِ ط لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ج وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ o (پ25 شوریٰ 11)

ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔ اسی نے تمہاری جنس سے تمہیں جوڑے بنا دیا ہے اور مویشیوں کے بھی جوڑے بنائے ہیں وہ انہیں ذرائع سے تمہیں بڑھاتا رہتا ہے اس کی مثل کوئی نہیں ہے اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اَلْمَلِيْكُ

يَا مَلِيْكُ (مالک ہونا، بادشاہ) ☆اعداد:100 ☆ تاثیر: جمالی

اَلْمَلِيْكُ سے مراد کسی چیز کی ملکیت حاصل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا مالک ہے اس لئے اس کائنات کی اصل ملکیت اسی کو حاصل ہے۔ جب یہ کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے تو پھر اس کائنات کا اصل بادشاہ بھی اللہ ہی ہے۔ وہ اپنی بادشاہت میں جو چاہے حکم دے خواہ وہ کسی چیز کو رکھے یا مٹائے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ قیامت اسی کے حکم سے آئے گی۔ دنیا کی تمام بادشاہتیں ختم ہوجائیں گی مگر اللہ کی بادشاہت اور ملکیت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کے مالک اور ملیک ہونے کے بارے میں قرآن مجید کی حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ؏ (قمر 55)

ترجمہ: سچائی کے اعلیٰ مقام جو ذی وقار بادشاہ کے پاس ہیں کے قریب ہوں گے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بقرہ 107)

ترجمہ: کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی فرمانروائی اللہ ہی کیلئے ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (آل عمران 189)

ترجمہ: زمین اور آسمان کا مالک اللہ ہے اور اس کی قدرت سب پر حاوی ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (مائدہ 17)

ترجمہ: زمین اور آسمان اور ان کی ساری موجودات اس کی ملک ہیں۔

قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ (انعام 73)

ترجمہ: اس کا ارشاد عین حق ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا اس روز بادشاہی اسی کی ہوگی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (توبہ 116)

ترجمہ: اللہ ہی کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ (بنی اسرائیل 111)

ترجمہ: اور کہو تعریف ہے اس خدا کیلئے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے۔

اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ ط (حج 56)

ترجمہ: اس روز بادشاہی اللہ کی ہوگی وہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

مَلِیْك: اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کیلئے مستعمل نہیں ہوا۔

مالک فاعل ہے، ملک فعل ہے جو اوزان مبالغہ میں سے ہے اور ملیک فعیل ہے۔

اَلْحَفِیُّ

یَا حَفِیُّ (بے حد مہربانی کرنیوالا، بے حد لطف فرمانے والا)

اعداد: 98 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت الحفی ہے جس کے مختلف معنی ہیں۔ حَفِیُّ کا ایک مطلب مہربانی اور احسان کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے بندوں پر ہر لحاظ سے مہربانیاں اور احسان کرتا ہے اس لحاظ سے وہ حَفِیُّ ہے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ ایسا

مہربان جس نے مجھے اس بات کا خوگر بنا دیا ہے کہ جب کبھی کوئی عرض کرتا ہوں تو وہ ضرور قبول فرماتا ہے۔

الحَفِیُّ کا دوسرا مطلب اللہ تعالیٰ کا اپنے علم کی بنا پر لوگوں کی ضروریات اور دلوں کے رازوں سے واقف ہونا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ہر ضرورت اور حقیقت سے واقف ہے۔ اس لئے وہ حَفِیٌّ ہے یعنی دنیا کی کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے۔ مخلوق کے ہر کام کو جانتا ہے خواہ کوئی تنہائی میں بیٹھ کر کرے۔ اس سے وہ بخوبی واقف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس طرح اپنے بندوں سے واقف ہونا اس کی صفت حَفِیٌّ ہے۔

ایک قول کے مطابق اللہ حَفِیٌّ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے احوال سے واقف ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے آواز دی جاتی ہے کہ جو سائل جس مقصد کیلئے التجا کرے گا اللہ اسے پورا فرمادے گا۔ اللہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔

ایک اور قول کے مطابق اللہ تعالیٰ حَفِیٌّ ہے کہ اس کے علم نے ہر کسی کو گھیرا ہوا ہے۔ اس کے لطف و احسان نے سب کو زیر بار کیا ہوا ہے۔ وہی بندوں کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرماتا ہے اور وہی نافرمان بندوں کے تائب ہونے پر اظہار مسرت فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال یوں ہوا ہے کہ:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا

(پ 16 مریم 47)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تجھے سلام ہے میں اپنے رب سے تمہارے لئے استغفار کروں بے شک وہ مجھ پر کمال مہربانی (شفقت) رکھتا ہے۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اقرار کیا ہے کہ اللہ واقعی مجھ پر

بہت مہربان ہے۔

ایک اور مقام پر حَفِیٌّ کا لفظ یوں بھی استعمال ہوا ہے:

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

(پ9 اعراف 187)

ترجمہ: آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی آپ کہہ دیجئے کہ بے شک اس کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ اسے وقت پر وہی ظاہر کرے گا۔ وہ وقت آسمانوں اور زمین پر بڑا سخت ہوگا جو سخت ہوگا جو تم پر اچانک آئے گا۔ وہ آپ سے اس کے متعلق اس طرح پوچھتے ہیں غرضیکہ آپ نے اس کی خوب تحقیق کر رکھی ہے۔ فرما دیجئے کہ بے شک اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے اکثر لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے۔

اَلْمُحِیْطُ

یَامُحِیْطُ (اے احاطہ کرنے والے)

اعداد: 67 --- تاثیر: معتدل

محیط کا لفظ حوط اور احاطہ سے جس کا مطلب کسی چیز کا ہر طرف سے گھیرے میں لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے علم اور قدرت کی بنا پر اپنے احاطے میں رکھا ہوا ہے اس لحاظ سے وہ محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ محیط ہے کہ اس کی قدرت نے تمام

مخلوقات کو احاطہ میں لیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ محیط ہے کہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ محیط ہے کہ کوئی چیز اس کے دائرہ اختیار سے باہر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ محیط ہے کہ ہر چیز اس کی حفاظت میں ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف مقامات پر مندرجہ ذیل سورتوں پر استعمال ہوا ہے۔

اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْکٰفِرِیْنَ ○ (پ 1 بقرہ 19)

ترجمہ: یا ان کی مثال بارش ہے جو آسمان سے برستی ہے جس میں ظلمت اور کڑک اور چمک ہے اپنے کانوں میں کڑک کے سبب موت کے ڈر سے انگلیاں ڈال لیتے ہیں اور اللہ نے کافروں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُهُمْ شَیْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ○ (پ 4 آل عمران 120)

ترجمہ: جب تمہیں آسودگی حاصل ہوتی ہے تو انہیں بری لگتی ہے اور جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور ان کا فریب تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ بے شک ان کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے احاطہ اختیار میں ہیں۔

یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا ○

(پ 5 نساء 108)

ترجمہ: وہ لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ دل میں وہ بات سوچتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے

اور اللہ ان کے اعمال کا احاطہ ... ہوئے ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ۧ (پ5 نساء 126)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

(پ 10 انفال 47)

ترجمہ: اور لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو اپنے گھروں سے اترے ہوئے لوگوں کے دکھاوے کیلئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

(پ 12 ھود 92)

ترجمہ: حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ معزز ہے اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے بے شک میرا رب جو تم عمل کرتے ہو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝ ۧ

(پ 25 حٰم سجدہ 540)

ترجمہ: سنو انہیں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے میں شک ہے یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اَلمُستَعَانُ

یَامُستَعَانُ (اے استعانت کرنے والے)

اعداد: 621 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ سے ہر کوئی مدد اور استعانت طلب کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات مستعان ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (پ 12 یوسف 18)

ترجمہ: اور جو تم نے کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت طلب کروں گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جب ان کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کا خون آلودہ کرتہ لے گئے اور ظاہر کیا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، تب انہوں نے زبان سے مندرجہ بالا الفاظ کہے کہ میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ آخر اس اسم پاک اور استعانت باللہ کا اثر یہی ہوا کہ بالآخر یوسف و یعقوب علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے ملایا اور یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے اقبال و کامرانی نبوت و حکمرانی کا جلوہ دکھلایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے لوگوں کو جب ابتداء میں ایک خدا پر ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے راہ حق میں بڑی رکاوٹیں پیدا کیں۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غلبہ اسلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی استعانت کی التجا کی جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہوا ہے:

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ط وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ع (پ 17 انبیاء 112)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے رب حق کے ساتھ فیصلہ کردے اور جو باتیں وہ بناتے تھے اس پر رب رحمان کی مدد اور استعانت کی ضرورت ہے۔

اسماء الحسنٰی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کامیابی عطا فرمائی جو کسی نبی کو نہ ملی تھی۔ ذرا الفاظ پر غور کرو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں دعائے یعقوب سے بڑھ کر کس قدر قدرت ہے۔ کامیابی میں بھی یہی تفاوت جلوہ افگن ہے۔ وہاں ایک یوسف ملا تھا۔ یہاں قوم کے ہزاروں گمشدہ لوگ اسلام میں داخل ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرۃ العین بن گئے تھے۔

سورت فاتحہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ط (پ 1 فاتحہ 4)

ترجمہ: ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

استعانت اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہئے کیونکہ اس کی مدد اور توفیق ہی سے بندوں کے تمام کام آسانی سے سرانجام پا سکتے ہیں۔ استعانت ان امور میں ہے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں اور ان کا تعلق صرف قدرت الٰہیہ سے ہوتا ہے جیسا کہ بغیر اسباب کے مصائب کو دور کرنا، مرادوں کو پورا کرنا، آرزوؤں کا بر لانا، گناہوں کو معاف کرنا، آنے والے حالات میں کامیابیوں سے نوازنا، نقصانات سے محفوظ رکھنا، زندگی اور موت کے معاملات، رزق میں کشائش، مال و دولت کا عطیہ، اس طرح کے بیسیوں معاملات جن کا سررشتہ صرف پروردگار کے ہاتھ میں ہے ان معاملات میں مدد طلب کرنا اسی کو استعانت کہتے ہیں اور جس سے ایسی مدد طلب کی جائے اسے مستعان کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے صرف پروردگار ہی ہے جو المستعان

ہے۔ پھر یہ استعانت صرف ظاہری عبادات تک محدود نہیں بلکہ نیتوں کا خاص ہونا، ایمان کیلئے توفیق کا ملنا، اعمال خیر اور ایمان باللہ پر استقامت، خوف و ہراس میں دل کا مضبوط ہونا، راہ راست کا آسان ہونا اور دل کا اس پر مطمئن ہو جانا۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن میں پروردگار سے مدد مانگی جاتی ہے کیونکہ اس کی مدد کے بغیر نہ اس کا ذکر آسان رہتا ہے نہ اس کے شکر کی توفیق ملتی ہے، نہ اسکی عبادت کی ہمت نصیب ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے کہ:

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ج اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ قف یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○

(پ9اعراف 128)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو بے شک زمین اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور عاقبت اہل تقویٰ کیلئے ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرتے رہنا چاہئے۔

مزید یوں بھی فرمایا گیا ہے کہ:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ○

(پ1 بقرہ 45)

ترجمہ: صبر اور نماز سے مدد کا ذریعہ اختیار کرو بے شک نماز گراں ہے لیکن اللہ سے خشیت رکھنے والوں پر گراں نہیں ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (پ2 بقرہ 153)

ترجمہ: اے ایمان والوصبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جملہ امور دنیوی و دینی مادی وروحی اللہ تعالیٰ ہی کی جناب سے استعانت حاصل کریں۔

اَلرَّفِیْعُ

یَارَفِیْعُ (اے رفعت والے) ☆ اعداد: 360 - تاثیر: جمالی

رَفِیْعُ کا لفظ رفعت سے ہے جس کا مطلب بلندی والا ہے۔ یہ لفظ بروزن فعیل ہے۔ اس لئے یہ لفظ فاعل اور مفعول یعنی دونوں کیلئے استعمال ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بلندیوں کا مالک ہے اور دنیا میں جس کو بلندی ملتی ہے اسی کی وجہ سے عطا ہوتی ہے اس لئے وہ رفیع ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات میں استعمال ہوا ہے۔

سورت مجادلہ میں اہل ایمان کی رفعت کا ذکر کرتے ہوئے آیا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بلند کرتا ہے۔

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ (پ۲۸ مجادلہ ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان کے درجات کو بلند فرمادے گا

اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ (پ۱۳ رعد ۲)

اللہ تعالیٰ رفیع ہے کہ جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ (انعام)

اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود اپنی جانب بلند فرما

لیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ رفیع ہے۔

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُوالْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ۙ (پ 24 مومن 15)

ترجمہ: بلند درجات والا عرش پر جلوہ افروز ہونے والا اپنے بندوں میں سے اپنے حکم کے مطابق جنہیں چاہتا وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ ملاقات یعنی قیامت کے دن سے ڈرائے۔

اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و محامد کو رفعت و برتری عطا کی کہ ہر ایک اذان و تکبیر میں صبح و مسا حضور کا ذکر بھی کیا جاتا ہے جبکہ کلمہ توحید کا ذکر ہوتا ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (انشراح) اے محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرمایا

جو شخص بارگاہ رب العزت میں رفعت چاہتا ہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا چاہیئے۔

اَلْکَافِیْ

یَا کَافِیْ (اے کفایت کرنے والے)

اعداد: 111 ---- تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ کفایت کرنے والا ہے۔ کفایت کمی کو پورا کر دینے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کا دارومدار عالم اسباب پر ہے۔ ان اسباب میں کمی یا زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ زندگی کے اسباب کم ہونے کی صورت میں گزر اوقات مشکل ہو جاتی ہے

مگر اللہ کی ذات ہر انسان کی کمی پورا کر دیتی ہے۔ ظاہری حالات خواہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہو جائیں وہ کسی نہ کسی ذریعے سے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا انسان کیلئے کافی ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان سوچتا ہے کہ میرے ذرائع معاش تو بہت کم ہیں تو پھر میری گزر اوقات کیسے ہوگی؟ اسباب کیسے پیدا ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنی مہربانیوں کی بنا پر کوئی نہ کوئی ذریعہ بنا دیتا ہے جس سے اس کی کفایت ہونے لگتی ہے اس لحاظ سے وہ کافی ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے اسم کافی کا مآخذ یہ آیت ہے:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ (پ24 زمر 36)

ترجمہ: کیا اللہ اپنے بندوں کیلئے کافی نہیں ہے اور وہ اللہ کے سوا تمہیں غیر خداؤں سے ڈراتے ہیں اور جو اللہ کو چھوڑ کر سیدھی راہ پر نہ رہے تو اسے کوئی اور ہدایت کرنے والا نہیں۔

قرآن مجید میں کافی کیلئے لفظ کفی بھی آیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کفایت اور کارسازی مکتفی یعنی وافر ہے۔

جن آیات میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِیْمًا (پ5 نساء 70)

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ علیم ہے کافی ہے۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (پ5 نساء 79)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ (پ نساء 166)

ترجمہ: اللہ اس کتاب کے ذریعے جو اس نے آپ پر نازل کی ہے گواہی دیتا ہے کہ اس کے نازل ہونے سے علم دیا گیا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا (پ 15 بنی اسرائیل 96)

ترجمہ: فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا دیکھنے والا ہے۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (پ 22 احزاب 39)

ترجمہ: اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (پ 22 احزاب 48)

ترجمہ: اور اللہ پر توکل کرتے جاؤ اور اللہ کارسازی کیلئے کافی ہے۔

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

(پ 26 احقاف 8)

ترجمہ: میرے اور تمہارے درمیان وہ بحیثیت گواہ کافی ہے اور وہ غفور ہے رحیم ہے۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (پ 21 عنکبوت 51)

ترجمہ: کیا ان کیلئے اتنا کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب کا نزول فرمایا ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں مومنوں کی قوم کیلئے رحمت اور نصیحت ہے۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (پ 14 حجر 95-96)

ترجمہ: ہم آپ کو مذاق کرنے والوں سے بچانے کیلئے کافی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کو معبود ٹھہراتے ہیں انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

اس آیت میں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ کسی کافر سے خائف نہ ہوں۔ آپ پر جو زبان طعن دراز کرے گا جو گستاخی کی جرأت کرے گا اور جو مذاق کرے گا ہم خود ان کو سنبھال لیں گے۔ ان کا شر آپ تک نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہتان اور افتراء کا طوفان برپا کرنے والے اسلام کو ختم کرنے کیلئے اپنی پوری کوششیں داؤ پر لگانے والے یا تو حلقہ بگوش اسلام ہو کر پروانہ وار اس پر نثار ہونے لگے یا انہیں ایسی رسوائی اور ذلت سے دوچار کر دیا گیا کہ آج ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد مکہ کے یہ پانچ رئیس ہیں جو اسلام کی مخالفت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلآزاری میں سب سے پیش پیش تھے۔ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، ابوضمع اسود بن عبدیغوث اور حارث ان تمام کو اللہ تعالیٰ نے ذلت کی موت سے ہلاک کیا۔

ایک اور مقام پر یہود و نصاریٰ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ ایمان لے آئیں جس طرح کے آپ ایمان لائے ہیں تو وہ ہدایت پانے والے ہو جائیں گے۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو اس سے اے محبوب فکر نہ کریں آپ کیلئے اللہ کافی ہے۔

ارشاد ہے کہ:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِاهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ

(پ 1 بقرہ 137)

ترجمہ: پھر اگر وہ بھی آپ کی مثل ایمان لے آئیں تو وہ بھی ہدایت پانے والے ہوگئے اور اگر وہ پھر جائیں تو وہ ضد میں پڑھ گئے پس اے محبوب اللہ تمہارے لئے کافی ہے اور وہ سننے والا علم والا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ط وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا

(پ 21 احزاب 25)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان میں قتال قوت کافی کردی اور اللہ قوت والا غلبے والا ہے۔

اس آیت کی وضاحت میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ مسلمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کرنے مکہ تشریف لائے کوہ تنعیم کے دامن میں مصروف نماز تھے کہ دشمنوں نے حملہ کردیا۔ وہ سب کے سب گرفتار کرلئے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ازراہ احسان والطاف رہا فرمادیا۔ ان کی جان بخشی ان کے قبائل میں تحریک اسلام بن گئی۔ نہ جنگ ہوئی نہ لڑائی اور دین الٰہی نے ترقی بھی حاصل کرلی۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت کا نتیجہ تھا۔

اسی موقع پر اہل قریش نے جنگ وقتال کا رادہ کرلیا۔ مسلمان نہ جنگ کیلئے آئے تھے نہ مسلح ہی تھے۔ آخر سفارتانہ تدابیر میں اتنی کامیابی ہوئی کہ جنگ رک گئی۔ قریش کے ساتھ مساویانہ حقوق پر معاہدہ ہوگیا۔ اب پہلا موقع تھا کہ قریش نے مسلمانوں کو بحیثیت ایک جماعت وقوم کے تسلیم کیا تھا۔ اس کامیابی کا سبب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت تھی۔

اسماء الحسنیٰ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ تمام مخلوق اولین وآخرین کا حساب الگ الگ ہر شخص اور پھر ایک ہی وقت کے اندر ایسی آسانی سے لے لے گا جیسا کہ ہر شخص کو اپنی حکمت سے الگ الگ ہر ایک کو ایک ہی وقت کے اندر رزق بھی

پہنچاتا رہتا ہے۔ وکفی بنا حاسبین فرمانا اس کو شایان ہے۔

اہل توحید اللہ تعالیٰ کی ولایت کو سب کی محبت وامداد سے زیادہ کافی سمجھا کرتے ہیں۔ اہل توکل اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا وکیل بنانا جملہ تدابیر سے کفایت کنندہ سمجھتے ہیں۔ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے علم و بصر اور اطلاع وخبر کو اعمال صالحہ کی بجا آوری کیلئے یا افعال قبیحہ سے پہلوتہی کیلئے کافی وافی سمجھ کر دنیا کی جھوٹی رازداری یا ریاکاری سے بچے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کافی ہے اس نے ہماری ہدایت کیلئے ازراہ رحمت و مرحمت وہ کتاب نازل فرمادی ہے جو جملہ معجزات مادی اور عجوبات حسی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

جملہ علوم سے مستغنی کرنے والی اور انسان کو عقل و دماغ اور قلب و روح کی مقتضیات کیلئے کفایت کرنے والی ہے۔ اس کتاب پر تدبر کرنے والے نہ کسی معجزہ کے طالب رہ سکتے ہیں اور نہ دلیل برہان خارجی کے سائل بن سکتے ہیں۔ رب کافی کی ہی کتاب اہل شریعت کیلئے کافی ہے۔

ترمذی میں روایت ہے کہ ایک مکاتب سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور زرفدیہ میں امداد کا خواہاں ہوا۔ فرمایا: میں تجھے چند کلمات سکھلا دیتا ہوں جو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے اگر تجھ پر فلاں پہاڑ (یمن کے کوہصیر کا نام لیا) کے برابر بھی قرض ہوگا تو اتر جائے گا۔ وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

اَلغَالِبُ

یَاغَالِبُ (اے غلبے والے) ☆ اعداد: 1033 ☆ تاثیر: جلالی

غالب کا عام مطلب زبردست قوت والا، زورآور، جیتنے والا اور مغلوم کرنے والا ہوتا ہے۔ ایک اور قول کے مطابق گردن پکڑ کر غلبہ حاصل کر لینے والے کو غالب کہا جاتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ گردن پکڑ لینے والا ضرور دوسرے پر قابو یافتہ اور مستولی ہوگا اور جس کی گردن پکڑ لی گئی ہے وہ ضرور قابو زدہ اور مقہور ہوگا۔ لہٰذا قوت و طاقت اور استیلا کے معنی میں لفظ غلبہ کا استعمال ہوگیا۔

کاتب الجوائز میں لکھا ہے کہ غالب اس ذات کا نام ہے کہ جو اپنی مخلوق پر اپنے ارادے کو پورا کرنے کی پوری پوری طاقت رکھتی ہے۔ خواہ وہ اس میں خوش ہوں یا ناخوش ہوں۔ وہ اسے چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور عظمت حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اتنا قادر اور ایسا حکیم ہے کہ نہ تو اس پر غلبہ پایا جاسکتا ہے اور نہ اسے دھوکہ اور فریب دیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا غلبے کا اصل حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لحاظ سے وہ غالب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر پر مکمل طور پر غالب ہے۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

(پ 12 یوسف 21)

ترجمہ: اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

قصہ حضرت یوسف علیہ السلام میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان

کے بھائی کنویں میں چھوڑ کر چلے گئے تو بعدازاں وہاں ایک قافلہ آیا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا اور مصر لے گئے اور وہاں پر آپ کو فروخت کر دیا۔ آخر عزیز مصر نے خرید کر انہیں اپنے گھر رکھ لیا پھر آپ کو کچھ عرصہ زندان میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ کو پھر عزیز مصر کی قربت حاصل ہوئی اور آخرکار آپ کے پاس مصر کی بادشاہت آ گئی۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر غالب رہا جس کے بارے میں مذکورہ آیت میں بتایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بیان ہوا ہے کہ یوم بدر کے موقع پر کفار مکہ لشکر لے کر سامنے آئے تو انہیں اپنی طاقت پر بڑا تکبر تھا اور ان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ آج کے دن ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی تو انہیں غلبہ حاصل ہوا۔ مسلمانوں کا غالب ہونا تائید خداوندی تھی اور خدائے واحد نے اپنے غالب ہونے کا ثبوت دیا جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ (پ 10 انفال 48)

ترجمہ: اور جب شیطان نے ان کے اعمال انہیں مزین کر کے دکھائے اور کہنے لگا کہ آج لوگوں میں تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بے شک تم میری پناہ میں ہو۔

چند آیات میں غالبون کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی غلبہ دینے والا ہے درحقیقت وہی غالب ہے۔ سورت مائدہ میں فرمایا گیا ہے کہ جو مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو مددگار بنا لیا تو وہ اللہ کے حزب سے ہو گئے اور اللہ کا گروہ ہی غالب رہے گا۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ

(پ 6 مائدہ 56)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان لانے والوں کو دوست بنائے گا تو بے شک وہ اللہ کے گروہ سے ہو گیا جو غالب ہے۔

سورت انبیاء میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں سے پہلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا متاع اور سہولتیں دیں تاکہ وہ اللہ کی اطاعت کریں مگر وہ سرکش ہو گئے اور انہوں نے اطاعت والی راہ چھوڑ دی۔ انہیں معلوم ہو جانا چاہے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی تقدیر اور ضابطوں پر غالب نہ ہو سکتے تھے اس لئے انہیں تسلیم کر لینا چاہئے تھا کہ اللہ ہی غالب ہے اور اسی کا غلبہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ط اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ

(پ 17 انبیاء 44)

ترجمہ: بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو بہت نفع بخش سامان دیا یہاں تک کہ ان کی عمر دراز ہو گئی کیا وہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں کی طرف سے کم کرتے جا رہے ہیں کیا پھر بھی وہ غالب آنے والے ہیں۔

سورت قصص میں بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے التجا کی کہ اے اللہ میرا کوئی ساتھی بنا دے تاکہ ہم فرعون کے دربار میں غالب رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی کو آپ کا ساتھی بنا دیا اور باخبر کیا کہ تم ہماری نشانیوں کے باعث فرعون پر غالب رہو گے۔

وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ج بِاٰيٰتِنَآ ج اَنْتُمَا وَمَنِ

اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ (پ20 قصص 35)

ترجمہ: اور تم دونوں کو فوقیت دے دیں گے کہ وہ تم دونوں کو نقصان نہ دے سکیں گے ہماری نشانیوں کی بنا پر تم دونوں اور تمہارے پیروکار غالب ہو جائیں گے۔

سورت صافات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لشکر کو بالآخر غالب کر دیا اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۙ (پ 23 صافات 172-174)

ترجمہ: ان کی ضرور مدد کی جائے گی اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہتا ہے، پس آپ ایک مقررہ مدت تک ان سے اپنی توجہ ہٹائیں۔

غلبہ روم کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ

(پ 21 روم 2-3)

ترجمہ: اہل روم اپنے قریب کی زمین میں مغلوب ہوئے اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ آیات سے لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غالب ہے اور اگر مسلمانوں نے دوسروں پر غالب رہنا ہے تو پھر اسی کی اطاعت کریں تو وہ انہیں دوسروں کو مغلوب رکھنے کی توفیق عطا فرما دے گا۔

اَلْمَنَّانُ

یَامَنَّانُ (اے احسان کرنے والے)

اعداد: 141 ☆ تاثیر: جمالی

منان کا لفظ من سے ہے جس کے معنی احسان کے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ لفظ منت سے ہے اس کا مطلب بھی احسان عظیم ہوتا ہے۔ احسان ایک جامع لفظ ہے جس میں ہر طرح کی مہربانی شامل ہے۔ انسانی زندگی کا پورا دارومدار اللہ تعالیٰ کے احسانات سے وابستہ ہے۔ مخلوق کے ساتھ اس کی مہربانیاں دن رات جاری ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اس لئے اسے منان کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ منان ہے کہ اس کے عظیم احسانات پوری مخلوق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ منان ہے کہ پوری مخلوق اس کے احسانات کی مرہون منت ہے۔ اللہ تعالیٰ منان ہے کہ اس نے پوری مخلوق میں سے اپنے بندوں کو ہدایت کی راہ پر گامزن کیا۔ اللہ تعالیٰ منان ہے کہ اس نے دنیا کی ہدایت اور رہبری کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اس کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گی۔ اگرچہ اس نے لوگوں میں دوسروں پر احسان کرنے کا جذبہ دے رکھا ہے مگر یہ اسی کی عطا اور توفیق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ احسانات کا اجمالی ذکر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کیا ہے۔

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ

اللّٰہِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (پ 13 ابراھیم 11)

ترجمہ: ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ بے شک ہم انسانیت کے اعتبار سے تمہاری مثل بشر ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں جن پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئیں اور مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے فرمایا کہ ہم کب انکار کرتے ہیں کہ ہم بشر نہیں ہیں اور ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہم فرشتے ہیں۔ ہم بھی تمہاری طرح بشر ہیں لیکن جو فضائل و کمالات اور جو قوتیں اور استعدادیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مرحمت فرمائی ہیں ان سے تم بے بہرہ ہو۔

کفار انبیاء کرام کی ظاہری بشریت سے فریب کھا گئے اور ان کی نگاہیں شان نبوت کو پہچاننے سے قاصر رہیں۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ان لوگوں کے شکوک و شبہات کو بیان کرکے اپنے حکیمانہ انداز میں ان کا ازالہ فرمایا ہے۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور

یعنی کفار نے کہا ہم بھی انسان ہیں اور انبیاء بھی انسان ہیں، ہم بھی سوتے ہیں اور کھاتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح۔

ایں ندا نستند ایشاں ازعما
ہست فرق درمیاں بے انتہا

ان اندھوں نے یہ نہ جانا کہ ان کے درمیان اور انبیاء کے درمیان تو بے انتہا فرق ہے۔

ہر دو یک گل خورد زنبور و نحل
زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل

ویسے تو زنبور اور شہد کی مکھی ایک پھول سے ہی خوراک حاصل کرتی ہیں لیکن وہاں ڈنک نمودار ہوتا اور یہاں شہد ۔

ہر دو گوں آہو گیاہ خوردند و آب
زیں یکے سرگیں شد وزاں مشک ناب

دونوں قسم کے ہرن ایک ہی گھاس کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں لیکن ایک سے صرف لید نکلتی ہے اور دوسرے سے خالص کستوری۔

اس آیت میں یَمُنُّ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت منان ہے۔

ایک اور آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا یوں ذکر کرتے ہیں:

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ (پ 13 یوسف 90)

ترجمہ: کہنے لگے کیا آپ یوسف ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے بے شک جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔

اس آیت میں من کے لفظ سے مراد احسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت منان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت مَنّان کا یوں اظہار ہوا ہے:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(پ 26 حجرات 17)

ترجمہ: اے محبوب کہ وہ مسلمان ہونے کا احسان جتلاتے ہیں۔ آپ

فرمایئے کہ مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کیلئے ہدایت عطا فرمادی ہے اگر تم سچے ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ عرب کے بعض بادیہ نشین قبائل اسلام قبول کرتے اور پھر آ کر احسان جتلاتے کہ دیکھو ہم نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین قبول کرلیا ہے۔ ہم نے غیر مسلم قبائل سے اپنے دیرینہ تعلقات آپ کی خاطر توڑ لئے ہیں۔ ہمیں اناج کی ضرورت ہے وہ دو۔ ہمارے پاس سواری کیلئے جانور نہیں ہیں وہ مہیا کرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کر دیا کہ یہ تمہارا احسان نہیں کہ تم نے اسلام قبول کیا بلکہ یہ تو تم پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ تمہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اگر وہ تمہیں قبول حق کی توفیق نہ بخشتا تو تم اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہی رہتے۔ کفر پر مرتے اور جہنم رسید ہوتے۔ احسان نہ جتلاؤ بلکہ اپنے رب کے اس فضل و کرم پر سجدہ ہائے شکر بجالاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت منان کی بنا پر مومنوں پر احسان کرتے ہوئے ایک آیت میں یوں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (پ 4 آل عمران 164)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

ایک اور آیت میں صفت منان کا یوں ذکر ہوا ہے:

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (پ 5 نساء 94)

ترجمہ: تم بھی پہلے اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے بعد میں اسلام لا کر مسلمان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا بے شک اللہ اس چیز سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اس آیت کی مفسرین نے یوں شرح کی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کی قیادت میں ایک دستہ روانہ کیا۔ کفار کو جب لشکر اسلام کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھاگ گئے لیکن مرداس نامی ایک شخص جو مسلمان ہو چکا تھا وہ اپنے مال مویشی کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ جب مسلمان وہاں پہنچے اور نعرہ تکبیر بلند کیا تو اس نے بھی جواب میں اللہ اکبر کہا اور کلمہ شہادت پڑھتا ہوا نیچے اتر آیا اور انہیں السلام علیکم کہا لیکن صحابہ میں ایک صحابی نے اس کی پروانہ کی اسے قتل کر دیا اور اس کا ریوڑ ہانک کر مدینہ طیبہ لے آئے اور بارگاہ رسالت میں سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت سابقہ میں مسلمانوں کو حالت امن میں مسلمان اور غیر مسلمان کو قتل کرنے سے منع کیا۔ اس آیت میں حالت جنگ میں بھی بلاوجہ قتل و غارت سے روک دیا۔ جب تک تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ یہ محارب کافر ہے اس وقت تک ہاتھ نہ اٹھاؤ اور اگر کوئی عین اس وقت بھی اظہار اسلام کرے تو مالِ غنیمت کے حصول کیلئے اس کی شہادت رد نہ کر دو۔ اس فنا پذیر دولت کی خاطر تم ایک مومن کی شہادت ایمان رد کر رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ رزق کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر تم اس کے حکم کی تعمیل کرو گے تو وہ دوسرے ذریعہ سے تم پر رزق کے دروازے کھول دے گا۔

الغرض مندرجہ بالا تمام آیات سے اللہ تعالیٰ کی صفت منان کا اظہار ہوتا ہے۔

اَلْبُرْهَانُ

یَا بُرْھَانَ (اے روشن اور واضح)

اعداد: 258 ☆ تاثیر: جمالی

برھان سے مراد روشن اور واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کارخانہ حیات کا مالک اور خالق ہے۔ اسی نے انسانی زندگی کو وجود بخشا ہے۔ اس کی تمام تخلیقات ہر لحاظ سے مکمل ہیں۔ یہ دنیا کا نظام اسی ذات اقدس کی وجہ سے قائم و دائم ہے۔ دن رات اسی نے پیدا کئے ہیں۔ نظام فطرت یعنی سورج، چاند، ستارے اور ارض وسماء اس کے قوائد وضوابط کے مطابق رواں دواں ہے جس طرح اس نے نظام قائم کر دیا ہے قیامت تک یہ کارخانہ حیات اسی کے حکم کے مطابق سرانجام پاتا رہے گا۔ یہ دنیا کا نظام جس حسن وخوبی کے ساتھ چل رہا ہے یہ اس کے ہونے کی قوی دلیل ہے جو انسانوں کیلئے برھان ہے۔ علماء لغت کا کہنا ہے کہ برھان اس دلیل کو کہتے ہیں جو تمام دلائل میں زوردار ہو۔ ہمیشہ اور ہر حال میں سچائی پر مبنی ہو۔ قرآن مجید میں کچھ مقامات پر برھان کا لفظ استعمال ہوا اور اسی نسبت برھان کو اللہ تعالیٰ کی صفت قرار دیا گیا۔ برھان کے بارے میں آیات قرآن کی وضاحت حسب ذیل ہے:

یہود ونصاریٰ کو جب دین حق کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی حق کی راہ پر ہیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ اگر وہ سچے ہیں تو پھر واضح برھان پیش کریں تاکہ اس برھان یعنی قوی دلیل اور ثبوت کے ذریعے ثابت ہو جائے کہ وہ سچے ہیں مگر اصل برھان تو اللہ کے پاس ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو کیسے سچا ثابت کر سکتے تھے۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ 1 بقرہ 111)

اہل کتاب نے کہا کہ یہود ونصاریٰ کے سوا کوئی اور جنت میں نہیں جائے گا یہ ان کے باطل تصور ہیں اے پیغمبر فرما دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو برھان یعنی دلیل پیش کرو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بیان ہوا کہ آپ کو اپنے رب کے برھان کا مشاہدہ ہوا جس کی بنا پر اللہ کی پناہ میں رہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ

(پ 12 یوسف 24)

ترجمہ: اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا تھا اگر اس نے اپنے رب کی طرف سے دلیل نہ دیکھی ہوتی تو وہ بھی اس کا ارادہ کرتا اسی طریقہ سے ہم نے ان سے برائی اور فحاشی کو دور رکھا بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔

طلوع اسلام سے قبل لوگوں نے دوسروں کو الہ یعنی معبود بنا رکھا تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ معبود صرف اللہ ہی ہے اور اسی کی عبادت کرو تو انہیں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو برھان پیش کرو مگر ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی تو اللہ نے کہا میرا قرآن برحق ہے پھر اسے تسلیم کر کے اس پر ایمان لے آؤ اس کے بارے میں ارشاد الٰہی یہ ہے کہ:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (پ 17 انبیاء 24)

ترجمہ: کیا انہوں نے اوروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ آپ فرما دیجئے اس پر کوئی ثبوت پیش کرو۔ یہ کتاب میرے موجودہ حالات اور مجھ سے پہلے کے حالات پر مبنی ہے۔ البتہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے پس وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں۔

اللہ کے سوا کسی اور معبود کی پوجا کرنے والوں کے پاس کوئی دلیل تھی تو پھر اللہ تعالٰی ان کا حساب لے گا۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (پ 18 مومنون 117)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی معبود قرار دے تو اس کے پاس کوئی سند نہیں ہے پس ان کا حساب ان کے رب کے پاس ہے بلاشبہ کفر کرنے والے فلاح نہیں پائیں گے۔

اس بات کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو پھر برھان یعنی کوئی دلیل پیش کرو مگر ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔

ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(پ 20 نمل 64)

ترجمہ: کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اس کے حق میں جواز پیش کرو۔

فرعون اور اس کے ساتھیوں کو دو واضح دلیلیں پیش کی گئیں جو اللہ کی طرف سے برھان تھا مگر انہوں نے پھر حق کو تسلیم نہ کیا کیونکہ وہ نافرمان لوگ تھے۔

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○ (پ 20 قصص 32)

ترجمہ: آپ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جائیں وہ بغیر کسی نقص کے سفید ہو کر نکلے گا اور خوف سے نجات کیلئے اپنے ہاتھ کو سینے پر رکھ لینا پس یہ تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے مشیروں کیلئے دو دلیلیں ہیں بے شک وہ فاسقوں کی قوم ہے۔

قیامت کے روز جب حساب لیا جائے گا تو ہر امت سے کسی شخص کو کہا جائے گا کہ اپنی سچائی کے بارے میں کوئی جواز پیش کرو۔ اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ٥ (پ 20 قصص 75)

ترجمہ: اور ہر امت سے ایک گواہ نکال کر کہیں گے کہ اپنا جواز پیش کرو تو وہ جان لیں کہ حق اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور ان سے ہر طرح کی افترا ہیں دور ہو جائیں گی۔

اَلسَّرِيْعُ

يَاسَرِيْعُ (اے جلدی کرنے والے)

اعداد: 340 ☆ تاثیر: جمالی

سریع کا مطلب جلدی کرنے والا ہے۔ یہ لفظ عام مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ سریع الحساب اور سریع العقاب وارد ہوا ہے۔ حساب لینے میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں سرعت ہے۔ اسی نسبت سے السّریع کو اس کی صفت میں شمار کیا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کسب کا حساب کرنے میں اللہ تعالیٰ سرعت سے حساب کر دے گا۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

(پ 2 بقرہ 202)

ترجمہ: وہی لوگ ہیں ان کیلئے وہی حصہ ہے جو انہوں نے کسب کیا اور اللہ حساب لینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اجر کے بارے میں حساب کرے گا تو وہ بھی جلد حساب لے گا۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

(پ 4 آل عمران 199)

ترجمہ: اور بے شک اہل کتاب میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ پر اور جو تمہاری طرف نازل ہوا اور جو ان کی طرف نازل ہوا اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں خشیت الٰہی ہے۔ وہ اللہ کی آیتوں کو تھوڑے داموں نہیں بیچتے۔ وہی لوگ ہیں کہ جن کیلئے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔ بے شک اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

حلال وحرام کے بارے میں بھی اللہ جلد حساب لے لے گا۔

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (پ 6 مائدہ 4)

ترجمہ: تو اس کو کھاؤ جو انہوں نے تمہارے لئے روکے رکھا اور انہیں چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ

لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ط وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (پ 13 رعد 41)

ترجمہ: نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اطراف کی جانب سے کم کرتے چلے آرہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کے حکم کو پس پشت ڈالنے والا کوئی نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

کسب کے حساب کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ جلد حساب لے لے گا۔

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ط اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (پ 13 ابراہیم 51)

ترجمہ: تاکہ ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لینے میں کچھ دیر نہیں لگے گی۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (پ 24 مومن 17)

ترجمہ: آج ہر نفس اپنی کمائی کا بدلہ پائے گا آج کسی پر زیادتی نہ ہوگی بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ط وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (پ 18 نور 39)

ترجمہ: اور کفر کرنے والوں کے عملوں کی مثال ایسے ہے جیسے کسی خشک ویرانے میں سراب ہو اور پیاس والا اسے پانی سمجھ لے حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس آئے تو وہاں کچھ بھی نہ پائے مگر اللہ کو وہاں موجود پائے تو اس نے اس کا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد بہت جلد حساب کر لیتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت سریع الحساب ہے اور اسے حساب لینے میں کوئی دیر نہ ہوگی۔

اَلْمُنْعِمُ

یَامُنْعِمُ (اے نعمتیں دینے والے)

اعداد: 200 ☆ تاثیر: جمالی

منعم سے مراد نعمتیں عطا فرمانے والا ہے۔ نعمت اس کو کہتے ہیں جو انسان کیلئے سہولت اور فرحت پیدا کرے۔ انسانی زندگی گزارنے کیلئے بے شمار ضروریات درکار ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کی صورتوں میں پھیلا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی انسانی سہولت کیلئے پیدا کر رکھی ہے اسے سمجھ لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس لئے اگر اللہ انسان کو اپنی نعمتوں سے نہ نوازتا تو اس کیلئے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر اپنے کلام میں فرمایا ہے:

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ○ (پ 1 بقرہ 40)

ترجمہ: اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ○ (پ 1 بقرہ 47)

ترجمہ: اے بنی اسرائیل میری نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کیں اور بے شک میں نے تمہیں ساری دنیا پر اس زمانے میں فضیلت دی

تھی۔

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (پ1 بقرہ 122)

ترجمہ: اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی ہے اور میں نے تمہیں اس دور میں تمام دنیا پر فضیلت دی تھی۔

وَاِنَّ مِنْکُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ ج فَاِنْ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَکُنْ مَّعَھُمْ شَھِیْدًا ○ (پ5 نساء 72)

ترجمہ: اور بے شک تم میں سے کوئی ایسا بھی ہوگا جو نکلنے میں دیر لگائے گا پھر اگر کوئی مصیبت آ پہنچے تو کہے گا کہ یہ تو مجھ پر اللہ کا انعام تھا کہ میں ان میں شامل نہ تھا۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْھِمُ الْبَابَ ج فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ فَاِنَّکُمْ غٰلِبُوْنَ ج وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ (پ6 مائدہ 23)

ترجمہ: اللہ سے ڈرنے والے انعام یافتہ دو شخص بولے کہ ان پر دروازے کے راستے سے داخل ہو جاؤ پھر جب تم دروازے سے داخل ہو جاؤ گے تو بے شک تم غالب رہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ ق

(پ16 مریم 58)

انبیاء یعنی یہ بندے ہیں جن پر اللہ تعالٰی نے انعام کیا جو آدم کی اولاد سے ہیں۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِھَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ

الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ○

(پ 19 نمل 19)

ترجمہ: تو چیونٹی کی اس بات پر حضرت سلیمان علیہ السلام ہنستے ہوئے مسکرا دیئے اور کہا اے رب مجھے توفیق دے کہ جو نعمت تو نے مجھے عطا کی ہے اس نعمت کا شکر ادا کروں اور جو نعمت میرے ماں باپ کو دی ہے اس کا شکر بھی ادا کروں اور میں اس طرح کا صالح عمل کروں جس میں تیری رضا ہو اور مجھے اپنی رحمت کے باعث اپنے قریبی بندوں میں شامل کر لے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ○

(پ 20 قصص 17)

ترجمہ: آپ نے کہا اے میرے رب جس طرح کا تو نے مجھ پر انعام کیا ہے تو اب میں کبھی جرم کرنے والوں کی حمایت نہ کروں گا۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ (پ 22 احزاب 37)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب آپ نے اس شخص سے فرمایا تھا جسے اللہ نے نعمت عطا کی تھی اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر جا اور آپ اپنے دل میں وہ بات رکھے ہوئے تھے جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور آپ کو لوگوں کی باتوں کا خوف تھا اور اللہ کا حق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے۔

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی

وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (پ 26 احقاف 15)

ترجمہ: تو اس نے عرض کیا اے میرے رب مجھے اپنی نعمت کا شکر کرنے کی توفیق عطا کر دے۔ وہ نعمت جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور میں تیری رضا کے مطابق صالح عمل کروں اور میری اولاد کو اصلاح پر قائم رکھ۔ بے شک میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور بلاشبہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اَلشَّافِیْ

یَاشَافِیْ (اے شفا دینے والے)

اعداد: 391 ☆ تاثیر: جمالی

الشافی کا مطلب شفا دینے والا ہے یعنی ہر قسم کی خرابی کو دور کرنا شفا میں شامل ہے۔ انسان جسم اور روح پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا مگر دنیا کے نظام میں بے احتیاطی اختیار کرنے سے انسانی جسم اور روح امراض میں مبتلا ہوجاتا ہے جس سے انسان کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے روزمرہ کے معمولات معطل ہوجاتے ہیں اور اس کا شب و روز میں جینا محال ہوجاتا ہے۔ اس لئے تندرست اور صحت یاب ہونا ضروری ہوتا ہے مگر تندرستی اور صحت یابی اللہ کے اختیار میں ہے کیونکہ امراض سے وہی شفا دے سکتا ہے۔

امراض سے حصول شفا کیلئے اللہ تعالیٰ نے ادویات اور جڑی بوٹیوں کو ذریعہ بنایا ہے مگر بعض اوقات ادویات استعمال کرنے سے بھی شفا حاصل نہیں تو اس سے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے شفا دے یا ادویات کے ذریعے سے شفا ملے تو وہ صحت اور تندرستی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی سے ہوگی۔ انسانی زندگی کے تین دور یعنی بچپن، جوانی اور بڑھاپا ہے۔ زندگی کے مختلف ادوار میں بیمار ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے مگر زندگی کے کسی دور یا عمر میں بیماری آئے شفا من جانب اللہ ہی ہے کیونکہ جب انسان کی زندگی کا آغاز ہوا تو بیماری نے بھی جنم لیا مگر اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے انسان کو حصول شفا کا علم بھی دیا ہے جسے حکمت کہا جاتا ہے۔ حکمت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ لہٰذا مرض کی شفا کا کچھ بھی ذریعہ بنے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ وہ شافی المطلق ہے۔

جسمانی امراض کے علاوہ بہت سے امراض ایسے ہیں جو انسان کے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں جن سے برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے استغفار توبہ ذکر کر کے اور نیک اعمال کے ذریعے روحانی امراض کا بھی علاج تجویز کر رکھا ہے۔ لہٰذا جو شخص اللہ کی راہ پر چلنا چاہے اسے برائیاں ترک کر کے قلبی شفا بھی مانگنی چاہئے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسمانی اور روحانی امراض کو شفا دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کچھ آیات کا نزول فرمایا ہے جن کو حصول شفا کا ذریعہ قرار دیا اور اس بات کا ذکر کیا کہ اللہ کی پیدا کردہ بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔

شفا کے بارے میں آیات قرآن حسب ذیل ہیں:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (پ 10 توبہ 14)

ترجمہ: انہیں قتل کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے ہی انہیں عذاب دے گا اور انہیں پست کر دے گا اور ان پر تمہاری مدد کر دے گا اور مومن قوم کا سینہ صحت مند کر دے گا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي
الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (پ 11 یونس 57)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت اور سینوں کی بیماریوں کی شفا اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے جو اہل ایمان کیلئے ہے۔

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ
بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (پ 14 نحل 69)

ترجمہ: پھر ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس کر اپنے رب کے قائم کردہ راہ پر چلتی ہے اس کے پیٹ میں مختلف رنگوں کا پینے والا شہد نکلتا ہے جس میں لوگوں کیلئے شفا ہے۔ بے شک اس میں تفکر کرنے والی قوم کیلئے نشانی ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (پ 15 اسرائیل 82)

ترجمہ: اور قرآن میں ہم نے وہ چیز اتاری ہے جو مومنوں کیلئے شفا اور رحمت ہے اور ظلم کرنے والوں کیلئے اس قرآن سے خسارہ ہی بڑھتا ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝
(پ 19 شعراء 80)

ترجمہ: جب مجھ پر بیماری آتی ہے تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے موت دے گا اور وہی مجھے زندہ کرے گا۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ
وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ (پ 24 حم سجدہ 44)

ترجمہ: اور بالفرض اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو یہ کہتے کہ اس کی آیتیں ہماری زبان میں کیوں نہیں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ کیا کتاب عجمی ہو اور نبی عرب ہو آپ فرمایئے یہ قرآن اہل ایمان کیلئے ہدایت اور شفا ہے۔

اَلْعَالِمُ

یَاعَالِمُ (اے علم والے) ☆اعداد: 141 ☆تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ کے عالم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم ہر لحاظ سے کامل اور اکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اس کی ذات میں ازل سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کی بنا پر پہچانا گیا۔ تخلیق کائنات کا مقصد بھی یہی تھا کہ کائنات کو آگاہی حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز سے باخبر ہے اور اسے بخوبی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی قسم کی مخلوقات بھی پیدا کر رکھی ہیں اللہ ان سب سے باخبر ہے۔ کوئی مخلوق اللہ سے کچھ نہیں چھپا سکتی ملائکہ، جنات، انسان اور حیوان غرضیکہ جتنی قسم کی بھی مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں کائنات میں جس قسم کا علم موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔ اس کرہ ارضی میں جب سے انسان آباد ہوا اور جب تک یہ دنیا آباد رہے گی اللہ تعالیٰ اس دنیا کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے اور کیا کچھ ہو کے رہے گا۔

اللہ تعالیٰ عالم ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم ہے جو ہم چھپاتے ہیں اسے جانتا ہے اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اسے بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے ان رازوں کو بھی جانتا ہے جو وہ دلوں میں چھپائے رکھتا ہے جو جو قومیں اس دنیا میں آئیں اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ انہوں نے کیا کیا اور جو قومیں

اس وقت دنیا میں آباد ہیں ان کو بھی جانتا ہے کہ وہ کب تک آباد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کو قیامت تک ہونے والے واقعات سے بھی آگاہی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی اچھائی اور برائی کو بھی جانتا ہے مگر اپنی رحمت کی بنا پر لوگوں کی برائیوں پر پردہ ڈالے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ان گناہوں کو بھی جانتا ہے جو وہ چھپے اور کھلے میں کرتے ہیں۔ اللہ ان نیک اعمال کو بھی جانتا ہے جو رات کے وقت سربسجود ہوکر کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور جو ان کے آگے ہیں اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ آئندہ وقت میں کیا ہونا ہے جسے انسان نہیں جانتا۔

غیب کا عالم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے جو انسان دنیا سے چلا جاتا ہے کہ وہ دوبارہ کب اٹھایا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اس نے تمام لوگوں کو کب دوبار زندہ کرنا ہے غرضیکہ قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے کسی جان کو کوئی پتہ نہیں کہ کل کیا ہوگا مگر اللہ کے علم میں ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ ایسے ہی ہر انسان کی موت کے بارے میں اللہ کو علم ہے کہ وہ کب، کہاں اور کیسے مرے گا۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ عالم ہے اور اس کے متعلق قرآن مجید کی آیات حسب ذیل ہیں۔

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ○ (پ 7 مائدہ 116)

ترجمہ: اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو اس کا تجھے علم ہوتا جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے، بے شک تو غیبوں کو جاننے والا ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (پ 22- سبا 48)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ بے شک میرا رب حق کے ساتھ باطل پر چوٹ لگاتا ہے تمام غیبوں کو جاننے والا ہے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ○

(پ 10 توبہ 78)

ترجمہ: کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ان کے خفیہ راز اور سرگوشیوں کو جانتا ہے اور بے شک اللہ غیبوں کو جاننے والا ہے۔

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ط اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (پ 7 مائدہ 109)

ترجمہ: تو وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں بے شک تو سب غیبوں کو جانتا ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا (پ 29 جن 26)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ غیب جاننے والا ہے مگر وہ اپنے غیب کو ہر کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ط عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ط وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ (پ 7 انعام 73)

ترجمہ: جس دن صور پھونکا جائے گا تو اسی کی حکومت ہوگی غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا خبر والا ہے۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
(پ 11 توبہ 94)

ترجمہ: پھر تم غیب جاننے والے اور حاضر رہنے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پس وہ تمہیں بتا دے گا جو تم عمل کرتے ہو۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (پ 11 توبہ 105)

ترجمہ: اور فرما دیجئے کہ عمل کرو تو اللہ اور اس کا رسول اور مومنین سب تمہارے عمل کو دیکھیں گے اور جلد اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور ظاہر کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کی تمہیں خبر کر دے گا۔

عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ○ (پ 18 مومنون 93-92)

ترجمہ: غیب کو جانتا ہے اور ظاہر کو بھی جانتا ہے پس وہ ان کے شرک سے بالا ہے آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب کہ اگر وہ عذاب جن کا ان سے وعدہ ہے میری موجودگی میں آجائے۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (پ 21 سجدہ 6)

وہی غیب اور ظاہر کا علم رکھنے والا ہے عزت والا رحم والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (پ 22 سبا 3)

ترجمہ: اور کافروں نے کہا کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی آپ فرمادیں میرے رب کی قسم وہ تم ہی پر آئے گی۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ اس سے نہ آسمانوں میں سے نہ زمین میں سے نہ کوئی چھوٹی چیز اور نہ اس سے کوئی بڑی چیز اور نہ ذرہ برابر کوئی چیز چھپی ہوئی ہے مگر وہ سب کچھ روشن کتاب میں موجود ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پ 22 فاطر 38)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے بے شک وہ سینوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ○ (پ 24 زمر 46)

ترجمہ: فرمائیے اے اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے غیب اور ظاہر کو جاننے والے تو ہی ان باتوں میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں ایک دوسرے کا اختلاف ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (پ 28 حشر 22)

ترجمہ: اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ہر غیب اور ظاہر چیز کو جاننے والا ہے وہی رحمان ہے رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پ 28 جمعہ 8)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ وہ موت جس سے تم فرار چاہتے ہو وہ ضرور تم پروارد ہو کے رہے گی پھر تمہیں اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے جو اعمال تم کرتے ہو وہ ان سے تمہیں باخبر کردے گا۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ع (پ 28 تغابن 18)

ترجمہ: وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے غلبے والا حکمت والا ہے۔

اَلشَّدِیْدُ

یَا شَدِیْدُ (اے شدت والے) ☆ اعداد: 318 - تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت شدید ہے جو شدت سے بنا ہے۔ شدید سے مراد سخت اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجرموں کو پکڑنے اور سزا دینے میں شدت سے کام لے گا یعنی اس کی پکڑ بڑی شدید ہوگی۔ اس نسبت سے علماء نے شدید کے لفظ کو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں شمار کیا ہے۔ قرآن مجید میں چند آیات میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ شدید العقاب ہے۔ اس صفت کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ باخبر رہیں کہ اگر ہم نے اللہ کی بندگی اور اطاعت والی راہ اختیار نہ کی تو اس کی پکڑ انتہائی شدید ہوگی کیونکہ بعض انسان اللہ کی اطاعت کرنے کے بجائے بغاوت اور سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہیں جس کی بنا پر انہیں سخت سزا دینا لازم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے باخبر کیا ہے اگر لوگ اس کی نافرمانیاں کریں گے، اس کی زمین میں فساد مچائیں گے، قتل و غارت کا بازار گرم کریں گے غرضیکہ نافرمانیوں میں جب حد سے گزر جائیں گے تو ان کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دے گا۔ اس لحاظ سے اللہ بہت شدید العقاب ہے۔

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ کَمْ اٰتَیْنٰـھُمْ مِّنْ اٰیَةٍ ۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآ ءَ تْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (پ 2 بقرہ 211)

ترجمہ: آپ بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے انہیں کتنی واضح دلیلیں دی اور جو کوئی اللہ کی نعمت کو مل جانے کے بعد بدل ڈالے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دینے والا ہے۔

کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ 3 آل عمران 11)

ترجمہ: جیسا کہ آل فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ تھا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ 6 مائدہ 2)

ترجمہ: اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ
(پ 7 مائدہ 98)

ترجمہ: جان لو کہ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور بے شک اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ج وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ 9 انفال 13)

ترجمہ: یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ج وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ 9 انفال 25)

ترجمہ: اور اس فتنے سے ڈرتے رہو جو تم میں سے نہ صرف انہیں پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے خاص کر ظلم کیا ہے اور جان لو کہ اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ج فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ط وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ 10 انفال 48)

ترجمہ: اور جب شیطان نے ان کے اعمال انہیں مزین کر کے دکھائے اور کہنے لگا کہ آج لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بے شک تم میری پناہ میں ہو پس جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا کہ میں تم سے بری ذمہ ہوں بے شک میں تو ایسی چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ لا وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

(پ 10 انفال 52)

ترجمہ: ان کی حالت ایسی ہے جیسی کہ ان سے پہلے آل فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کی تھی۔ انہوں نے آیات الٰہی کے ساتھ کفر کیا تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑ لیا بے شک اللہ قوت کے ساتھ شدید عذاب والا ہے۔

اَلْحَنَّانُ

یَاحَنَّانُ (مہربانی کرنے والا) ☆اعداد: 109 -تاثیر: جمالی

حنان کا لفظ حن سے ہے جس کا مطلب بے حد رحمت اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر شفقت کرتا ہے، مہربانیاں کرتا ہے، ان کیلئے آسانیاں پیدا کرتا ہے، ان کی حاجات کو پورا کرتا ہے، ان کیلئے رزق کا بندوبست کرتا ہے، ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، ان پر احسانات کے دروازے کھولتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ حنان ہے۔

حنان کا لفظ حدیث میں منان کے ساتھ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور پھر اسے کرہ ارضی میں آباد کیا اور زندگی کے اسباب بنا دیئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت حنان کی بنا پر ہی شب و روز اپنے بندوں پر رحمت کی بارش کر رہا ہے۔ انسان کے فائدے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بے پناہ وسائل اور خزانے بنائے جن سے انسان فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ مشکل سے مشکل وقت میں اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم بھی عطا فرمایا ہے جس کی بنا پر وہ دنیا میں بے پناہ فائدے اٹھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر خشکی سمندر، دریا، ندی، نالے، آبشاریں، کوہسار اور معدنیات بنا کر انسان کو بے حد نفع پہنچایا ہے۔ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں سے فائدہ اٹھانا انسان کے اختیار میں دیا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر شب و روز شفقت کر رہا ہے۔ اگر بیمار ہوتا ہے اور اس سے صحت کی التجا کرتا ہے تو اسے صحت عطا فرما دیتا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی صفت حنان بڑی وسعت والی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اس کے احسانات اور مہربانیوں کا شکر ادا کرتا رہے اور اپنی زندگی اس کی اطاعت اور عبادت گزاری میں گزارے۔

اَلْمُعْطِیْ

یَامُعْطِیْ (اے عطا کرنے والے)

اعداد: 129 ☆ تاثیر: جمالی

اللہ تعالیٰ معطی ہے کہ اس نے دنیا کو ہر چیز عطا فرمائی ہے۔ اللہ کی عطا انعام جیسی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ اپنی مخلوق کو جو کچھ عطا فرماتا ہے خوشی سے دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عطیے مہربانی کے طور پر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے رات دن اس کے بندے مانگ رہے ہیں وہ عطا کئے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عطیے دنیا و آخرت میں لامحدود ہیں اور ایسے عطیے ہیں جن کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا غرضیکہ اللہ کا کام مخلوق کو ہر وقت دینا ہی دینا ہے۔ اس لئے اسے معطی کہا جاتا ہے۔

قرآن میں معطی کا لفظ بظاہر استعمال نہیں ہوا مگر بعض آیات ایسی ہیں جن میں اعطیٰ اور عطاء کے الفاظ بطور مصدر و فعل آئے ہیں جن سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ اصل عطا کنندہ پروردگار ہی ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اسی لئے اس صفت کو صفات الٰہیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ) بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی چونکہ کوثر اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے اس لحاظ سے اللہ معطی ہے۔ کوثر کا عطیہ ایک بے مثال اور انعام عظیم ہے۔

قرآن مجید میں دیگر جن مقامات پر عطا کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (پ16 طٰہٰ 50)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا رب وہی ہے جس نے

ہر چیز کو موزوں صورت عطا کی ہے پھر اسے ہدایت دے دی ہے۔

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی ۝ وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی ۝

(پ 27 نجم آیت 33-34)

ترجمہ: تو کیا آپ نے دیکھا جو پھر گیا ہے اور تھوڑا سا مال دیا پھر اسے روک لیا۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (پ 30 لیل 5)

ترجمہ: پھر جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور تقویٰ اختیار کیا۔

فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ

(پ 10 توبہ 58)

ترجمہ: پس اگر انہیں دیا جائے تو راضی ہوتے ہیں اور اگر انمیں سے کسی کو نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں۔

ان آیات میں چونکہ اعطیٰ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے مراد دینا ہے اور اصل عطاء اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس لئے وہی معطی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن کا شمار حد سے باہر ہے اس لئے حقیقی معطی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ معطی وہ ہے جو چاہتا ہے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے نہیں دیتا۔ ایک حدیث میں فرمایا (لَامَانِعَ لِمَا اَعْطٰی وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعَ) ''جو کچھ اللہ کسی کو دینا چاہتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ روکنا چاہے اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا۔'' بندہ جب جان لیتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ہی دینے والا اور روکنے والا ہے تو وہ اس کی عطا کا امیدوار بن جاتا ہے اور اس کے روک لینے کے خوف سے ڈرتا رہتا ہے۔ اس اسم سے موصوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ صالحین و مستحقین کو عطا کرے اور فاسق اور ظالم لوگوں سے اپنی عطا

روک کر رکھے یا دل اور روح کو حضور و طاعت کے انوار سے حصہ عطا کرے اور نفس و طبیعت کو ہوا و شہوت سے روک کر رکھے۔

اَلْجَمِیْلُ

یَاجَمِیْلُ (اے سب سے زیادہ حُسن والے)

اعداد: 83 ☆ تاثیر: جمالی

جمیل سے مراد حُسن ازلی ہے جو ازل سے حَسین ہے اور ابد تک حَسین رہے گا۔

حُسن سے مراد عام طور پر خوصورتی لی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ زمان و مکان اور جسم سے منزہ ہے اس کا حُسن اس کی ذات ہی میں ہے۔ اس حُسن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں بعض چیزوں کے وجود کو عطا کر کے ظاہر کیا ہے جیسا کہ روشنی سورج کی بھی ہے مگر اس میں تلخی ہوتی ہے ایسے ہی روشنی چاند اور ستاروں کی بھی ہے مگر چاند کی روشنی میں حُسن کی ایک عجیب کشش ہے جسے انسان محسوس کرتا ہے۔ ایسے ہی آسمان ہمیں نیلگوں نظر آتا ہے اور اس کے نیلگوں ہونے میں حُسن اور کیف کا اظہار ہے جو اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔ کوہساروں کے سبزہ میں بھی فطرت نے ایک حُسن چھپا رکھا ہے جو انسان کی آنکھوں کو دلکشی دیتا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کرہ ارض میں بعض خطوں اور وادیوں کو بڑا حَسین بنایا ہے اور ان وادیوں کا حُسن انتہائی پرکیف اور نظارے پیدا کرتا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے جنت کو انتہائی حَسین بنایا ہے۔ وہاں کی بہتی نہروں، دلکش باغوں اور پرکشش نظاروں کو حُسن اسی نے عطا فرمایا ہے۔

انسانوں کو بھی اس نے حسن کے عطیہ سے نوازا ہے بعض لوگ حَسین ہوتے ہیں ان کے چہروں پر کشش ہوتی ہے غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے حُسن کی جھلک کو اپنی

فطرت میں ظاہر فرمایا ہے مگر اس کا حُسن کبھی آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتا۔ اس نے اپنے جمال کے نظارے نادر موتیوں کی طرح بکھیرے ہوئے ہیں جس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ وہ ذات بے پناہ جمیل ہے اور اس نے اپنے جمال کو ظاہر فرمایا ہے اور پھر اسی جمال کو خود پسند فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جمیل و یحب الجمال، اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اَلْفَرْدُ

یَافَرْدُ (اے یکتا و یگانہ) ☆ اعداد: 384 ☆ تاثیر: جلالی

اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا اور یگانہ ہے۔ اس جیسا نہ کوئی ہے نہ کوئی ہوگا وہ ہر لحاظ سے احد ہے۔ اس کی ذات میں کوئی دوسری چیز شریک اور شامل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اسے فرد کہا جاتا ہے غرضیکہ وہ اپنی ذات و صفات میں ہر لحاظ سے مفرد اور واحد ہے۔ عقل اس کی فردیت کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت صرف اسی کیلئے ہے۔

فرد کا لفظ اگرچہ لوگ ایک شخص کیلئے استعمال کرلیتے ہیں مگر وہ فردیت فانی ہے چونکہ انسان فانی ہے اس لئے جب بھی یہ لفظ انسان کیلئے فرد واحد کے طور پر استعمال ہوگا اس سے مراد صرف انسان ہوگا جو فانی ہے۔

اہل معرفت کا کہنا ہے کہ فردیت کا تعلق الوہیت سے ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو پاتے ہیں انہیں پر اللہ کی صفت فرد کے اسرار کھلتے ہیں لہٰذا جو شخص حقیقت اور معرفت کو پاتا ہے وہی فرد کی حقیقت کو پالیتا ہے۔

اَلْوِتْرُ

یَاوِتْرُ (یگانہ) ☆ اعداد: 606 ☆ تاثیر: جلالی

وتر سے مراد ایک یعنی یگانہ ہے۔ وہ ذات واحدہ لاشریک اپنی صفات میں یگانہ ہے اور اس کا وتر ہونا طاق اور جفت سے پاک ہے۔ گویا کہ وہ وتر ایسا وتر ہے کہ جس کے ایک ہونے سے پہلے کوئی ایک نہ تھا اور نہ کوئی ہوگا اس کی ظاہریت اور باطنیت میں یگانیت ہے۔ اس لئے اسے وتر کہا جاتا ہے۔ اہل عرفان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یگانیت کا تعلق اس کی احدیت و واحدیت سے ہے گویا کہ جس بندے نے اسی کی یگانیت کے اسرارات کو پالیا انہیں ہی مقام احدیت و واحدیت کی حقیقت ومعرفت کا علم ہوتا ہے۔

ایک قول کے مطابق وتر اللہ تعالیٰ کا ذاتی اسم ہے اور یہ اس ذات کیلئے ہی مختص ہے اور اسی کی ذات وتر کہلانے کے لائق ہے۔ لہٰذا اگر کوئی بندہ یہ چاہے کہ اسے مقام غناہ تک رسائی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی یگانیت میں خود کو فنا کرے۔

اسماء الحسنٰی

اللہ کا لفظ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جبکہ باقی اسماء اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق ہیں۔ اس لئے انہیں صفاتی نام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ9 اعراف 180)

ترجمہ: اور اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں پس ان ناموں سے پکارو اور جو اس کے ناموں میں بے اعتنائی کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو جو کچھ کرتے ہیں اس کا بدلہ پالیں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اس لئے اسے انہیں ناموں سے یاد کیا جائے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (پ16 طٰہٰ 8)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سب نام اچھے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ع

(پ 28 حشر 24)

ترجمہ: وہی اللہ سب کا خالق ہے ہر چیز کو بنا کر اسے صورت دینے والا ہے۔

سب اچھے نام اسی کے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں اور وہی غلبے والا ہے حکمت والا ہے۔

سورت بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے کہ:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (پ 15 بنی اسرائیل 110)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ تم اللہ کہہ کر پکاروں یا رحمٰن کہہ کر پکاروں غرضیکہ تم جس طرح بھی پکارو گے یہ سب اسی کے اچھے نام ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ جب بھی انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کچھ التجا کرنا چاہے تو پہلے اسے صفاتی ناموں کے ذریعے سے پکارے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تسبیح انہی اسماء کے ذریعے سے ہو۔ ذکر الٰہی سے مراد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی یا صفاتی ناموں کا ذکر کیا جائے کیونکہ جس طرح کی صفت سے انسان اسے پکارے گا اسی طرح کا انعام اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ناموں کو اسماء الحسنٰی کہا گیا ہے جس کے معنی بہترین اور خوب ترین ہیں۔ اسماء باری تعالیٰ کو حسنٰی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کے جس پہلو کو دیکھا جائے ان میں سراپا عمدگی اور حسن نظر آتا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں خوبصورتی اور حسن و جمال ہے۔ اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی نے تین وجوہات بیان کی ہیں:

1- سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات گرامی سب سے اعلیٰ، سب سے بلند، تمام صفات سے موصوف اور تمام نقائص سے منزہ اور پاک ہے۔ تو جو ذاب ایسی ہو کہ ہمہ صفت موصوف ہو اس کے اسماء بھی ہمہ صفت موصوف ہوں گے کیونکہ ذات اسماء ہی کے ذریعہ مشخص و متصف ہوتی ہے۔

2- اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں اپنے مختلف اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

وحدانیت، جلال وعزت، احسان، تخلیق ربانی، رحم وکرم اور اپنی ذات کا کسی کے مشابہ نہ ہونا اور جب انسان خدا کو ان اسماء کے ساتھ پکارتا ہے تو یہ تمام صفات اس کے سامنے مجسم ہو کر آ جاتی ہیں اور اس کا ایک ایک رونگٹا اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ خدا ہی وہ ذات ہے جو رحمٰن بھی ہے، واحد بھی ہے، خالق بھی ہے اور تمام عیوب سے منزہ ہے۔

3- ان اسماء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف کا اظہار فرمایا ہے جن میں اس کا کوئی شریک نہیں جیسے وہ اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔ نہ خلقت میں اس کا کوئی شریک ہے نہ علم میں۔

اور جن اسماء میں یہ صفات پائی جائیں وہ بدرجہ اولیٰ حُسن و جمال سے متصف ہوں گے اور چونکہ خدا تعالیٰ نے ان اسماء کے ساتھ اپنے آپ کو پکارنے اور یاد کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جو کوئی اللہ تعالیٰ کو اسمائے حسنٰی سے پکارے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعداد کیا ہے اس کے بار میں اللہ تعالیٰ کو خود ہی علم ہے مگر جو بات اس نے عیاں کی ہے وتعداد قرآن و حدیث سے کچھ اسماء کی وضاحت ہوتی ہے۔ قرآن پاک سے اگر اللہ تعالیٰ کے اسماء کو تلاش کیا جائے تو بہت سے اسماء سامنے آتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظہار ہوتا ہے۔

احادیث کو دیکھا جائے تو ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مشہور ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں مگر احادیث کی روایات میں نام بعض ایک جیسے ہیں اور بعض مختلف ہیں۔ اگر ان تمام ناموں کو یکجا کیا جائے وہ بھی کافی تعداد میں بن جاتے ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی مشہور احادیث تفصیل کے ساتھ یہاں درج کی جاتی ہیں اور ان کے بعد استفادہ کیلئے ناموں کی خصوصیات کو مختلف انداز میں درج کر دیا گیا ہے۔

حدیث امام ترمذی :

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ نَاصَفْوَانُ بْنِ صَالِحٍ نَاالْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ نَا شُعَيْبُ ابْنُ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً تِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَاللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّاهُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِىُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِىُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِىُّ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِىْ الْمُمِيْتُ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِىُ الْمُتَعَالِىُّ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِىُّ الْمُغْنِىُّ الْمَانِعُ الضَّارُ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِىْ الْبَدِيْعُ الْبَاقِىْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو انہیں یاد کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔ ''هُوَاللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّاهُوَ'' الخ

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں رحمٰن ، رحیم ، بادشاہ ، برائیوں سے پاک ، بے عیب ، امن دینے والا ، محافظ ، غالب ، زبردست ، بڑائی والا ، درگزر فرمانے والا ، سب کو قابو میں رکھنے والا ، بہت عطا فرمانے والا ، بہت روزی دینے والا ، سب سے بڑا مشکل کشا ، بہت جاننے والا روزی تنگ کرنے والا ، روزی فراخ کرنے والا ، پست کرنے ، بلند کرنے والا ، عزت دینے والا ذلت دینے والا ، سب کچھ سننے والا ، دیکھنے والا ، حاکم مطلق ، سراپا انصاف ، لطف وکرم والا ، باخبر بردبار ، بڑا بزرگ ، بہت بخشنے والا ، قدردان بہت بڑا ، محافظ ، قوت دینے والا ، کفایت کرنے والا ، بڑے مرتبے والا ، بہت کرم کرنے والا ، بڑا نگہبان ، دعائیں قبول کرنے والا ، وسعت والا ، حکمتوں والا ، محبت کرنیوالا ، بڑا بزرگ ، مردوں کو زندہ کرنیوالا ، حاضر و ناظر ، برحق ، کارساز بہت بڑی قوت والا ، شدید قوت والا ، مددگار ، لائق تعریف ، شمار میں رکھنے والا ، پہلی بار پیدا کرنیوالا ، دوبارہ پیدا کرنیوالا ، موت دینے والا قائم رکھنے والا ، پانے والا ، بزرگی والا ، تنہا ، بے نیاز ، قادر ، پوری طاقت والا ، آگے کرنے والا ، پیچھے رکھنے والا ، سب سے پہلے ، سب کے بعد ، ظاہر ، پوشیدہ ، متصرف ، بلند و برتر ، اچھے سلوک والا ، بہت توبہ قبول کرنیوالا ، بدلہ لینے والا ، بہت معاف کرنے والا ، بہت مشفق ، ملکوں کا مالک ، جلال و اکرام والا ، عدل کرنیوالا ، جمع کرنیوالا بے نیاز ، غنی بنانیوالا ، روکنے والا ، ضرر پہنچانیوالا نفع بخش ، نور ، ہدایت دینے والا ، بے مثال ایجاد کرنیوالا ، باقی ، نیکی پسند کرنیوالا ، صبر و تحمل کرنیوالا ۔

(ترمذی جلد دوم ابواب الدعوات حدیث 1433)

حدیث سنن ابن ماجہ:

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ ثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِيُّ ثَنَا أَبُو الْمُنْذِرِ زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّمِيمِيُّ ثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا إِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهِيَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْحَقُّ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْعَلِيمُ الْعَظِيمُ الْبَارُّ الْمُتَعَالُ الْجَلِيلُ الْجَمِيلُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْقَادِرُ الْقَاهِرُ الْعَلِيُّ الْحَكِيمُ الْقَرِيبُ الْمُجِيبُ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ الْوَدُودُ الشَّكُورُ الْمَاجِدُ الْوَاجِدُ الْوَالِي الرَّاشِدُ الْعَفُوُّ الْغَفُورُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ التَّوَّابُ الرَّبُّ الْمَجِيدُ الْوَلِيُّ الشَّهِيدُ الْمُبِينُ الْبُرْهَانُ الرَّءُوفُ الرَّحِيمُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيدُ الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِيُّ الشَّدِيدُ الضَّارُّ النَّافِعُ الْبَاقِي الْوَاقِي الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ الْمُقْسِطُ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ الْقَائِمُ الدَّائِمُ الْحَافِظُ الْوَكِيلُ الْفَاطِرُ السَّامِعُ الْمُعْطِي الْمُحْيِي الْمُمِيتُ الْمَانِعُ الْجَامِعُ الْهَادِي الْكَافِي الْأَبَدُ الْعَالِمُ الصَّادِقُ النُّورُ الْمُنِيرُ التَّامُّ الْقَدِيمُ الْوِتْرُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ قَالَ زُهَيْرٌ فَبَلَغَنَا مِنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ أَوَّلَهَا يُفْتَحُ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ

الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَآاِلٰهَ اِلَّآاللّٰهُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔

ہشام، محمد بن عبدالملک الصنعانی، ابوالمنذر، موسیٰ بن عقبہ، عبدالرحمن الاعرج، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں اور چونکہ وہ طاق ہیں اس لئے طاق کو پسند کرتا ہے۔ جو انہیں یاد کرے گا جنت میں داخل ہوگا اور وہ یہ ہیں۔ اللہ، الواحد، الصمد، الاول، الاخر، الظاہر، الباطن، الخالق، الباری، المصور، الملک، الحق، السلام، المؤمن، المہیمن، العزیز الجبار، المتکبر الرحمٰن، الرحیم، اللطیف، الخبیر السمیع، البصیر العلیم، العظیم، البار المتعالی، الجلیل الجمیل، الحی، القیوم، القادر القاہر، العلی، الحکیم، القریب، المجیب، الغنی الوہاب الودود، الشکور، الماجد الواحد، الولی، الراشد، العفو الغفور، الحلیم الکریم، التواب، الرب، المجید، الولی، الشہید، المبین، البرہان، الرؤف، الرحیم المبدی، المعید، الباعث، الوارث، القوی، الشدید، الضار النافع الباقی، البواقی، الخافض، الرافع، القابض، الباسط، المعز، المذل، المقسط الرزاق ذوالقوۃ المتین، القائم الدائم، الحافظ الوکیل، الفاطر، السامع، المعطی المحیی، الممیت، المانع، الجامع، الہادی، الکافی، الابد، العالم، الصادق، النور، المنیر، التام القدیم، الوتر، الاحد، الصمد، الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفواً احد

(ابن ماجہ جلد دوم اسماء الحسنٰی حدیث 1657)

حدیث مستدرک حاکم

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ حَمْدَانَ الْجُلَّابُ بِهَمَدَان، ثَنَا الْاَمِيْرُ اَبُوالْهَيْثَمِ خَالِدُ بْنُ اَحْمَدَ الذُّهْلِيُّ بِهَمَدَان، ثَنَا اَبُوْ اَسَدٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ الْبَلْخِيُّ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ

الْقُطُوْنِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِي، وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ
عَبْدِاللهِ، قَالَ: ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَان، ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سُفْيَانَ
النَّسَائِيُّ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ ثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزُ بْنُ حُصَيْنِ بْنِ
التَّرْجُمَانُ، ثَنَا اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ للهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اَسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ
الْجَنَّةَ ۔

اَللهُ	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحِيْمُ	اَلْاِلٰهُ	اَلرَّبُّ	اَلْمَلِكُ	اَلْقُدُّوْسُ
اَلسَّلَامُ	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْعَزِيْزُ	اَلْجَبَّارُ	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْخَالِقُ
اَلْبَارِئُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْحَكِيْمُ	اَلْعَلِيْمُ	اَلسَّمِيْعُ	اَلْبَصِيْرُ	اَلْحَيُّ
اَلْقَيُّوْمُ	اَلْوَاسِعُ	اَللَّطِيْفُ	اَلْخَبِيْرُ	اَلْحَنَّانُ	اَلْمَنَّانُ	اَلْبَدِيْعُ
اَلْوَدُوْدُ	اَلْغَفُوْرُ	اَلشَّكُوْرُ	اَلْمَجِيْدُ	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُعِيْدُ	اَلنُّوْرُ
اَلْاَوَّلُ	اَلْاٰخِرُ	اَلظَّاهِرُ	اَلْبَاطِنُ	اَلْغَفَّارُ	اَلْوَهَّابُ	اَلْقَادِرُ
اَلْاَحَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلْكَافِيْ	اَلْوَكِيْلُ	اَلْمَجِيْدُ	اَلْمُغِيْثُ	اَلدَّائِمُ
اَلْمُتَعَالُ	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ		اَلْمَوْلٰى	اَلنَّصِيْرُ	اَلْحَقُّ	اَلْمُبِيْنُ
اَلْبَاعِثُ	اَلْمُجِيْبُ	اَلْمُحْيِ	اَلْمُمِيْتُ	اَلْجَمِيْلُ	اَلصَّادِقُ	اَلْحَفِيْظُ
اَلْكَبِيْرُ	اَلْقَرِيْبُ	اَلرَّقِيْبُ	اَلْفَتَّاحُ	اَلتَّوَّابُ	اَلْقَدِيْمُ	اَلْوِتْرُ
اَلْفَاطِرُ	اَلرَّزَّاقُ	اَلْعَلَّامُ	اَلْعَلِيُّ	اَلْعَظِيْمُ	اَلْغَنِيُّ	اَلْمَلِيْكُ
اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْاَكْرَمُ	اَلرَّءُوْفُ	اَلْمُدَبِّرُ	اَلْمَالِكُ	اَلْقَدِيْرُ	اَلْهَادِيْ
اَلْكَفِيْلُ	اَلْجَلِيْلُ	اَلْكَرِيْمُ ۔				

(المستدرک للحاکم ج اول ص 17 کتاب الایمان باب ان للہ تسعۃ وتسعین اسما من احصاہا دخل الجنۃ)

اسماء الحسنٰی مطابق قرآن مجید

قرآن میں جو اللہ تعالیٰ کے نام بیان ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

اسمائے مبارک	نام سورۃ
اللہ، ربّ، ربّ العالمین، الرّحمن، الرّحیم، المالك، مالك یوم الدین ۔	الفاتحہ
الوالی، النصیر، القدیر، البصیر، ذوالفضل، العظیم، الواسع، العلیم، البدیع، بدیع السموت والارض، السمیع، التواب، العزیز، الحکیم، الرءوف، الاله، الواحد، الشدید، شدید العذاب، لااله الاھو، الغفور، المجیب، السریع، سریع الحساب، الرّؤف بالعباد، شدیدالعقاب، الحلیم، الخبیر، الحی، القیوم، العلی، العظیم، الحمید، اله ابراھیم، اله اسمعیل، اله اسحق، الکافی، الغنی، الوارث، الشاکر، المحیط ۔	البقرۃ
القائم، الوھاب، الجامع، جامع الناس، ذوانتقام، مالك الملك، المعز، المذل، سمیع الدعاء، خیرالماکرین، شھید، علیم بالمتقین، علیم بذات الصدور، خیرالناصرین، وکیل ۔	اٰل عمران
ربّ، الرقیب، علیم، حکیم، الحسیب، تواب، الغافر، غفور، رحیم، شھید، علی، کبیر، خبیر، نصیر، عزیز، المقیت، الکبیر، العفو، الاصدق ۔	النساء
اللہ، علّام الغیوب، خبیر، خیرالرّازقین ۔	المائدۃ

الانعام	الفاطر، القاهر، القادر، اللطیف، الخالق، خالق السمٰوٰت والارض، الجعل، جاعل الظلمٰت والنور، الشفیع، الاعلم، خیرالفاصلین، الاسرع، اسرع الحاسبین، العالم، عالم الغیب والشھادۃ، الاکبر، الفالق، فالق الحب، فالق الاصباح، فالق النوی، مخرج المیت، مخرج الحی، سریع العقاب ۔
الاعراف	مستوی علی العرش، مرسل، مرسل الریاح، مالک الخلق، مخرج الموتٰی، خیرالحٰکمین، خیرالفاتحین، واسع العلم، ارحم الرحمین، خیرالغافرین، منزل الکتاب، متولی الصالحین، المحی، الممیت ۔
الانفال	الموھن، الموحی، الممیت ۔
التوبۃ	مخزی الکفرین ۔
یونس	الکاشف، الراد، الرزاق، مالک السمع، مالک الابصار، مدبرالامر، حق، محی الموتٰی ۔
الھود	العاصم، احکم الحاکمین، الاخذ، القریب، المجیب، المجید، فعال لمایرید، الحفیظ، الودود ۔
یوسف	المستعان، الغالب، القھار، الحافظ، فاطر، فاطرالسموت والارض ۔
الرعد	الکبیر، المتعال، الرافع، رافع السمٰوت، سخرالشمس والقمر، وال، شدیدالمحال، سمیع الدعا ۔
الحجر	الخلاق، حکیم، علیم، غفور، رحیم ۔
النحل	الٰہ، اللہ، واحد، رب، رؤف، قدیر، الناصر، الاعلی، ممسک

السماء، ممسك الطير، الكفيل، الباقی، غفور، رحیم ۔

بنی اسرائیل	المهتدی، الحق، السمیع، البصیر، رب، کبیر، سبحٰن، غفور، الله، رحمن ۔
الکهف	رب، المرشد، المقتدر، ذوالرحمة، الاقرب، غفور، ذوالرّحمة ۔
مریم	رب، رب السمٰوت والارض، الصادق، الوارث، رحمن ۔
طٰهٰ	الاشد، الخیر، الابقی، الداعی ۔
الانبیاء	الفاعل، الحاسب، العالم، خیرالوارثین ۔
الحج	الهادی، خیرالرازقین، العلی ۔
المومنون	خیرالمنزلین، خیرالراحمین، الملك، رب العرش ۔
النور	المبین، النور ۔
الفرقان	غفور، رحیم، بصیر، رب، رحمن، هادی، نصیر، قدیر، خبیر ۔
الشعرآء	رب موسی، رب هارون، الشافی، الساقی، المطعم، رب المشرق والمغرب، رب العلمین، العزیز، الرحیم ۔
النمل	حکیم، علیم، الله، رب العلمین، عزیز، غفور، رحیم، رب ۔
القصص	غفور، رحیم، وکیل، الله، رب العلمین، رب ۔
عنکبوت	السمیع، العلیم، الغنی، قدیر، العزیز، الحکیم، الله، اکبر، شهید ۔
الروم	العزیز، الرحیم، الحکیم، العلیم، القدیر ۔
لقمن	العزیز، الحکیم، غنی، حمید، لطیف، خبیر، علیم، سمیع، بصیر، علی، کبیر ۔

الم سجده	ربّ العلمین، ولی، شفیع، علم الغیب والشهادة، العزیز، الرحیم۔
الاحزاب	اللہ، ربّ، خبیر، وکیل، غفور، رحیم، قوی، عزیز، لطیف، حسیب، علیم، حلیم، الرقیب۔
السباء	الحکیم، خبیر، الرحیم، غفور، عالم الغیب، ربّ، حفیظ، علی، الکبیر، الفاتح، العلیم، العزیز، خیرالرازقین، شهید، سمیع، قریب، علّام، علّام الغیوب۔
فاطر	الجاعل، القدیر، الممسک، المرسل، العزیز، الحکیم، علیم، الغنی، الحمید، غفور، شکور، الخبیر، بصیر، حلیم۔
یٰسین	العزیز، الرحیم، رحمن، العلیم، ربّ، خلّاق۔
الصٰفٰت	ربّ، ربّ العلمین، ربّ السموت والارض، ربّ المشارق، ربّ العزة، احسن الخالقین۔
صٓ	العزیز، الوهاب، ربّ، الواحد، القهار، ربّ السموت، الغفار۔
الزمر	اللہ، الواحد، القهار، العزیز، الغفار، ربّ، علیم، بذات الصدور، ذی انتقام، الغفور، الرحیم، ربّ العلمین۔
المومن	العزیز، العلیم، غافرالذنب، قابل التوب، شدید العقاب، ربّ ذی الطول، الحکیم، العلی، الکبیر، الواحد، القهار، بصیر، ربّ العلمین۔
حم سجده	الرحمن، الرحیم، ربّ العلمین، العزیز، العلیم، غفور، ولی، السمیع، العلیم، قدیر، بصیر، حکیم، حمید، ذوعقاب، ذومغفرة۔

الشوریٰ	العزیز، الحکیم، العلی، العظیم، الغفور، الرحیم، الوالی، قدیر، فاطرالسموت والارض، السمیع، البصیر، لطیف، القوی، غفور، شکور، خبیر، ولی، الحمید۔
الزخرف	العلی، الحکیم، العزیز، العلیم، الرحمن، رب السموت والارض، رب العرش، المقتدر۔
الدخان	السمیع، العلیم، رب، العزیز، الرحیم۔
الجاثیة	العزیز، الحکیم، الناصر، ولی المتقین، رب السمٰوت، رب الارض، رب العٰلمین۔
الاحقاف	العزیز، الحکیم، الغفور، الرحیم۔
محمد	اللہ، الغنی۔
الفتح	علیم، حکیم، عزیز، قدیر۔
الحجرات	اللہ، سمیع، علیم، غفور، رحیم، حکیم، تواب، خبیر، بصیر۔
الذریت	رب السمآء والارض، المتین، ذوالقوۃ، الرزاق۔
الطور	البر، الرحیم، رب۔
النجم	واسع المغفرۃ، رب الشعریٰ۔
القمر	الملیک، مقتدر، والاکرام۔
الواقعه	العظیم، رب العلمین۔
الحدید	العزیز، الحکیم، قدیر، الاول، الاخر، الظاهر، الباطن، علیم، بصیر، الرَّءُوف، الرحیم، خبیر، غفور، ذوالفضل العظیم۔
المجادلة	العفو، سمیع، بصیر، غفور، خبیر، شهید، علیم، رحیم، قوی، عزیز۔

الحشر	الله، شدیدالعقاب، قدیر، رؤف، رحیم، رب العلمین، عالم الغیب والشهادة، الرحمن، الرحیم، الملك، القدوس، السلام، المؤمن، المهیمن، العزیز، الجبار، المتکبر، الخالق، الباری، المصوّر، الحکیم ـ
الممتحنة	الله، بصیر، رب ، العزیز، الحکیم، الغنی، الحمید، قدیر، غفور، رحیم، علیم ـ
الصف	العزیز، الحکیم، الله، المتم ـ
الجمعة	الملك، القدوس، العزیز، الحکیم، ذوالفضل العظیم، علیم، علم الغیب والشهادة، خیر الرزقین ـ
المنفقون	الله، خبیر ـ
التغابن	الله، قدیر، بصیر، علیم، بذات الصدور، غنی، حمید، علیم، غفور، رحیم، شکور، حلیم، عالم الغیب والشهادة، العزیز، الحکیم ـ
الطلاق	قدیر، البالغ، بالغ الامر، جاعل القدر ـ
التحریم	غفور، رحیم، علیم، حکیم، خبیر، قدیر ـ
الملك	قدیر، العزیز، الغفور، الرحمن، اللّطیف، الخبیر، بصیر ـ
الحاقة	العظیم، رب العلمین ـ
نوح	غفار، رب ـ
الجن	الله، علم الغیب ـ
المزمل	رب المشرق والمغرب، غفور، رحیم ـ
المدثر	اهل التقویٰ، اهل المغفرة ـ
التکویر	الله، رب العلمین ـ

الانفطار	الکریم ۔
البروج	العزیز، الحمید، شهید، الغفور، الودود، ذوالعرش، المجید، المبدی، المعید ۔
القریش	ربّ ، البیت ۔
النصر	ربّ، تواب ۔
الاخلاص	اللہ، احد، الصمد ۔
الفلق	ربّ الفلق ۔
الناس	ربّ الناس، ملك الناس، اله الناس ۔

(بحوالہ شرح اسماء الحسنٰی تاج کمپنی لاہور)

اسماء الحسنیٰ بحوالہ آیات قرآن مجید

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۱	اَللّٰہُ	اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا (پ16 طٰہٰ 14)
۲	رَحْمٰنُ	رَحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (فاتحہ آیت نمبر 2)
۳	رَحِیْم	ایضاً
۴	اَلْمَلِکُ	اَلْـمَـلِکُ الْـقُـدُّوْسُ السَّلٰمُ الْـمُـؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ اَلْمُتَکَبِّرُ (پ 28 حشر 23)
۵	اَلْقُدُّوْس	ایضاً
۶	اَلسَّلٰمُ	ایضاً
۷	اَلْمُؤْمِنُ	ایضاً
۸	اَلْمُھَیْمِنُ	ایضاً
۹	اَلْعَزِیْزُ	ایضاً
۱۰	اَلْجَبَّارُ	ایضاً
۱۱	اَلْمُتَکَبِّرُ	ایضاً
۱۲	اَلْخَالِقُ	اَلْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ (پ 28 حشر 24)
۱۳	اَلْبَارِیُٔ	ایضاً

۱۴	اَلْمُصَوِّرُ	ایضاً
۱۵	اَلْغَفَّارُ	وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ (پ 16 طٰهٰ 82)
۱۶	اَلْقَهَّارُ	وَاحِدُ الْقَهَّارِ (پ 12 یوسف 39)
۱۷	اَلْوَهَّابُ	اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (پ 3 آل عمران 8)
۱۸	اَلرَّزَّاقُ	اِنَّ اللّٰهَ هُوَالرَّزَّاقُ (پ 27 ذرایات آیت 58)
۱۹	اَلْفَتَّاحُ	وَهُوَالْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ (پ 22 سبا 26)
۲۰	اَلْعَلِیْمُ	ایضاً (پ 22 سباه 26)
۲۱	اَلسَّمِیْعُ	اِنَّ اللّٰهَ هُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (پ 24 المومن 20)
۲۲	اَلْبَصِیْرُ	ایضاً
۲۳	اَللَّطِیْفُ	وَهُوَاللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (پ 29 ملك 14)
۲۴	اَلْخَبِیْرُ	ایضاً
۲۵	اَلْحَلِیْمُ	اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (پ 15 اسرائیل 44)
۲۶	اَلْعَظِیْمُ	وَهُوَالْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (پ 3 آیت الکرسی 255)
۲۷	اَلْغَفُوْرُ	اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (پ 22فاطر 30)
۲۸	اَلشَّكُوْرُ	ایضاً
۲۹	اَلْعَلِیُّ	وَهُوَالْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (پ 3 آیت الکرسی 255)
۳۰	اَلْكَبِیْرُ	عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ (پ 13 رعد 9)
۳۱	اَلْحَفِیْظُ	اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ (پ 12 هود 57)
۳۲	اَلْمُقِیْتُ	اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا (پ 5 نساء 85)
۳۳	حَسِیْبُ	اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا (پ 5 نساء 86)
۳۴	اَلْكَرِیْمُ	اِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ (پ 19 نمل 40)

۳۵	اَلرَّقِیْبُ	اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (پ 4 نساء 1)
۳۶	اَلْقَرِیْبُ	اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (پ 12 ھود 61)
۳۷	اَلْمُجِیْبُ	ایضاً
۳۸	اَلْوَاسِعُ	اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (پ 1 البقرہ 115)
۳۹	اَلْحَکِیْمُ	اَنَا اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (پ 19 نمل 9)
۴۰	اَلْوَدُوْدُ	وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (پ 30 بروج 14)
۴۱	اَلْمَجِیْدُ	اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (پ 12 ھود 73)
۴۲	اَلشَّھِیْدُ	اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ (پ 17 حج 17)
۴۳	اَلْحَقُّ	اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ (پ 18 نور 25)
۴۴	اَلْوَکِیْلُ	وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا (پ 15 بنی اسرائیل 65)
۴۵	اَلْقَوِیُّ	وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ (پ 25 شوریٰ 19)
۴۶	اَلْمَتِیْنُ	ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (پ 27 ذاریات 58)
۴۷	اَلْوَلِیُّ	وَھُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ (پ 25 شوریٰ 28)
۴۸	اَلْحَمِیْدُ	ایضاً
۴۹	اَلْحَیُّ	اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (پ 3 آل عمران 2)
۵۰	اَلْقَیُّوْمُ	ایضاً
۵۱	اَلْوَاحِدُ	اَلْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (پ 23 ص 65)
۵۲	اَلْاَحَدُ	قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (پ 30 اخلاص 1)
۵۳	اَلصَّمَدُ	اَللّٰہُ الصَّمَدُ (پ 30 اخلاص 2)
۵۴	اَلْقَادِرُ	ھُوَ الْقَادِرُ (پ 7 انعام آیت 37)
۵۵	اَلْمُقْتَدِرُ	عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (پ 27 قمر 25)

۵۶	اَلْاَوَّلُ	هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (پ27الحدید 3)
۵۷	اَلْاٰخِرُ	ایضاً
۵۸	اَلظَّاهِرُ	ایضاً
۵۹	اَلْبَاطِنُ	ایضاً
۶۰	اَلْوَالِی	مَالَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (پ 13 رعد 11)
۶۱	اَلْمُتَعَالِی	کَبِیْرُالْمُتَعَالِ (پ 13 رعد 9)
۶۲	اَلْبَرُّ	اَلْبَرُّالرَّحِیْمُ (پ 27 طور 28)
۶۳	اَلتَّوَّابُ	اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (پ 1 بقرہ 37-127)
۶۴	اَلْعَفُوُّ	اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (پ 5 نساء 43)
۶۵	اَلرَّؤُفُ	اِنَّ اللّٰہَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ (پ 18 نور 20)
۶۶	اَلْجَامِعُ	اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْهِ (پ 3 آل عمران 9)
۶۷	اَلْغَنِیُّ	وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ (پ 3 البقرہ 203)
۶۸	اَلنُّوْرُ	اَللّٰہُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ 18 نور 35)
۶۹	اَلْهَادِیْ	وَکَفٰی بِرَبِّکَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا (پ 19 فرقان 31)
۷۰	اَلْبَدِیْعُ	بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (پ 7 انعام 101)
۷۱	اَلرَّبُّ	رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (پ 1 بقرہ 126)
۷۲	اَلْمُبِیْنُ	اِنَّ اللّٰہَ هُوَالْحَقُّ الْمُبِیْنُ (پ 18 نور 25)
۷۳	اَلْقَادِیْرُ	اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ (پ 14 نحل 70)
۷۴	اَلْحَافِظُ	وَاللّٰہُ خَیْرٌحَافِظًا (پ 13 یوسف 64)
۷۵	اَلْکَفِیْلُ	وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا (پ 14 نحل 91)
۷۶	اَلشَّاکِرُ	فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌعَلِیْمٌ (پ 2 البقرہ 158)

۷۷	اَلْاَکْرَمُ	وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (پ 30 علق 3)
۷۸	اَلْاَعْلٰی	سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (پ 30 اعلیٰ 1)
۷۹	اَلْخَلَّاقُ	وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيْمُ (پ 23 یسین 81)
۸۰	اَلْمَوْلٰی	وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ (پ 7 انعام 62)
۸۱	اَلنَّصِيْرُ	وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (پ 5 نساء 45)
۸۲	اِلٰـهٌ	اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ (پ 16 کھف 110)
۸۳	اَلْعَلَّامُ	اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (پ 7 مائدہ 116)
۸۴	اَلْقَاهِرُ	وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (پ 7 انعام 18-16)
۸۵	اَلْغَافِرُ	غَافِرِ الذَّنْبِ (پ 24 مومن 3)
۸۶	اَلْفَاطِرُ	فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ 7 انعام وملائکہ 14)
۸۷	اَلْمَلِيْكُ	عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (پ 27 قمر 55)
۸۸	اَلْحَفِيُّ	اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِيًّا (پ 16 مریم 47)
۸۹	اَلْمُحِيْطُ	اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْطٌ (پ 25 حٰمٓ سجدہ 54)
۹۰	اَلْمُسْتَعَانُ	وَرَبُّنَـا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ (پ 12 یوسف 18) (پ 17 انبیاء 112)
۹۱	اَلرَّفِيْعُ	رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ (پ 24 مومن 15)
۹۲	اَلْكَافِيْ	اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (پ 24 زمر 36)
۹۳	اَلْغَالِبُ	وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ (پ 12 یوسف 21)
۹۴	اَلْمَنَّانُ	مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (پ 4 آل عمران ع 17 آیت 164)
۹۵	اَلْجَلِيْلُ	ذُو الْجَلَالِ (پ 27 رحمن 78)
۹۶	اَلْمُحْيِيْ	اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى (پ 21 روم 51)

۹۷	اَلْمُمِيْتُ	لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ يُحْيِ وَيُمِيْتُ (پ 9 اعراف 158)
۹۸	اَلْوَارِثُ	وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ (پ 20 قصص 58)
۹۹	اَلْبَاعِثُ	اِنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (پ 17 الحج 7)
۱۰۰	اَلْبَاقِي	وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ (پ 27 رحمٰن 27)

نقشہ روایات

نمبر شمار	اسم	ترمذی	ابن ماجہ	حاکم	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
1	اَللّٰهُ	"	"	"	"	"
2	اَلرَّحْمٰنُ	"	"	"	"	"
3	اَلرَّحِيْمُ	"	"	"	"	"
4	اَلْمَلِكُ	"	"	"	"	"
5	اَلْقُدُّوْسُ	"	—	"	"	"
6	اَلسَّلَامُ	"	"	"	"	"
7	اَلْمُؤْمِنُ	"	"	"	"	"
8	اَلْمُهَيْمِنُ	"	"	"	"	"
9	اَلْعَزِيْزُ	"	"	"	"	"
10	اَلْجَبَّارُ	"	"	"	"	"
11	اَلْمُتَكَبِّرُ	"	"	"	"	"
12	اَلْخَالِقُ	"	"	"	"	"
13	اَلْبَارِئُ	"	"	"	"	"
14	اَلْمُصَوِّرُ	"	"	"	"	"
15	اَلْغَفَّارُ	"	—	"	"	"

16	اَلْقَهَّارُ	"	—	—	—	"
17	اَلْوَهَّابُ	"	—	"	"	"
18	اَلرَّزَّاقُ	"	"	"	"	"
19	اَلْفَتَّاحُ	"	—	—	"	"
20	اَلْعَلِيْمُ	"	"	—	"	"
21	اَلْقَابِضُ	"	"	—	"	—
22	اَلْبَاسِطُ	"	"	—	"	—
23	اَلْخَافِضُ	"	"	—	—	—
24	اَلرَّافِعُ	"	"	—	—	—
25	اَلْمُعِزُّ	"	"	—	—	—
26	اَلْمُذِلُّ	"	"	—	—	—
27	اَلسَّمِيْعُ	"	"	—	"	"
28	اَلْبَصِيْرُ	"	"	—	"	"
29	اَلْحَكَمُ	"	—	—	"	"
30	اَلْعَدْلُ	"	—	—	"	"
31	اَللَّطِيْفُ	"	"	"	"	"
32	اَلْخَبِيْرُ	"	"	"	"	"
33	اَلْحَلِيْمُ	"	"	—	"	"
34	اَلْعَظِيْمُ	"	"	"	"	"

35	اَلْغَفُوْرُ	"	"	"	"	"
36	اَلشَّكُوْرُ	"	"	"	—	"
37	اَلْعَلِیُّ	"	"	"	"	"
38	اَلْكَبِیْرُ	"	—	"	"	"
39	اَلْحَفِیْظُ	"	—	"	"	"
40	اَلْمُقِیْتُ	"	—	"	"	"
41	اَلْحَسِیْبُ	"	—	"	"	"
42	اَلْجَلِیْلُ	"	"	—	—	—
43	اَلْكَرِیْمُ	"	"	"	"	"
44	اَلرَّقِیْبُ	"	"	"	"	"
45	اَلْمُجِیْبُ	"	"	—	"	"
46	اَلْوَاسِعُ	"	"	"	"	"
47	اَلْحَكِیْمُ	"	"	"	"	"
48	اَلْوَدُوْدُ	"	"	"	"	"
49	اَلْمَجِیْدُ	"	"	"	"	"
50	اَلْبَاعِثُ	"	"	"	"	—
51	اَلشَّهِیْدُ	"	"	"	"	"
52	اَلْحَقُّ	"	"	"	"	"
53	اَلْوَكِیْلُ	"	"	"	"	"

54	اَلْقَوِیُّ	"	"	—	"	"
55	اَلْمَتِیْنُ	"	"	"	"	"
56	اَلْوَلِیُّ	"	"	"	"	"
57	اَلْحَمِیْدُ	"	—	"	"	"
58	اَلْمُحْصِی	"	—	"	—	—
59	اَلْمُبْدِیُٔ	"	"	"	"	—
60	اَلْمُعِیْدُ	"	"	"	"	—
61	اَلْمُحْیِیُ	"	"	"	"	"
62	اَلْمُمِیْتُ	"	"	"	"	"
63	اَلْحَیُّ	"	"	"	"	"
64	اَلْقَیُّوْمُ	"	"	"	"	"
65	اَلْوَاجِدُ	"	"	—	—	—
66	اَلْمَاجِدُ	"	"	—	—	—
67	اَلْوَاحِدُ	"	"	"	"	"
68	اَلْاَحَدُ	—	"	"	"	"
69	اَلصَّمَدُ	"	"	"	"	"
70	اَلْقَادِرُ	"	"	"	"	"
71	اَلْمُقْتَدِرُ	"	—	"	"	"
72	اَلْمُقَدِّمُ	"	—	"	—	—
73	اَلْمُؤَخِّرُ	"	—	"	—	—

74	اَلْاَوَّلُ	"	"	"	"	"
75	اَلْاٰخِرُ	"	"	"	"	"
76	اَلظَّاهِرُ	"	"	"	"	"
77	اَلْبَاطِنُ	"	"	"	"	"
78	اَلْوَالِیْ	"	"	—	—	—
79	اَلْمُتَعَالِیْ	"	"	"	"	"
80	اَلْبَرُّ	"	بار	"	"	"
81	اَلتَّوَّابُ	"	"	"	"	"
82	اَلْمُنْتَقِمُ	"	—	"	—	"
83	اَلْعَفُوُّ	"	"	"	"	"
84	اَلرَّءُوْفُ	"	"	"	"	"
85	مَالِكُ الْمُلْكِ	"	—	(مالك)	(مالك)	(مالك)
86	ذُوالْـجَلاَلِ وَالْاِكْرَام	"	—	—	"	—
87	اَلْمُقْسِطُ	"	"	—	—	—
88	اَلْجَامِعُ	"	"	—	—	"
89	اَلْغَنِیُّ	"	"	—	"	"
90	اَلْمُغْنِیْ	"	—	"	—	—
91	اَلْمَانِعُ	"	"	—	—	—
92	اَلضَّارُ	"	"	—	—	—
93	اَلنَّافِعُ	"	"	—	—	—

"	"	—	"	"	اَلنُّوْرُ	94
"	(هاد)	—	"	"	اَلْهَادِیُ	95
"	"	—	—	"	اَلْبَدِیْعُ	96
—	"	—	"	"	اَلْبَاقِیُ	97
"	"	"	"	"	اَلْوَارِثُ	98
—	—	—	"	"	اَلرَّشِیْدُ	99
—	—	—	"	"	اَلصَّبُوْرُ	100
"	"	"	"	"	رَبٌّ	101
—	—	—	"	—	رَزَّاقٌ	102
"	"	"	"	—	کَافِیٌ	103
"	"	"	"	—	قَاهِرٌ	104
—	—	—	"	—	نَاظِرٌ	105
—	"	"	"	—	صَادِقٌ	106
—	—	"	"	—	جَمِیْلٌ	107
"	"	"	"	—	فَاطِرٌ	108
—	"	"	"	—	بُرْهَانٌ	109
"	"	"	"	—	قَرِیْبٌ	110
"	"	"	—	—	شَدِیْدٌ	111
"	"	—	"	—	قَائِمٌ	112
—	—	"	"	—	وَاقِیٌ	113
—	—	—	"	—	مُنِیْرٌ	114

"	—	"	"	—	حَافِظٌ	115
—	—	—	"	—	قَدِیمٌ	116
—	—	—	"	—	سَامِعٌ	117
—	—	—	"	—	مُعطِی	118
—	—	—	"	—	تَامٌ	119
—	—	"	"	—	عَالِمٌ	120
—	—	—	"	—	اَبَدٌ	121
—	"	—	"	—	وِترٌ	122
	"	"	—	—	حَنَّانٌ	123
	—	"	—	—	مَنَّانٌ	124
"	—	"	—	"	کَفِیلٌ	125
"	"	"	—	—	مُحِیطٌ	126
"	"	"	—	—	رَفِیعٌ	127
"	"	"	—	—	شَاکِرٌ	128
"	—	"	—	—	اَکْرَمُ	129
"	"	"	—	—	قَدِیرٌ	130
"	"	"	—	—	خَلَّاقٌ	131
	—	"	—	—	فَاتِحٌ	132
	—	"	—	—	مُنِیبٌ	133
	—	"	—	—	عَلَّامٌ	134
"	"	"	—	—	مَوْلٰی	135

"	"	"	–	–	نَصِيْرٌ	136
	"	"	–	–	ذُوالطَّوْلِ	137
	–		–	–	ذُوالْمَعَارِجِ	138
	–		–	–	ذُوالْفَضْلِ	139
				–	مُبِيْنٌ	140
			–	–	اَللّٰهُ	141
	–		–	–	مُدَبِّرٌ	142
			–	–	فَرْدٌ	143
"	"	–	–	–	فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ	144
	"	–	–	–	سَرِيْعٌ	145
	"	–	–	–	مُتَفَضِّلٌ	146
"	"	–	–	–	غَافِرٌ	147
	"	–	–	–	قَابِلٌ	148
"	"	–	–	–	مَلِيْكٌ	149
	"	–	–	–	رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ	150
"	"	–	–	–	مُعِيْنٌ	151
"	–	–	–	–	حَاكِمٌ	152
"	–	–	–	–	غَالِبٌ	153

154	اَعْلٰی	—	—	—	—	"
155	حَفِیٌّ	—	—	—	—	"
156	مُنْعِمٌ	—	—	—	"	—
157	مُسْتَعَانٌ	—	—	—	—	"

نقشہ اعداد

نمبر شمار	اسم	معنی	تاثیر	تعداد ابجد	ملفوظی اعداد	مفرد عدد
1	اَللّٰہُ	معبود برحق	معتدل	66	259	3
2	اَلرَّحْمٰنُ	رحمت والا	جمالی	298	406	1
3	اَلرَّحِیْمُ	رحم کرنے والا	جمالی	258	311	6
4	اَلْمَلِكُ	بادشاہت والا	جمالی	90	162	9
5	اَلْقُدُّوْسُ	منزہ و پاک	جمالی	170	349	8
6	اَلسَّلَامُ	سلامتی والا	جمالی	131	392	5
7	اَلْمُؤْمِنُ	امن دینے والا	جمالی	136	296	1
8	اَلْمُهَيْمِنُ	نگہبان	جمالی	145	302	1
9	اَلْعَزِيْزُ	غلبے والا	جلالی	94	157	4
10	اَلْجَبَّارُ	جبروت والا	جلالی	206	368	8
11	اَلْمُتَكَبِّرُ	بڑائی والا	جلالی	662	796	5
12	اَلْخَالِقُ	پیدا کرنے والا	جمالی	731	964	2
13	اَلْبَارِئُ	وجود میں لانیوالا	جلالی	213	326	6
14	اَلْمُصَوِّرُ	صورت بنانیوالا	جلالی	336	399	3
15	اَلْغَفَّارُ	گناہ معاف کرنیوالا	جمالی	1281	1453	9
16	اَلْقَهَّارُ	زبردست	جلالی	306	499	5

2	133	14	جمالی	بہت کچھ دینے والا	اَلْوَهَّابُ	17
2	501	308	جمالی	رزق دینے والا	اَلرَّزَّاقُ	18
3	602	289	جمالی	کھولنے والا	اَلْفَتَّاحُ	19
6	302	150	جمالی	علم والا	اَلْعَلِيْمُ	20
3	1100	903	جلالی	قبض کرنے والا	اَلْقَابِضُ	21
9	244	72	جمالی	کشادہ کرنیوالا	اَلْبَاسِطُ	22
3	1598	1481	جلالی	پست کرنیوالا	اَلْخَافِضُ	23
9	523	351523	جمالی	درجے بلند کرنیوالا	اَلرَّافِعُ	24
9	228	117	جمالی	عزت دینے والا	اَلْمُعِزُّ	25
5	892	770	جلالی	ذلت دینے والا	اَلْمُذِلُّ	26
9	351	180	جمالی	سننے والا	اَلسَّمِيْعُ	27
5	310	302	جمالی	دیکھنے والا	اَلْبَصِيْرُ	28
5	200	68	جمالی	حکم والا	اَلْحَكَمُ	29
5	236	104	جلالی	انصاف کرنیوالا	اَلْعَدْلُ	30
3	173	129	جمالی	لطف وکرم کرنیوالا	اَللَّطِيْفُ	31
2	816	812	جمالی	خبر رکھنے والا	اَلْخَبِيْرُ	32
7	181	88	جمالی	حلم والا	اَلْحَلِيْمُ	33
3	1132	1020	جمالی	عظمت والا	اَلْعَظِيْمُ	34
8	1364	1286	جمالی	بخشنے والا	اَلْغَفُوْرُ	35
4	675	526	جلالی	قدر کرنے والا	اَلشَّكُوْرُ	36
2	212	110	جلالی	بلند مرتبے والا	اَلْعَلِيُّ	37

7	316	232	جلالی	بزرگی والا	اَلْکَبِیْرُ	38
8	1002	998	جمالی	حفاظت کرنیوالا	اَلْحَفِیْظُ	39
1	683	550	جمالی	انسان کوتوانائی دینے والا	اَلْمُقِیْتُ	40
8	43	80	جمالی	حساب لینے والا	اَلْحَسِیْبُ	41
1	206	73	جلالی	جلال و جمال والا	اَلْجَلِیْلُ	42
9	403	270	جمالی	بے انتہا عطا کرنیوالا	اَلْکَرِیْمُ	43
6	396	312	جمالی	نگہبان	اَلرَّقِیْبُ	44
1	157	55	جمالی	دعائیں قبول کرنیوالا	اَلْمُجِیْبُ	45
1	174	137	جلالی	وسعت والا	اَلْوَاسِعُ	46
6	211	78	جمالی	حکمت والا	اَلْحَکِیْمُ	47
2	96	20	جمالی	محبت کرنے والا	اَلْوَدُوْدُ	48
3	189	57	جمالی	بزرگی والا	اَلْمَجِیْدُ	49
1	745	573	جمالی	مبعوث فرمانے والا	اَلْبَاعِثُ	50
4	412	319	جمالی	گواہ	اَلشَّھِیْدُ	51
9	190	108	معتدل	سچا اور موجود	اَلْحَقُّ	52
3	196	66	جمالی	کارساز	اَلْوَکِیْلُ	53
8	205	116	جلالی	قوت والا	اَلْقَوِیُّ	54
5	608	500	جلالی	مضبوط	اَلْمَتِیْنُ	55
1	95	46	جمالی	دوست	اَلْوَلِیُّ	56
8	145	62	جمالی	حمد والا	اَلْحَمِیْدُ	57
4	204	148	جلالی	احاطہ کرنے والا	اَلْمُحْصِیْ	58

59	اَلْمُبْدِئُ	اول بار پیدا کرنیوالا	جلالی	56	139	2
60	اَلْمُعِیْدُ	دوبارہ پیدا کرنیوالا	جمالی	124	266	7
61	اَلْمُحْیِیُ	زندگی دینے والا	جلالی	68	131	5
62	اَلْمُمِیْتُ	مارنے والا	جلالی	490	592	4
63	اَلْحَیُّ	ہمیشہ زندہ	جلالی	18	20	9
64	اَلْقَیُّوْمُ	ہمیشہ قائم	جلالی	156	295	3
65	اَلْوَاجِدُ	ہر چیز کو پانے والا	جلالی	14	212	5
66	اَلْمَاجِدُ	بزرگی وعزت والا	جمالی	48	289	3
67	اَلْوَاحِدُ	اکیلا	جلالی	19	168	1
68	اَلْاَحَدُ	یکتا و یگانہ	جلالی	13	155	4
69	اَلصَّمَدُ	بے نیاز	جمالی	134	220	8
70	اَلْقَادِرُ	زبردست قدرت والا	جلالی	305	828	8
71	اَلْمُقْتَدِرُ	اقتدار والا	جلالی	744	1208	6
72	اَلْمُقَدِّمُ	مقدم	جلالی	184	396	4
73	اَلْمُؤَخِّرُ	پیچھے کرنے والا	جلالی	846	905	9
74	اَلْاَوَّلُ	سب سے اوّل	معتدل	37	195	1
75	اَلْاٰخِرُ	آخرت والا	جلالی	801	913	9
76	اَلظَّاهِرُ	ظاہر	جلالی	1106	1118	8
77	اَلْبَاطِنُ	پوشیدہ	جمالی	62	320	8
78	اَلْوَالِیُ	کارساز	جمالی	47	206	2
79	اَلْمُتَعَالِیُ	بلند و برتر	جلالی	551	814	2
80	اَلْبَرُّ	نیکی والا	جمالی	202	204	4
81	اَلتَّوَّابُ	توبہ قبول کرنیوالا	جمالی	409	606	4

82	اَلْمُنْتَقِمُ	بدلہ لینے والا	جلالی	630	868	9
83	اَلْعَفُوُّ	درگزر کرنے والا	جمالی	156	224	3
84	اَلرَّءُوْفُ	شفقت کرنے والا	جمالی	286	295	7
85	مَالِكُ الْمُلْكِ	ملکوں کے مالک	جلالی	212	716	5
86	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام	جلال اور عزت والا	جلالی	1100	2141	3
87	اَلْمُقْسِطُ	انصاف کرنے والا	جلالی	209	401	3
88	اَلْجَامِعُ	جمع کرنے والا	جلالی	114	384	6
89	اَلْغَنِيُّ	بے نیاز	جلالی	1060	1177	7
90	اَلْمُغْنِيْ	بے نیاز کرنیوالا	جمالی	1100	1267	2
91	اَلْمَانِعُ	منع کرنے والا	جلالی	201	437	3
92	اَلضَّارُّ	ضرر پہنچانے والا	جلالی	1001	1117	2
93	اَلنَّافِعُ	نفع پہنچانے والا	جمالی	201	437	3
94	اَلنُّوْرُ	نور	جلالی	256	320	4
95	اَلْهَادِيْ	ہدایت دینے والا	جلالی	20	163	2
96	اَلْبَدِيْعُ	عجب چیز پیدا کرنیوالا	معتدل	86	179	5
97	اَلْبَاقِيْ	ہمیشہ باقی رہنے والا	جلالی	113	306	5
98	اَلْوَارِثُ	وارث	جمالی	707	826	5
99	اَلرَّشِيْدُ	سیدھی راہ دکھانے والا	جمالی	514	607	1
100	اَلصَّبُوْرُ	برداشت کرنے والا	جلالی	298	312	1
101	اَلْقَرِيْبُ	نزدیک	جمالی	312	396	6
102	رَبٌّ	پروردگار	جمالی	202	204	4
103	اَلْمُبِيْنُ	ظاہر	جمالی	102	210	3

104	اَلْقَدِیْرُ	قدرت والا	جلالی	314	428	8
105	اَلْحَافِظُ	حفاظت کرنے والا	جمالی	989	1102	8
106	اَلْكَفِیْلُ	کفایت کرنے والا	جمالی	140	264	5
107	اَلشَّاكِرُ	قدردان	جمالی	521	773	8
108	اَلْاَكْرَمُ	بہت کرم کرنیوالا	جمالی	261	513	9
109	اَلْاَعْلٰی	سب سے برتر	جلالی	151	322	7
110	اَلْمَوْلٰی	کارساز	جمالی	86	296	5
111	اَلنَّصِیْرُ	مدد کرنے والا	جمالی	350	413	4
112	اَلْاِلٰـهُ	معبود	معتدل	36	188	9
113	اَلْخَلَّاقُ	پیدا کرنے والا	جلالی	731	884	2
114	اَلْقَاهِرُ	غالب	جلالی	306	499	9
115	اَلْغَافِرُ	بخشنے والا	جمالی	1281	1353	3
116	اَلْفَاطِرُ	خالق فطرت	جمالی	290	403	2
117	اَلْمَلِیْكُ	بادشاہ	جمالی	100	273	1
118	اَلْحَفِیُّ	بے حد مہربان	جمالی	98	101	8
119	اَلْمُحِیْطُ	احاطہ کرنے والا	معتدل	67	120	4
120	اَلْمُسْتَعَانُ	استعانت کرنیوالا	جمالی	621	958	9
121	اَلرَّفِیْعُ	رفعت والا	جمالی	307	423	9
122	اَلْكَافِیْ	کفایت کرنیوالا	جمالی	111	304	3
123	اَلْغَالِبُ	غلبے والا	جلالی	1033	1245	7
124	اَلْمَنَّانُ	احسان کرنے والا	جمالی	141	413	6
125	اَلْبُرْهَانُ	روشن اور واضح	جمالی	258	427	6
126	اَلسَّرِیْعُ	جلدی کرنے والا	جمالی	340	462	7

127	اَلْمُنْعِمُ	نعمتیں دینے والا	جمالی	200	416	2
128	اَلشَّافِیْ	شفاء دینے والا	جمالی	391	563	1
129	اَلْعَالِمُ	علم والا	جمالی	141	402	6
130	اَلشَّدِیْدُ	شدت والا	جلالی	318	441	3
131	اَلْحَنَّانُ	مہربانی کرنے والا	جمالی	109	332	1
132	اَلْمُعْطِیْ	عطا کرنے والا	جمالی	129	241	3
133	اَلْجَمِیْلُ	حسن والا	جمالی	83	225	2
134	اَلْفَرْدُ	یکتا و یگانہ	جلالی	384	317	6
135	اَلْوِتْرُ	یگانہ	جلالی	606	615	3

فہرست مطابق حروف تہجی

عالم فقری کی گرانقدر تصانیف







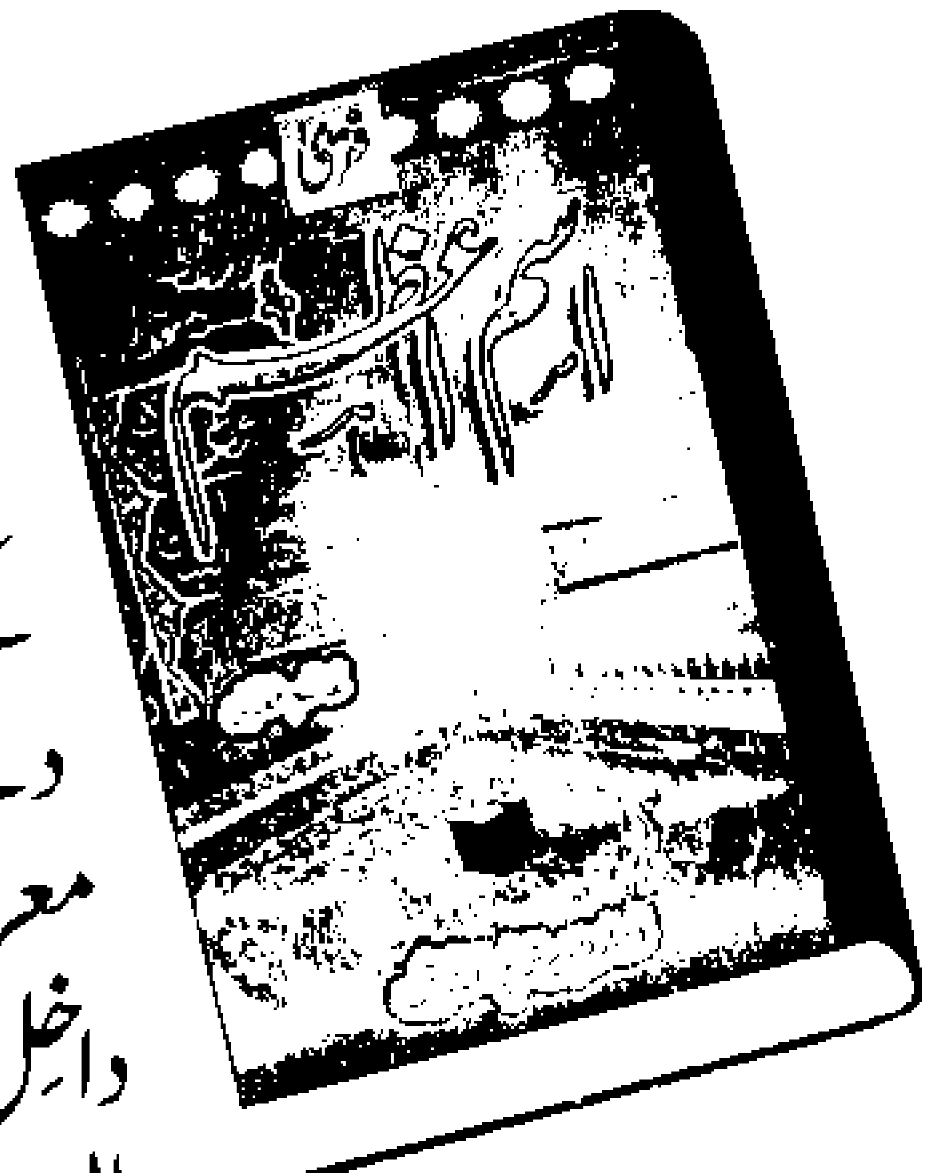


طالبین خیر و برکت
کے لیے

انمول تحفہ



ہر اسم حسنہ کے معنی
تشریح، فضائل، خواص
اولیائے عظام کے پڑھنے کا طریقہ کار، نقوش
اور مجرّب وظائف کا منفرد مجموعہ



اسم اعظم ہی وہ واحد
راز ہے، جس سے
بندے پر روحانیت
کے دروازے کھول
دیئے جاتے ہیں اور وہ
معرفت کے راستے میں
داخل ہوجاتا ہے۔
عالم فقری صاحب نے
اسم اعظم کے فضائل و وظائف اور ان کی تاثیر کو
نہایت مفصل انداز سے بیان کیا ہے۔

ادارہ پیغام القرآن

40 اردو بازار
لاہور پاکستان

پیغام القرآن

IDARA PEGHAM UL QURAN

6312329
6308315